مقدمہ

شرح دیوان غالب جدید

مین جانتا ہون اور خوب جانتا ہون کہ دیوان غالب کے پڑھنے والون کبھی نہ کبھی حضرور یہ شعر پڑھے ہی ہون گے کہ

ہمارے شعر ہین اب صرف دلگی کے اسد
کھلا کہ فائدہ عرض ہنر مین خاک نہین

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل
سُن سُن کے اسے سخنوران کامل

آسان کہنے کی کرتے ہین فرمایش
گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

رہا یہ خیال کہ کسی کو اس بات پر غور یا نہین - مجھے اس کا جواب میری بدگمانی کی طرف سے نفی ہی مین ملتا ہے ممکن ہے کہ یہ غلط ہو مگر کم از کم مین ابتک یہی خیال کرتا ہون کہ جواب صحیح ہے اور بالکل صحیح ہے لہٰذا اس کی تشریح و توضیح کی ضرورت پڑتی ہے -

آج ہم جب غالب کے متداول اور مروج دیوان کو دیکھتے ہین تو ہم کو اس مین تین قسم کا کلام نظر آتا ہے -

ایک وہ جس نے عام لوگون کی نظرون مین غالب کو غالب بنایا ہے اس سے میرا مراد وہ کلام ہے جو آسان اور سہل تر ہے اور جس مین ایک منٹ بلکہ ایک سکنڈ بھی کسی کو سر جھکانے اور سوچنے کی ضرورت نہین پڑتی - اس کی مثال مین یہ شعر پیش کئے جا سکتے ہین

کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالب | شرم تم کو مگر نہین آتی
رونے سے اور عشق مین بیباک ہو گئے | دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے
بوسہ دیتے نہین اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ | جی مین کہتے ہین کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے
اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا | ساغر جم سے مرا جام سفال اچھا ہے
نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی | امتحان اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی

اس قسم کے بہت سے اشعار ان کے دیوان مین موجود ہین جن کو دیکھنے والا ایک حصہ سے تعبیر کر سکتا ہو مگر یہ تحقیق صرف یہ بتا کر ختم نہین ہو جاتی کہ سہل اشعار کا ایک حصہ ان کے کلام مین موجود ہو۔ بلکہ کاوش تنقید اس قسم کے اشعار کو بھی دو حصون پر تقسیم کرتی ہو۔ ایک وہ کہ جن کو صرف شعر کہا جا سکتا ہے اور زیادہ سے زیادہ ان کو غالب کے نام سے منسوب کر کے ذوق سلیم کو کچھ خفت نہین ہوتی ان کی نظیر مین مندرجہ بالا اشعار پیش ہو سکتے ہین۔ غور سے دیکھئے تو ان مین کوئی ندرت خیال کوئی جدت تخئیل کوئی خاص طرز بیان نہین ہے بلکہ صرف شعر کی حدود مین ہین۔ بہت سے بہت یہ کہ غلطیون سے بری ہین اور بس مگر اس کے برعکس دوسری قسم کے وہ اشعار ہین جو سہل بھی ہین اور پھر ان مین جذبات بھی ہین نئے انداز بیان بھی ہین حسن تعلیل اور چستی بندش بھی ہو۔ شوکت الفاظ بھی ہو سادگی بھی ہو روانی بھی ہو۔ مثلاً

موت کا ایک دن معین ہے | نیند کیون رات بھر نہین آتی
آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی | اب کسی بات پر نہین آتی
ہزارون حسرتین ایسی کہ ہر حسرت پہ دم نکلے | بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے
نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن | بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے
ایک ہنگامہ پہ موقوف ہو گھر کی رونق | نوحہ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی
اُن کے دیکھے سے جو آ جاتی ہو منہ پر رونق | وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہے
قفس مین مجھ سے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم | گری ہو جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیان کیون ہو

یہ اور اسی قسم کے دوسرے اشعار وہ ہین جو یا تو میر کی تتبع مین کہے گئے ہین اور یہ وہ زمانہ ہو جب غالب کو میر کے اتباع کا خیال پیدا ہوا ہے جیسا کہ جذبات کی روانی مین دو ایک جگہ وہ اس کا اظہار بھی کر گئے ہین۔ بقول

ریختی کے تمھیں اُستاد نہیں ہو غالب　　کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا
یا　غالبؔ بنایہ عقیدہ ہو بقول ناسخؔ　　آپ بے بہرہ ہی جو معتقد میر نہیں

مگر اس قسم کے اشعار زیادہ نہیں ہیں اس کی دو وجہیں سمجھ میں آتی ہیں یا تو یہ کہ میر تقی کے اتباع کا خیال چند ہی روز تک اُن کی دماغی نشو و نما کا مہمان رہا ہی اور پھر ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ کر خود مرزا کو موجد اور صاحب طرز بنا گیا ہے یا یہ کہ زمانہ نے اس اتباع کی اُس وقت قدر نہیں کی اس واسطے کہ میر سودا ۔ مصحفی میر سوز ۔ میر درد ۔ میر حسن اور اُن کے دوسرے معاصرین کے کلام کا جوہر تاثیر و تاثر ۔ سوز ۔ درد ۔ جذبات حزن کی برانگیختگی یا بہ الفاظ دیگر رثائیت ۔ بین ۔ بکا وغیرہ ہی ۔ اور یہ اس درجہ عام ہی کہ ہر اچھے بُرے کہنے والے کے کلام میں کچھ نہ کچھ یہ رنگ موجود ہی ۔ بلکہ یوں سمجھئے کہ اُس زمانہ کی شاعری کے کالبد کا روح رواں یا بصورت تنزل عناصر اربعہ شعر کا ایک ضروری عنصر ہے ۔

مگر جرأت ۔ انشار ۔ صادق علی خان اختر ۔ نظیر ۔ شاہ نصیر وغیرہ نے اس قدیم رنگ کو متروک قرار دیکر اس میں رنگ انبساطی ۔ اور تفریحی ۔ ساقی و شراب غنی و رباب وغیرہ کو بھی شامل کیا ہی اور دیوان شاعری میں ایک نئی تعمیر کا اضافہ فرمایا ہے یہ سرے کہنے کی بات نہیں ہی دیکھنے والے خود دیکھ لیں کہ انشار جرأت اور متقدمین کے دیوانوں میں زمین و آسمان اور آفتاب و ماہتاب کا فرق نظر آتا ہی ۔ یہ میرا دعویٰ نہیں ہے کہ ان لوگوں نے قدیم رنگ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ ہی دیا ۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں ۔ سا وہ قدیم رنگ بھی قائم رہا اور اس میں کچھ جدید اضافوں کے ساتھ اور اور بھی شگفتہ زبان ہوتی رہی ۔ برعکس اس کے یہ بھی نہیں کہ شند وذ کے طریقہ پر بھی متقدمین کے یہاں انبساطی رنگ کا وجود نہیں ۔ بحث اکثریت پر ہوا کرتی ہی یہاں بھی وہی بحث ہی

جرأت اور انشار وغیرہ کا زمانہ اور شاہ نصیر کا دور ختم ہونے پر لکھنؤ ور دلی کی شاعری کے دو اسکول مستقل بن گئے ۔ ناسخ اور آتش نے لکھنؤ کی دنیائے شاعری کو بدلا اور مومن ۔ ذوق ۔ غالب ۔ آزردہ شیفتہ وغیرہ نے دلی کی شاعری کو تغیر دیا ۔ یہی وجہ ہی کہ شاہ نصیر کے بعد کے جتنے دلی والے شاعروں کے دیوان دیکھئے گا ایک کے یہاں بھی درد اور میر تقی میر کا رنگ نہ پائیے گا بلکہ ایسا معلوم ہوگا جیسے ایک شخص یوپی سے چل کر سی پی کی سرحد میں پہونچ جائے اور وہاں کچھ اثر ادھر کا اور کچھ اُدھر کا پاسکے ۔

جب یہ سب حالات مسلم ہین تو ماننا پڑے گا کہ مرزا نے میر تقی میر کے اتباع سے بعد کو عمداً چشم پوشی کی اور اسی روش کو مطبوع طبع بنایا جو میر اُن کے معاصرین تھے اس کی دلیل یہی ہے کہ اُن کے کلام کا بیشتر حصہ ایسا ہے جو ہرگز میر کے کلام سے مشابہ نہین ہے۔

غرضکہ ایک قسم کے کلام کی تشریح تو یہ ہے جو اوپر ہو چکی۔ دوسری قسم وہ ہے جس مین شوکت، الفاظ اور بلندی تخیل و عمق مضامین ہے اور یہ حصہ کلام دیوان غالب مین بہت زیادہ ہے اگرچہ قدرتی طور پر اس مین بھی دو صورتین پیدا ہو گئین۔ ایک صورت وہ ہے جسمین صفائی و روانی و چستی بندش کا زیادہ خیال کیا گیا ہے۔ اور معانی آفرینی سے زیادہ غرض نہین رکھی دوسری قسم وہ ہے جس مین معانی آفرینی شوکت الفاظ منطقی چاشنی حکیمانہ اور فلسفیانہ نکات اور کچھ کچھ مراعات لفظی کا حصہ بھی موجود ہے یہ رنگ کلام بھی دیوان کا جزو غالب ہے۔ اور اس رنگ نے بھی غالب کو غالب بننے مین اچھی خاصی مدد دی بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا اگر مین کہدون کہ غالب کو صاحب طرز اسی رنگ نے بنایا۔ اگر فی زمانہ لوگ یہ سمجھتے ہین کہ غالب کے قابل قدر اشعار وہ ہین جو میر تقی میر کے رنگ مین کہے گئے تو میرے نزدیک یہ کہنا صحیح نہین اور اس خیال کی کوئی اہمیت میرے دماغ مین نہین ہے کہ غالب کو غالب میر کے اتباع نے بنایا۔ یہ اور بات ہے کہ وہ رنگ جو میر کے تتبع مین ہے بہت چوکھا ہے مگر اس بات کو کبھی نہ بھلانا چاہیئے کہ کسی کامل کا تتبع اور کسی صاحب طرز کا اتباع کسی کو صاحب طرز نہین بنا سکتا بلکہ موجد اور صاحب طرز کا خطاب وہی رنگ لا سکتا ہے جو اپنا طبعزاد ہو۔ جیسا کہ غالب کے یہان اس کے ثبوت مین مین یہ اشعار پیش کر سکتا ہون۔

نہ اٹھا جیب سے غالب کیا ہوا گر اس نے شدت کی
ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریبان پر

کسی کو دیکے دل کوئی نوا سنج فغان کیون ہو
نہ ہو جب دل ہی پہلو مین تو پھر منہ مین زبان کیون ہو

ہمارے ذہن مین اس فکر کا ہے نام وصال
کہ گر نہ ہو تو کہان جائین ہو تو کیونکر ہو

سنتے ہین جو بہشت کی تعریف سب درست
لیکن خدا کرے وہ تری جلوہ گاہ ہو

ہوا ہون عشق کی غارتگری سے شرمندہ
سوائے حسرت تعمیر گھر مین خاک نہین

جب وہ جمال دلفروز صورت مہر نیم روز
آپ ہی ہو نظارہ سوز پردے مین منہ چھپائے کیون

سمجھ کے کرتے ہین بازار مین وہ پرسش حال
کہ یہ کہے کہ سر رہگذر ہے کیا کہیئے

حسن اور اس پہ حسن ظن رہ گئی بوالہوس کی شرم — اپنے پہ اعتماد ہے غیر کو آزمائے کیون

جاتا ہون داغ حسرت ہستی لئے ہوئے — ہون شمع کشتہ درخور محفل نہین رہا

رشک کہتا ہو کہ اس کا غیر سے اخلاص حیف — عقل کہتی ہو کہ وہ بے مہر کس کا آشنا

سرشک سر بصحرا دادہ نور العین دامن ہے — دل بے دست و پا افتادہ برخوردار بستر ہے

سرمۂ مفت نظر ہون مری قیمت یہ ہے — کہ رہے چشم خریدار پہ احسان میرا

جاتی ہو کوئی کشمکش اندوہ عشق کی — دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا درد تھا

ممکن ہو کہ میرے اس انتخاب سے اہل نظر مطمئن نہون مگر مین اسی قسم کے کلام کو غالب کا رنگ خاص سمجھتا ہون اس کے ماسوا وہ کلام ہو جس مین یا تو اشکال ہو اور یا تخئیل اس قدر پیچیدہ ہو کہ خود غالب بھی اب قبر سے اٹھکر آئین تو پہرون ان کو بھی اسکے معنون مین غور کی ضرورت پڑے اور دانتون مین انگلی دبائے دیر تک سوچتے رہین کہ بار خدایا یہ مین نے کیا کہا تھا اور یا پھر وہ اتنا سہل ہو جو غالب کے نام کے سامنے کچھ وقعی نہین معلوم ہوتا۔

مرزا کے کلام کا تیسرا حصہ وہ ہو جو اس وقت زیر بحث ہے اور جو بوجہ مشکل ہونے اور بوجہ خیالی ہونے کے انہون نے اپنے دیوان سے خارج کر دیا آج اس کے چند نمونے بطور باقیات الصالحات کے دیوان مین کہین کہین دکہائی دیجاتے ہین ورنہ اس کا اصل ذخیرہ اس مین نہین ہے۔

بیشک وہ یہی وہ کلام ہو جس کی نسبت مرزا نے خود ایک خط مین یہ عبارت لکھی ہو "پندرہ برس کی عمر سے پچیس برس کی عمر تک مضامین خیالی لکھا کیا دس برس مین بڑا دیوان جمع ہو گیا تو اس دیوان کو دور کیا۔ اوراق یک قلم چاک کئے۔ دس پندرہ شعر واسطے نمونے کے دیوان حال مین رہنے دیے۔"

یہین یہ بھی لکھنا ضروری ہو کہ مرزا کا عقیدہ تہا کہ شاعری کے معنی مضمون آفرینی کے ہین اگر شعر مین مضمون آفرینی یا کوئی نئی بات نہو تو شعر کہنا بیکار اور کوشش لاحاصل ہو اسی خیال کی بنا پر انہون نے بیدل اور شوکت و اسیر کا تتبع شروع کیا۔ یہ وہ لوگ ہین جنکے یہان مضمون آفرینی کے دریا بہہ رہے ہین۔ اور ہر مضمون کی تہ مین کوئی نہ کوئی ایسے بدیع معنی ہین کہ دیکھکر جی پھڑک اٹھتا ہو تتبع اور تقلید اس کے بغیر ممکن ہی نہین ہو کہ جس کا تتبع ہے اس کی روش کو ذہن نشین کرنے کے واسطے اس کے طرز کلام کو دیکھا جائے اور غور سے دیکھا

جاے۔ مرزا نے بھی اول اول مین ان لوگون کے دوادین کا مطالعہ کیا ہوگا مگر مطالعہ کے لئے امعان نظر اور سمجھ کی پہلی شرط ہو مگر مرزا نے پندرہ برس کی عمر سے شاعری کی ابتدا کی اور سب سے پہلے اُردو مین شعر کہنا شروع کئے۔ پھر یہ کون خیال کرسکتا ہو کہ انھون نے اُس سے زیادہ سمجھا ہوگا جیسا کہ ایک پندرہ برس کے لڑکے کو سمجھنا چاہیئے۔ وہی وجہ تھی کہ انھون نے بیدل کے یہان سے وہ کلام قابل انتخاب اور قابل تقلید سمجھا جس مین انھون نے خیالی مضامین دیکھے۔ ورنہ کیا بیدل کے یہان ایسے شعر نہین ہین جو ہمہ تن حقایق و معارف عبرت و نصیحت بھری ہوئی ہے جو بظاہر رنگینیون کا مجمسہ معلوم ہوتے ہین مگر بے رنگی کی تعلیم دیتے اور دل کو دنیا اور دنیا کے کاروبار سے اُچاٹ کردیتے ہین۔ بہر صورت جیسا کہ خود مرزا نے گل رعنا کے دیباچہ مین لکھا ہو انھون نے اپنی شاعری کی ابتدا اُردو سے کی اور خیالی مضامین پر اپنے کمال کی بنا رکھدی۔

اُن کو دو مشکلین پیش آئین ایک تو اُن اساتذہ کا تتبع جنھون نے اپنی پوری پوری عمرین مشق سخن مین صرف کردی تھین اور ایک ہی انداز مین کہتے کہتے پختہ مشقی کے نمونے بن گئے تھے دوسرے اسی انداز کلام اور ویسے ہی نازک مضامین کو اردو مین لانا جس سے قریب قریب اس وقت تک کے تمام ریختہ گو شعرا کے صفحات دواوین سراسر معرا اور خالی تھے تیسرے نازک خیالی پیدا کرنا کہ یہ بھی پہاڑ کاٹنے کے برابر ہے۔ برابر دس برس تک اس طرح کے شعر کہا کئے۔ ہوتے ہوتے اچھا خاصہ ذخیرۂ کلام موجود ہوگیا۔

مرزا کی مشق سخن جاری تھی تو معاصرین کو اس کے سننے کا اتفاق نہونا ایک معنی سی بات تھی۔ سب نے اُن کے اس رنگ کو دیکھا اور اندازہ کیا کہ یہ کیا کہتے ہین تو اپنی اپنی جگہ پر تو سب نے صدا واویلا اور رواروی بلندی کی مگر نازک بات کے سمجھنے کے لئے نازک سمجھ اور غور و تامل کی بھی ضرورت ہو تعمق نظر اور فکر و اندیشہ کی بھی احتیاج ہو اور یہ صورت عام جلسون اور مشاعرون مین مفقود ہے وہان تو یہ ہوتا ہے کہ پڑھئے اور آگے بڑھئے کوئی سمجھنے کی کوشش بھی کرے غور بھی کرے تو وقت کہان ہے اور فرصت کسے میسر ہے۔ یہی ہوا۔ مرزا کے انداز کلام کو دیکھ کر تو سب سمجھ ہی گئے کہ جو کچھ ہے وہ ہے جو اور کہین نہین رہا سمجھنا اس کے لئے ذرا دشواری پیدا ہوئی نہ اتنا غور و فکر کرسکے نہ سمجھ سکے بعض نے صورت دیکھی آواز سنی اور خاموش ہوگئے بعض نے سرگوشیان شروع کردین۔ بعض مطلق العنانون نے یہ بھی کہدیا کہ ؎

اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے ... مزا کہنے کا جب ہے اک کہے اور دوسرا سمجھے
کلام میر سمجھے اور زبان میرزا سمجھے ... مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

رفتہ رفتہ یہ ہوا کہ مشاعروں میں صحبتوں میں۔ جلسوں میں محفلوں میں مرزا کی مشکل گوئی کے چرچے ہونے لگے اور کہا جانے لگا کہ اچھا تو کہتے ہیں مگر بہت مشکل کہتے ہیں بعض نے دبی دبی زبان سے یہ بھی کہدیا کہ کیسا اچھا اور کیسا برا جو کہتے ہیں مہمل ہوتا ہے اور جو کچھ فرماتے ہیں بے معنی ہوتا ہے۔ مرزا کے کانوں تک بھی یہ آواز پہونچی بیچارے اپنی کاوش کی یہ داد پاکر کلیجہ تھام کر رہ گئے۔ جی میں آیا کہ لاؤ اس روش کو چھوڑ کر اسی شاہراہ پر چلیں جس پر سب آنکھیں بند کئے چلے جا رہے ہیں۔ کچھ بھی ہو جہاں سب وہیں ہم۔ مرگ انبوہ جشنے دارد کی صورت ہو مگر معنی فہم طبیعت اور جدت آفریں دماغ نے صلاح دی کہ دنیا کچھ کہے کہنے دو تم جو کچھ کر رہے ہو کئے جاؤ۔ ایک دن آئیگا کہ چلانے والے شرماکر آپ ہی خاموش ہو جائیں گے اور تلافی مافات پر شرمائیں گے اسی ہنگامۂ کشاکش میں یہ کہکر خاموش ہو گئے۔

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل ... سن سن کے اسے سخنوران کامل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمایش ... گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

اس پر بھی نا انصافوں کی شورش کم نہ ہوئی اور ناسمجھوں کا ماتم کم نہ ہوا تو مرزا کو پھر سوچنا پڑا کہ اس روش کو بدلنا چاہئے یا نہیں مگر غیور طبیعت نے ہاں سے نہیں نہ کی اور یہی صلاح دی کہ کہنے والوں اور تماشا دیکھنے والوں کی باتوں پر نہ جاؤ۔ جو جس کا جی چاہے کہنے دو ؎

ہفت اختر و نہ چرخ خود آخر بچہ کارند

کو ذہن میں رکھو۔ مجبوراً ایک مرتبہ انہوں نے ذرا بلند آواز کے ساتھ پھر لوگوں کے سامنے یہ شعر کہکر پڑھ دیا کہ ؎

نہ ستایش کی تمنا نہ صلے کی پروا ... گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی

یہ تو اتنا کہکر مستغنی ہو گئے مگر بات نہ دبی شدہ شدہ یہ خبر ان کے دلی دوستوں تک پہونچی۔ مولانا آزاد کا بیان ہے کہ مرزا خان عرف مرزا خانی کوتوال شہر اور مولوی فضل حق خیرآبادی نے بھی ان کی مہمل گوئی کے اتہامات سنے دونوں نے

وقت بے وقت ان کا کلام سنا اور بے تکلفی کی راہ سے یہ رائے دی کہ زمانہ ظاہر پرست حق ناشناس تو ضرور ہے ہم مانتے ہیں کہ حق بجانب آپ ہی ہیں جو کچھ کہتے ہیں خوب کہتے ہیں مگر کیا کیا جائے دنیا کی رسم یہی ہے کہ جدھر زمانہ پھرے ادھر پھر جاؤ ایسے ہو جاؤ گے تو بس جاؤ گے تلسی داس نے کہا ہے۔

تلسی اس سنسار میں رہئے سبھی سے مل کے ملنے کو بارے نہیں نکل جاتے گلے

مرزا صاحب نے جل کر کہا کہ یہ تو بتاؤ کہ اب ہو کیا سکتا ہے معاملہ تو یہ ہے کہ جف القلم بما ہو کائن فی الازل۔ پورا دیوان تیار ہے اب اس کو کہاں بدلتا پھروں جو کچھ کہا ہے ٹھیک ہو رہنے دیجئے۔ انھوں نے کہا دیوان ہمیں دو انتخاب کر دینگے اور ان پھولوں میں سے وہی پھول نکال لیں گے جن کو سونگھ کر سارا زمانہ مست ہو جائے گا۔ مرزا نے بھی سوچا کہ کوئی یہ لوگ بدخواہ تو ہیں نہیں جو کچھ کہتے ہیں بھلے کے لئے کہتے ہیں اُن سے تجتین کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ چھاتی پر صبر کا پتھر رکھا۔ اور عمر بھر کی کائنات اُن کے حوالے کردی دونوں نے بیدردی کے ساتھ نازک نازک مضامین کے گلے پر انتخاب کی چھریاں چلائیں اور پھر ان کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد مرزا نے بھی غور کیا تو یہی رائے ہوئی کہ جو کچھ کہا ہے اس کا یہ نتیجہ ہو آئندہ اگر یہی کہے جائیں گے تو معلوم نہیں کیا ہو گا لہذا درمع الدہر کیف دار پر عمل کرنا چاہیئے۔ مجبوراً رنگ کو بچاتے ہوئے عام روش سے دور رہ کر وہی کہنے لگے جو سب کہتے تھے مگر نزاکت خیال کو اس میں بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

مولانا حالی بھی اس روایت میں شریک ہیں ان کا خیال ہے کہ صرف مولوی فضل حق کے کہنے سے مرزا نے روش قدیم کو متروک کر دیا۔

مرزا خانی ہوں یا مولانا فضل حق میرا ہرگز یہ خیال نہیں ہے کہ مرزا ایسے غیور طبع نے اپنے جگر پاروں کو ان کے حوالہ کر کے اُن کی زندگی اور موت کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہوگا۔ غلط ہے اور بالکل غلط ہے یہ اور بات ہے کہ ان دونوں نے صلاحیں دی ہوں اور مرزا نے ان کی دوستانہ صلاح کو مانا بھی ہو۔ مگر یہ انتخاب خود مرزا ہی نے کیا ہے جیسا کہ انکی اس عبارت سے ظاہر ہے جو میں اوپر نقل کر آیا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ مرزا خانی کو تو ال قتیل کے شاگرد تھے اور مرزا کو قتیل سے

کبھی عقیدت نہین تھی بلکہ آخر مین تو وہ ان کو نہایت ہی برا سمجھتے تھے۔ ان کو کیا اپنا کلام دکھاتے اور کیا اُن سے اپنا انتخاب کراتے۔ یہی وجہ ہی کہ مولانا حالی نے باوجود تقلید ہدایت آزاد کے مرزا خانی کے شریک اصلاح ہونے کا ذکر نہین کیا ہے۔

رہے مولانا فضل حق خیرآبادی وہ فاضل بے عدیل تھے۔ عالم تھے۔ مولوی تھے۔ منطقی تھے۔ مرزا کے دوست بھی تھے۔ غرض سبھی کچھ تھے۔ مگر مین کبھی نہ مانون گا کہ مرزا کے مشیر شعر و سخن تھے۔ اور مرزا ایسے سیدھے سادے اور بھولے تھے کہ چپکے سے اپنا دیوان اٹھا کے اُن کے حوالے کر دیا کہ جو تمھارا جی چاہے کرو۔ جس شعر کو چاہو کاٹ کے پھینکدو۔ اور جس کو چاہو رکھو۔ اُردو مین تو مولوی فضل حق کے نام مرزا کا شائد کوئی خط ہی نہین ہی فارسی مین کچھ خطوط پاے جاتے ہین جن مین سے ایک مین شائد کچھ شعر و شاعری کا بھی ذکر ہو ورنہ وہی رسمی دوستانہ خط ہین اس خط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ کی رسم کے موافق مولانا فضل حق بھی فارسی ہی کے شیدا تھے۔ ایک مولوی سے بڑی مشکل کے ساتھ یہ توقع ہوتی ہی کہ وہ اس زمانے مین اُردو کا آشنا زبردست ماہر ہو کر مرزا ایسے شخص کے کلام کا انتخاب کرے اور کرے تو پھر مرزا بے چون و چرا اسپر ایمان بھی لے آئین ہرگز نہین۔ ان ہذا الشئی عجیب۔ خدا معلوم نقاد کمال اس طرف سے کیون آنکھین بند کر لیتے مین کہ اس زمانہ کے مشہور استاد ذوق کو مرزا یہ کہتے ہین کہ انچہ اندر شعر فخر تست آن ننگ من است۔ مولانا آزردہ سے یہ فرماتے ہین۔

سائل منکر غالب کہ در زمانہ تست

نواب الٰہی بخش خان معروف ایسے شاعر کی طرف کبھی توجہ نہین کرتے۔ جو اُن کے خسر بھی تھے بلحاظ سن اور مشق بھی ان سے زیادہ تھے۔ مومن سے ان کو ہم چشمی کا دعویٰ ہے۔ مگر با اینہمہ وہ دو ایسے آدمیون کو اپنا کلام حوالے کر دیتے ہین جو نہ مشہور ہین نہ شعر و سخن مین معروف ہین نہ ادب اُردو مین اُن کا کوئی درجہ ہو۔

غور تو کیجئے یہ وہی مرزا غالب ہین جنھون نے کلکتہ مین ایک ترکیب کے لئے ہنگامہ برپا کر دیا تھا جنھون نے برہان قاطع کے طرفدارون کا ناطقہ بند کر دیا تھا جنھون نے آزاد ایسے باکمال سے ہمیشہ بحث کی کیا وہ پہلے ایسے مبتدی اور ناتجربہ کار تھے کہ ان دو آزردہ کو اپنا کلام دکھایا جنھین شعر گوئی مین کوئی ملکہ نہ تھا۔

بات یہ ہے کہ آزاد کا دوسری باتون کی طرح مرزا پر یہ بھی ایک رنگین اتہام ہے جس سے ان کے کلام کو مشکل اور بے معنی بتا کر ان پر یہ تہمت بھی لگائی ہے کہ یہ کاٹنات انتخاب دوسرون کی ہے مرزا کا اس مین کچھ نہین انھین اچھے برے کے سمجھنے کی تمیز ہی نہ تھی۔

خود میرے والد مرزا غالب کے دیکھنے والون مین سے تھے اُن سے کمال سخن کے پورے رازدان تھے وہ جب آزاد کا یہ آبحیات والا لطیفہ دیکھتے تھے کہ دراصل مولوی فضل حق سے انتخاب کرایا تو غصہ کے مارے سرخ ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ کیا بہتان باندھا ہے والد صاحب بیان کرتے تھے کہ مرزا اصلاح دیکر بعض شاگردون سے ایک ہندو متوفی کی نسبت تو ضرور یہ کہتے تھے کہ ذرا اس کو بھی سنا لینا۔ اور باقی کسکو وہ کچھ نہین سمجھتے تھے صہبائی کو ملائے مکتبی۔ آزردہ کو ایک حکمران۔ ذوق کو بادشاہ کا استاد۔ مومن کو اپنا سا جانتے تھے۔ اور شعرا کی ان کی پروا نہ تھی۔

یہ بھی معلوم ہے کہ مرزا کا اصل وطن اکبرآباد تھا۔ اور دلی والے ہمیشہ اس بات کے منتظر رہتے تھے کہ ان کی زبان کی غلطیان پکڑین اسی سے مرزا نہایت احتیاط کرتے تھے۔ اور بقول شخصے پھونک پھونک کر قدم رکھتے تھے۔ پھر بھلا خیال تو فرمائیے کہ ایک ٹی کا تہیہ والا غیر شہری شخص کو کیونکر اپنا کلام دکھاتا اور کیا اُن سے انتخاب کراتا۔

ہے یون کہ مرزا نے خود اپنے کلام کا انتخاب کیا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رفتہ رفتہ اُن کو سمجھ آتی گئی تو انہون نے معلوم کر لیا کہ بیدل کا رنگ اُردو مین کہنا کچھ آسان کام نہین ہے اسی سے متاثر ہو کر انھون نے یہ کہا ہے

طرز بیدل مین ریختہ کہنا　　　اسد اللہ خان قیامت ہے

اس کے بعد ان کو معلوم ہوا کہ بیدل ہزار کچھ اچھا کہنے والے لوگون مین سہی پھر بھی ہندی نژاد ہین لہذا وہ اُن کو زبان کے بارہ مین غیر مستند جاننے لگے اور ظہوری عرفی وغیرہ کا کلام ان کو پسند آ گیا۔ چنانچہ انہون نے اُردو مین ان لوگون کا تتبع کیا جیسا کہتے ہین

ہون ظہوری کے مقابل مین خفائی غالب　　　میرے دعوے پہ یہ حجت ہے کہ مشہور نہین

ان لوگون کے یہان معاملہ بندی حسن بندش حسن بیان تخیل کے ساتھ ہے واقعات اور معاملات کے علاوہ صرف خیالی شعر بہت کم ہین۔ لہذا ان کے اتباع مین مرزا کو ویسا ہی اُردو مین کہنا پڑا۔ وہی نازک خیالی ہے وہی بندشین وہی اچھوتے مضمون وہی

خیالات وہی رنگ وہی جوش - فرق ہو تو اتنا ہو کہ وہ زبان نہین ہو باقی سب کچھ وہی ہو
لوگ کہتے ہین کہ مرزا کا کلام مشکل ہو اور خود مرزا کو بھی اس کا اقرار تھا تو سوال پیدا
ہوتا ہو کہ کیا مرزا نے خود ہی دشوار اور مشکل زبان مین شعر کہنا شروع کر دیا تھا یا اور کوئی
بات تھی - میرے نزدیک یہ خیال وہم ہو - جو شخص ایسے ایسے نازک مضامین لکھنے کا
ارادہ کرے جن مین بیدلیت پیدا ہو میرے نزدیک وہ اس بات پر مجبور ہو کہ نئی نئی
ترکیبین بھی لاسے نئی بندشین بھی ہون - الفاظ بھی نامانوس ہون - بیان مین کہین
کہین نملا بھی رہ جاسے - اگر ایسا نہو تو ہرگز ہرگز وہ ان لوگون کی تقلید نہین کر سکتا جنکی
تقلید پر مرزا نے کمر باندھی تھی - وہ اگر دشوار نہ کہتے تو کیا کرتے - مجبور تھے اور قطعاً مجبور
تھے مضامین کا ذخار دریا ایک شعر مین لانا چاہتے ہین پھر اس کا نتیجہ سوا اس کے
کیا ہو کہ کچھ الفاظ بھی نئے پہلو سے آئین مثال کے طور پر دیکھیے وہ کہنا چاہتے ہیں -

امید کی خاکبازی کچھ بھی نہین اس کی ظاہری شان و شوکت ظاہری نام و نمود
پر نہ جائیے بچون کا گھروندا ہو جس سے وہ کھیلتے ہین اور جو دیکھنے مین بھی کچھ معلوم ہوتا
ہے مگر اصل مین بیکار محض ہو - یہان یعنی دنیا مین امید کا وجود ہی نہین ہے دونون
جہان یاس ہی یاس ہین اچھا اگر یہ ہو تو پھر یہ دونون جہان کیا چیز ہین جواب یہ
ہو کہ یہ دونون جہان جہان نہین ہین بلکہ یاس کے دونون ہونٹ ہین - دنیا یا زمین
نیچے کا ہونٹ ہو اور آسمان اوپر کا یہ دونون ہونٹ ہنسی مین کھل گئے ہین - پھر جب
یہ ہو تو معلوم ہوا کہ امید کچھ نہین صرف یاس ہی یاس ہو جو ہماری امید دلی پر ان
دونون ہونٹون کو کھول کر ہنس رہی ہو آسا بڑا مضمون ہو اتنا زبردست خیالی فلسفہ
ہو اور وہ صرف ان دو مصرعون مین ادا کرنا چاہتے ہین -

خاکبازی امید کارخانۂ طفلی   یاس کو دو عالم سے لب بخندہ وا پایا

جب یہ دشواریان حایل ہون تو کون سا شاعر ہو جو کچھ کا کچھ کہنے پر مجبور نہو جاسے
اسی لئے انہون نے خود انتخاب کیا اور ان تمام خیالی مضامین کو نکال کر دیوان مین
وہ شعر باقی رکھے جنمین جذبات کی فراوانی ہو اب اس قسم کے چند شعر مروجہ دیوان مین پائے
جاتے ہین اور مشکل شعر برائے نام نمونے کے طور پر چھوڑ دیے ہین اسپر مرزا نے ستم یہ کیا
کہ اپنے دیوان کے دیباچہ مین یہ بھی لکھدیا کہ ان کے سوا میرا کوئی شعر نہین نکلا یہ کہنا

اس حیثیت سے صحیح تھا کہ وہ اپنی دانست مین وہ تمام دیوان تلف کر چکے تھے جو پہلے رنگ مین تھا مگر خوش قسمتی سے اب وہی دیوان پھر مل گیا ہی تو انھون نے تلف کر دیا تھا جن مین اُن کا وہ سرمایہ جمع ہی جسپر انھین اوائل عمری مین ناز رہتا تھا۔

مرزا کا یہ کلام اگرچہ ابتدا سے مشق کا کلام ہی۔ اگرچہ اس مین ثقیل الفاظ نامانوس ترکیبین پائی جاتی ہین اگرچہ اس کے اشعار بالکل فارسیت سے بھرے ہوے ہین۔ اگرچہ اس مین کا بیشتر حصہ مغلق ہی اگرچہ اس کے سمجھنے مین زیادہ سے زیادہ غور و فکر کی ضرورت پڑتی ہی مگر کیا وہ اس قابل ہی کہ بالکل ناپید ہو جاے۔

میرے نزدیک تو یہ وہ کلام ہی جو مرزا کو عوام کی صف سے علیحدہ کرکے زمرہ خواص مین لے آتا ہے اور اُن کی تخیل کی رفعت کا اندازہ کراتا ہی۔ اُن کی وسعت نظر کی شہادت دیتا ہے اگر اُس مین چند معمولی سقم۔ چند معمولی فرو گذاشتین ہین تو ہوا کرین اس سے اصل کمال کو کوئی نقصان نہین پہونچتا۔ پھولون کے گرداگرد اگر کانٹے لگا دیے جائین تو کوئی اندیشہ نہین پھر بھی اُن کی خوشبو دوش نسیم پر سوار ہونے کے قابل ہی اور پھر بھی ان کا رنگ چشم مشتاق مین جگہ پانے کے لائق ہی۔

مین وثوق اور کامل وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ غالب کے اس کلام مین وہ جوہر کمال پنہان ہین جو ہندوستان کے کسی شاعر کے یہان نہین ہین اور وہ خیالات ہین کہ اگر وہ جلال اسیر اور بیدل کے یہان ہوتے تو ان کے لیے سرمایۂ ناز ہوتے اور لوگ اُن کو سر آنکھون پر جگہ دیتے انھین مشکل شعرون مین وہ شعر بھی ہین جو ان کے موجودہ دیوان سے کسی طرح کم نہین ہین نہ ان مین کوئی بندش کی خرابی ہی نہ تخئیل مین کوئی نقص ہی نہ بیان مین کوئی عیب ہی۔ کہ سچی کمان سے تیر کی طرح نکلے ہین اور نشانہ اثر پر جا بیٹھے ہین مگر خدا معلوم کیون انتخاب کی زد مین آ کر عام نگاہون سے پوشیدہ کر دیے گئے ہین ان کا نہ شائع ہونا سخت کمی اور اُن کا مرزا کے نام سے منسوب نہ کرنا سخت حق تلفی ہی ذرا دیکھیے تو فرماتے ہین ؎

خود بخود آشنا نہ ہوا ورنہ مین اسد — سر تا بپا گزارش ذوق سجود تھا

مطلب یہ ہی کہ کوتاہی جو کچھ ہوئی ہی حسن کی جانب سے ہوئی ہی ورنہ میرے عشق مین کوئی کمی نہ تھی اور مین اُسی طرح اس ذات مین جذب ہونے کے واسطے تیار تھا

جیسے کہ شبنم آفتاب مین جذب ہونے کے واسطے آمادہ ہو گیا کوئی کہہ سکتا ہو کہ اس شعر مین کوئی خرابی ہو اور اگر خرابی ہو تو پھر یہ شعر کیون اچھا ہو ؎

پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم   ہم بھی ہین ایک عنایت کی نظر ہونے تک

مجنون کا دل خاک ہو گیا ہو اور مٹ گیا ہو اور اس قدر مٹا اور خاک ہوا ہو کہ اب اس کے ذرے بھی منتشر ہو گئے ہین اور تمام جنگل مین بکھرے پڑے ہین اور مجنون کے دل کا ہر ذرہ سویدائے بیابان معلوم ہوتا ہے۔ اس خیال کو اس شعر مین ادا کیا ہو اور اس درد و اثر کے ساتھ ادا کیا ہو کہ سبحان اللہ۔

کس قدر خاک ہوا ہو دل مجنون یا رب   نقش ہر ذرہ سویدائے بیابان نکلا

اور لیجئے کہتے ہین کہ دم شماری میری فطرت مین تھی اور اضطراب میرے حصہ مین آیا تھا۔ میرے اضطراب نے میری اس خصوصیت انتظار کو کبھی نظرانداز نہین کیا۔ مین اگر خاک بھی ہوا تب بھی میری وہی خصوصیت قائم رہی۔ میری خاک شیشہ ساعت کے کام آئی جس سے تعین وقت کا کام لیا جاتا ہو اور یہ خاصیت ہو اسی اضطراب دم شماری کی

نہ بھولا اضطراب دم شماری انتظار اپنا   کہ آخر شیشۂ ساعت کے کام آیا غبار اپنا

ایک شخص آلام فراق مین مبتلا ہو کرب و غم سے عاجز ہو۔ نہ کوئی اُسے پوچھتا ہو نہ وہ غریب اپنا حال کسی سے کہہ سکتا ہو عمر گذر جاتی ہو اور یہ تمنا یا یہ حسرت کبھی پوری نہین ہوتی اور اب وہ پوری داستان کو مختصر کر کے بس اتنا کہدیا کرتا ہو کہ میرا مختصر قصہ یہ ہو کہ عرض ستمہائے جدائی کا مین مشتاق ہون۔ اور کبھی موقعہ نہین ملتا۔ اس مضمون کو اس شعر مین ادا کرتے ہین ؎

اسد کا قصہ طولانی ہو لیکن مختصر یہ ہے   کہ حسرت کش رہا عرض ستمہائے جدائی کا

کہنے والے اگر اس کو برا کہین تو مہربانی کر کے اس شعر کو بھی نظرانداز کر دین ؎

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھدے   کہ حسرت سنج ہون عرض ستمہائے جدائی کا

ذرا اس حسرت کو ملاحظہ فرمایئے اس بے نوائی اس بے سروسامانی کو دیکھئے۔ اس مجبوری اور اس ناچاری پر نظر ڈالئے کہتے ہین ؎

ہمنے وحشت کدۂ بزم جہان مین جون شمع   شعلۂ عشق کو اپنا سروسامان سمجھا

یہ مضمون آفرینی اور اس کے ساتھ واقعات کی بندش کیونکر کہا جاے کہ قابل داد

نہین ہے ؎

مرا شمول ہر اک دل کے پیچ و تاب مین ہے — میں مدعا ہون تپش نامۂ تمنا

ایک جگہ اپنے حزن و ملال کی ان سادے اور روان الفاظ مین تصویر کھینچتے ہیں

بصورت تکلف بمعنی تاسف — اسد مین تبسم ہون پژمردگان کا

یہ مضمون کر وہ دل نا صبور جو پہلے صبور تھا اور اب اتنا مضطرب ہو کہ
بجلی اس سے تپش کا سبق لیتی ہے اور اس سے نہین بلکہ اس کے نام سے درس
حاصل کرتی ہے یون ادا کرتے ہین ؎

درس تپش ہے برق کو اب اس کے نام سے — وہ دل ہے یہ کہ جس کا تخلص صبور

ذرا اس تشبیہ کو ملاحظہ فرمائیے شمع کو انگشت سے اور شعلہ کو سر انگشت حنائی
اور غنچۂ گل کو پروانہ سے تشبیہ دیکر کہتے ہین ؎

شمع رویون کی سر انگشت حنائی دیکھ کر — غنچۂ گل پرفشان پروانہ آسا ہو گیا

کیا یہ شعر محاکات کا بہترین نمونہ نہین ہے کیا یہ ایک مایوس عاشق کی تصویر سے
کچھ کم ہے ؎

گل اسد کو ہم نے دیکھا گوشۂ میخانہ مین — دستبرسر سر بزانوے دل مایوس

یاد ایام ماضی اور عیش رفتہ کی تصویر یون دکھاتے ہین ؎

اسد خاک در میخانہ اب سر پر اڑاتا ہون — گئے وہ دن کہ پانی جام مے کا تا بہ مژ

معشوق کے تبختر کی تصویر کھینچتے ہین ؎

پھر وہ سوے چمن آتا ہے خدا خیر کرے — رنگ اڑتا ہے گلستان کے ہوا دار

کیا روانی اور سادگی کا نمونہ اس سے بہتر بھی ہو سکتا ہے ؎

نہ فکر سلامت نہ بیم ملامت — ز خود رفتگی ہاے حیرت سلامت

دفور بلا ہے ہجوم وفا ہے — سلامت ملامت ملامت سلامت

تعلیم عبودیت اور تلقین آداب بندگی کے لئے اس سے اچھے شعر شائد کہین
سر ملے گر

بھی اس زمین مین موجود ہی اور کوئی شک نہین کہ وہ غزل ان کی فکر کا بہترین نتیجہ ہی مگر حیران ہون اور سخت حیران ہون کہ کیون ایسا شعر نظر انداز کر دیا گیا۔ جو غزل کی جان تھا ؎

تھا مین گلدستہ احباب کی بندش کی گیاہ   متفرق ہوے میرے رفقا میرے بعد

پند و نصائح اگر عبوست اور یبوست سے بھرے ہوے ہین تو وہ مشکل سے کسی دل پر اثر ڈال سکتے ہین مگر جب اس مین کسی قسم کی رنگینی شامل ہو جاتی ہی تو وہ ضرور ہی اثر کرتی ہین مرزا نے بھی اس شعر مین ایک سامنے کی تشبیہ سے کام لیکر کچھ سے کچھ بنا دیا ہے۔ کہتے ہین کہ ؎

تو لیست فطرت اور خیال بسا بلند   اے طفل خود معاملہ قد سے عصا بلند

ذرا دعائیہ رنگ ملاحظہ کیجئے۔ مناجات مین اگر وہی فقیرانہ صدا ہو تو اسکی رسائی بہین تک ہو سکتی ہی جہان تک ان مشہور شعرون کی ؎

ملاقاتین دو دلون کی باہم کرہی   مری بارکیون دیر اتنی کرہی
ہے زیبا تجھے اکبر ہما سر دری   مری بار کیون دیر اتنی کری

مگر جب اسی مناجات مین خلوص۔ درد دل۔ عجز و نیاز۔ بیکسی بے بسی کی بھی شرکت ہو جاتی ہو اور اس کو ایک حقیقی شاعر ادا کر دیتا ہو تو وہ تغزل اور قصیدے اور مثنوی سب کی حدود سے آگے بڑھ جاتی ہو۔ مرزا بھی درد دل سے کہتے ہین ؎

ہزار آفت و یک جان بے نوائے اسد   خدا کیواسطے اے شاہ بیکسان فریاد

اس اثر اور اس درد کو ملاحظہ فرمایئے اسی کے ساتھ زبان کو بھی دیکھئے ؎

ظلم کرنا گدائے عاشق پر   نہین شاہان حسن کا دستور
دوستو مجھ ستم رسیدہ سے   دشمنی ہے وصال کا مذکور
رہ گئی یہ اعتنا و غلط   ہو کہان قیصر اور کہان فغفور

دل کو ایک موج لرزان اور فکر کو صہبا سے آبگینہ گداز سے تشبیہ دیتے ہوے کہتے ہین ؎

ہجوم فکر سے دل مثل موج لرزے ہے   کہ شیشہ نازک و صہبائے آبگینہ گداز

مین حیران ہون گو جو اس شعر کو ناپسند کرتے ہین وہ غالب کے دیوان مین شعر

کیونکر دیکھ سکتے ہین ؎

ثابت ہوا ہے گردن مینا پہ خون خلق — لرزے ہے موج مے تری رفتار دیکھ کر

یا یہ شعر ؎

ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشہ مین ہو — آبگینہ تندی صہبا سے پگھلا جائے ہے

آہ سے شکایت کرتے ہین - یا آہ کی شکایت کرتے ہین اور کہتے ہین کہ تیرا سارا زور تیری ساری کائنات - تیری ساری قوت مجھی پر ختم ہوگئی کہ مجھے تونے سر سے پاؤن تک پھونک دیا اور غیر کے گھر پہ تیری ایک چنگاری بھی نہ پہونچی فرماتے ہین ؎

تھی میرے ہی جلانے کو اے آہ شعلہ ریز — گھر پر پڑا نہ غیر کے کوئی شرار حیف

کیا یہ شعر بھی اسی انداز کا نہین ہے ؎

فلک سے دور رکھ اس سے مجھے کہ مین ہی نہین — درازدستی قاتل کے امتحان کے لئے

ناتوانی اور کثرت گریہ کا یہ عالم کچھ کم دردانگیز نہین ہوتا کہ ایک شخص روتے روتے اس قدر کمزور اور ناتوان ہو جائے کہ پلکون کو بھی باہم نہ ملا سکے - مرزا اسی عالم کا اظہار کرتے اور کہتے ہین -

رونے نے طاقت اتنی نہ چھوڑی کہ ایکبار — مژگان کو دون فشار پئے امتحان اشک

دنیا ایک ہوس گاہ ہے - ہر شخص اور ہر شے یہان بقدر شوق گرفتار حرص ہے مگر یہی حرص اور یہی سامان عیش اس کے واسطے تباہی کا باعث ہے اسی مضمون کو اس لطافت کے ساتھ ادا کیا ہے کہ اس مین لطافت کے ساتھ جدت بھی پیدا ہوگئی ہے - فرماتے ہین ؎

برہم ہے بزم غنچہ بیک جنبش نشاط — کاشانہ بسکہ تنگ ہے غافل ہوا نہ مانگ

کہتے ہین کہ مین لخت جگر کی عدم موجودگی کی حالت مین دل کی تسلی گل کو دیکھ کر کر لیا کرتا ہون - ورنہ میرے لئے میرے لخت جگر ہی گل ہوتے ہین - اب یہ زمانہ ایسا ہے کہ آنکھون تک لخت جگر کی رسائی مشکل ہوگئی ہے - بڑی مصیبت ہے اگر اب بھی نگاہ آشنائے گل نہو اور کہین پھول دیکھنے کے لئے نہ لین -

مژگان تلک رسائی لخت جگر کہان
اے وائے گر نگاہ نہو آشنائے گل

دریا کی دل شکستگی کا اس صورت سے اظہار کیا ہے ؎

ہے چشم اشک ریز سے دریا شکستہ دل ۔ امواج کی جو یہ شکنین آشکار ہین

غرضکہ مرزا کے اس کلام مین اچھے شعر بھی اتنے ہین جو کسی طرح نظر انداز کرنے کے قابل نہین ہین خرابی صرف اتنی ہو کہ وہ اُن کو انتخاب کر کے نظر انداز کر چکے تھے ورنہ وہی تخئیل ہے وہی زور ہے وہی رنگ ہو جو عموماً اُن کے کلام مین پایا جاتا ہو اور قدرت کی طرف سے جس کے وہ تنہا مالک بنائے گئے ہین۔

رہا وہ حصہ کلام جس مین خیالات کی گہرائی نے پیچیدگیان پیدا کر کے عام نظرون سے اُن کے مفہومون کو پوشیدہ کر دیا ہو۔ وہ بھی کچھ کم نہین ہین میرے خیال مین وہ کلام مروجہ کلام سے کچھ زیادہ ہوگا۔ کیونکہ دس برس کی مشق کا سرمایہ تھا جو نظر انداز کر دیا گیا اور نمونے کے طور پر اس کا کچھ حصہ اس دیوان مین چھوڑ دیا گیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہو کہ جب دیوان غالب کی شرح لکھنے والون نے مشکل کلام کی بھی شرح لکھی ہو اور دوسرے کلام کے ساتھ ساتھ اُس کو بھی آنکھون سے لگانے کے قابل سمجھا ہے تو پھر کیا سبب ہے کہ اب اس پورے کلام کو چھوڑ دیا جائے جس کا چھوٹا سا ایک ٹکڑا یہ کلام بھی ہے۔ لوگ یہ تو کہتے ہین کہ جب مرزا نے خود ہی اس کلام کو طبع ہونے اور منظر عام مین آنے کے قابل نہین سمجھا تو پھر کسی کو کیا حق ہے کہ وہ اس کلام کو پبلک مین لائے اور شہرت کے پر لگا کر اڑائے مگر یہ کوئی نہین دیکھتا کہ ناسمجھون کی زبردستیون اور زمانہ کی کوتاہ فہمیون نے ان کو اس بات پر مجبور کیا ورنہ انھون نے تو وہ شعر کہے ہی تھے اور اس مین اپنا شباب کا زمانہ صرف کیا ہی تھا۔ میرے نزدیک تو انھون نے جب یہ شعر نکال دیے ہین اسی پر ان کو افسوس ہوا ہے اور اُسی کے لیے انھون نے یہ شعر کہا ہے کہ ؎

ہمارے شعر ہین اب صرف دل لگی کے اسدؔ
کھلا کہ فائدہ عرض ہنر مین خاک نہین

ظاہر تو یہ ہے کہ وہ شعر جن پر انتخاب کی چھری چلائی گئی وہ ابتدائے مشق کے تھے اور دیکھنے والون کی نظر مین صرف اس لئے ان کی کوئی وقعت اور کوئی اہمیت نہ تھی کہ وہ اُن کی سمجھ سے باہر یا بالاتر تھے مگر انصاف کیجیے تو معلوم ہو جائے گا کہ

مرزا نے انہیں معانی کے دریا بہا دیے تھے اور ہر مصرع میں پرواز خیال کی انتہا دکھا دی تھی ہر لفظ گنجینۂ معنی تھا۔ اور ہر مفہوم سرمایۂ ناز شاعری تھا اسی قسم کے کلام کی طرف انکا اشارہ یہ تھا کہ ؎

گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھیے
جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آئے

ابتدائے شاعری کا وقت سہی۔ نومشقی کا عالم سہی مگر اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ وہ اُن لوگوں کا اتباع تھا جن کا جواب دنیا۔ یہ شعر میں مشکل سے ملے گا۔ ثبلئے تخیل کی حدیں اُس عالم سے ملی ہوئی ہیں جہاں عام نظریں کبھی پہونچ ہی نہیں سکتیں۔ میرے خیال میں وہ گمراہی بھی رہنمائی سے زیادہ درجہ رکھتی ہے اور وہ ابہام و اشکال بھی سہل ممتنع سے بڑھا ہوا ہے۔

بیدل۔ شوکت اور جلال اسیر کے یہاں اول تو سب خیالی مضمون نہیں ہیں بہت سے مضامین عالی بھی اُن کے کلام کا جوہر ہیں اور اگر فرض کیجیے کہ تمام دنیا خیالی ہی ہے تب بھی تو یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ عام دنیا کی اس دنیا تک رسائی نہیں اور وہ سطح بلند پر آباد ہے جہاں بڑے بڑے نظر بازوں کی نظر نہیں پہونچتی۔ بیشک مرزا نے اُس کلام کو نظر انداز ہی کے قابل سمجھا مگر اسوقت کہ جب ہر طرف سے صدائے دار و گیر بلند ہوئی اور جب ہر سخن ناشناس وا ویلا او روا مصیبتا کہتا ہوا پھرنے لگا۔ جب جگہ جگہ یہی ذکر ہونے لگا کہ مرزا مہمل گو ہیں مرزا مشکل گو ہیں۔ مرزا کے کلام میں معنی نہیں ہیں۔ مزا نہیں ہے۔

نکالنے کو تو انہوں نے اپنے دیوان سے وہ کلام نکال ہی دیا مگر غور کیجیے کہ اگر وہ اس کو بے معنی اور مہمل جانتے تو اس قسم کے نمونے کیوں چھوڑ دیتے سعدی کی ایک حکایت میں یہ جملے تو انہوں نے پڑھے ہی ہوں گے۔ آتش کشتن و اخگر گزاشتن و افعی کشتن و بچہ اش نگاہ داشتن کار خردمندان نیست والا مضمون ہے پھر جب تمام کا تمام کلام بدل ہی دیا تو آخر نمونے کی کیا ضرورت تھی۔

اسقدر لکھنے کے بعد یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ مرزا کا وہ کلام بے معنی نہیں ہے بلکہ اس میں تو مرزا نے اور بھی زیادہ خون جگر کھایا ہے اور عمیق خیالات ظاہر کیے ہیں۔

اگر یہ کلام پہلے سے دستیاب ہو جاتا تو میرے نزدیک سب سے پہلے اسی کی شرح کی ضرورت تھی اور شارحین کی طبع آزمائیوں کا سب سے زیادہ یہی محتاج تھا مگر اتفاق سے یہ غفلت اور لاعلمی کی مٹی میں دبا پڑا رہا اور کسیکو خبر بھی نہوئی۔

اب غالب کے اُس کلام کو جو میرے لئے زیر بحث ہو رہے ہوئے اچھا خاصہ ایک زمانہ گزر گیا مگر میرا جہاں تک خیال ہے اس وقت تک کسی نے اس طرف مطلق توجہ نہیں کی ہے بلکہ جو اُٹھتا ہے یہی ارادہ کرتا ہوا اُٹھتا ہے کہ غالب کے متداول دیوان کی اپنی سمجھ کے موافق ایک شرح لکھ ڈالوں حالانکہ یہ بات کچھ چھپی ہوئی نہیں ہے کہ اب اتنی شرحیں لکھی جا چکی ہیں کہ نہ شرح کی احتیاج ہے نہ تشریح کی اب غالب کے پرانے کلام میں نئے معنی پیدا کرنے کے یہ معنی ہیں کہ حقیقی معنی پر پردہ ڈالکر کلام کو مہمل اور لایعنی کا خطاب دلایا جائے۔ کیونکہ جہاں ایک کلام میں مختلف معنی کا پایا جانا اس کی فصاحت و بلاغت پر دال ہے وہیں یہ بھی ہے کہ اس کو مہمل ثابت کرنے میں بڑی مدد دیتا ہے۔ اس واسطے کہ جہاں تک میرا تجربہ ہے شاعر کسی شعر میں دو تین سے زیادہ معنی نہیں پیدا کر سکتا اگر اسی سے ایک دو اور اچھے پہلو بھی پیدا ہو جائیں تو وہ اعجاز کلام اور فیضان سخن سے تعبیر کیا جائے گا شاعر کی کوئی خاص کوشش نہ مانی جائے گی اور اگر اس میں بہت سے مفہوم ادنیٰ ادنیٰ نقصان کے ساتھ پیدا ہوتے ہوں تو قطعی طور پر یہ سمجھ لینا چاہئے کہ شاعر نے سمجھ کر وہ شعر نہیں کہا ہے۔ یہی اور بالکل یہی آجکل غالب کے کلام میں کیا جا رہا ہے۔ شرح کرنے والوں کی ٹولیاں کی ٹولیاں چلی آتی ہیں اور جو جس کی سمجھ میں آتا ہے کہتا ہے اور ایک ضخیم کتاب تیار کر کے رکھ دیتا ہے۔ دیکھنے والے سب کو دیکھ رہے ہیں اور سب کا نعرۂ مستانہ سن رہے ہیں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ سوائے دو تین شرحوں کے باقی شرحیں ماسبق شرحوں کے لئے گراموفون اور صدائے بازگشت سے زیادہ نہیں مگر مجبوری ہے۔ ع

تقدیر جو دکھائے وہ ناچار دیکھنا

میرا جہاں تک خیال ہے جناب تنہا اور حضرت بیخود موہانی و بیخود دہلوی کی شرحیں اُس وقت تیار کی گئی ہیں جب نسخہ حمیدیہ چھپ چکا تھا اور غیر مطبوعہ

کلام بھی سامنے نظروں کے سامنے آگیا تھا مگر حسرت موہانی کی شرح اور دیگر شرحوں
مین اس قدر فرق ہے جس قدر کہ فونوگراف اور گراموفون مین۔ باقی اللہ
بس باقی ہوس۔ رہے حضرت مولانا بیخود موہانی اعلی اللہ مقامہٗ انکی دنیا ہی
جدا ہے پہلے سب شرحون کو جمع فرماتے ہین پھر اُن کی تشریح کرکے اُن کے عیوب
واسقام سے اپنی رائے عالی کے مطابق دنیا کو آگاہ فرماتے ہین اور اس کے بعد
اپنی طلاقت لسانی کا ثبوت دیکر معانی کے ابواب جدیدہ کا افتتاح فرماکر ؎

کس بشنود یا نشنود من گفتگوے می کنم

کی ایک آواز لگاتے ہوے برق خاطف کی طرح گزر جاتے ہیں۔ افسوس بلکہ سخت افسوس
اس بات کا ہے کہ ابھی تک وہ شرح دنیا سے روپوش ہے اور بستہ کے سرخ یا سبز
غلاف مین ملبوس طاق زینت پر رکھی ہوئی ہو ورنہ مین اس پر کچھ لکھتا پھر بھی مین نے
اس کے بعض بعض وہ حصے دیکھے ہین جن سے اخبارات و رسائل کے کئی کئی صفحہ کالے ہو گئے ہین
اسی بنا پر یہ چند فقرے بے اختیارانہ لکھ گیا ہون۔ ورنہ او داند و کار او۔ مارا
چہ ازین قصہ کہ۔ مولانا بیخود دہلوی کی شرح کامل طور پر مین نے نہین
دیکھی مگر متعدد خبرین اس کے متعلق بھی سنی ہین کہ خوب خوب معانی آفرینی
کی داد دی ہے۔

کوئی ان رہنمایان معانی اور حامیان زبان اُردو سے یہ پوچھنے والا
نہین کہ حضرات یہ کیا ستم ہے کیا غضب ہے کیا ناانصافی ہے جس کی ضرورت
نہین اس کے لئے تو معرکہ آرائی اور جادہ پیمائی قلم جاری ہے اور جس کی ضرورت
ہے اس کی طرف توجہ بھی نہین۔ کیا خوب۔ یا آن گرما گرمی یا این سرد مہری

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

حقیقت یہ ہے کہ غالب کے مروجہ کلام کی رہنما تو کئی شرحین موجود
تھین خالی اس کلام کو تو سننے والے اور اس کے معنی سمجھانے والے تو ہزارون آدمی
ہندوستان مین موجود ہین۔ اس لئے ان کی شرحین لکھنے مین نہ کوئی دقت
پڑی نہ کسی کاوش کی ضرورت ہوئی۔ مگر وہ کلام جو نہ تو زبان زد ہو کر مقبول ہوا
ہے اور نہ اس وقت تک کوئی اس کی شرح لکھی گئی ہے اُس پر قلم اٹھانا کوئی

آسان کام نہین ہی۔ اس کے لئے ہمت چاہیئے دل چاہیئے دماغ چاہیئے۔ معنی یاب طبیعت چاہیئے ذوق سلیم چاہیئے۔ یہان کانا اور لے دوڑی سے کام نہین چل سکتا۔ اور وہان ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی" کا منظر نظر نہین آسکتا اس لئے بعض تو دیکھتے ہین۔ رہ جاتے ہین۔ بعض کی نظر خیرہ ہو جاتی ہے بعض کے ہاتھ سے کتاب چھوٹ پڑتی ہے بعض مہمل سمجھ کر چھوڑ دیتے ہین بعض ادب سے خاموش ہو جاتے ہین۔

مولانا بیخود تو خیر پھر بھی اپنی جگہ ہین دیکھئے حضرت نظم طبا طبائی علی اللہ مقامہ کو جو ہندستان مین دیوان غالب کے ایک بہترین شارح تسلیم کئے گئے، جنھون نے اپنی شرح مین شرح کیساتھ تنقید کی بھی جواہر ریزی فرمائی اور ساتھ ہی ساتھ جا بجا کلام مقبول و متداول پر نگاہ غائر ڈالکر حق اصلاح بھی ادا کیا تو پھر اس کلام مین تو ان کو اور بھی زیادہ مواقع تھے اور یہاں تو بقول شخصے دریا بہا سکتے تھے پھر کیون نہ ادہر توجہ فرمائی۔

میرے نزدیک کسی شاعر کو بڑے بڑے ماہرین شعر کے مقابلہ مین پیش کرنے سے یہ زیادہ بہتر ہی کہ خود اسی کے کلام کی تشریح و توضیح کر دی جائے۔ ڈاکٹر بجنوری مرحوم نے اپنے مقدمہ کلام غالب مین غالب کو کہین پیغمبر ٹھہرایا ہی کہین اپنے زمانہ کا ورڈسورتھ اور شیلی بنایا ہی گو یہ بھی ایک قسم کی جدت ہی اور اس سے بھی غالب کی غالبیت کو چار چاند لگتے ہین مگر کاش یہ کلام ان کے ہاتھ لگا ہوتا اور اسپر وہ حاشیہ آرائی کرتے تو یقینی وہ اس کوشش و کاوش بیجا سے بہتر ہوتا جسپر انھون نے اپنی تمام تر قوت بیان کو ختم کر دیا ہی۔ اس سے تو کون انکار کر سکتا ہی کہ مقدمہ کے لکھنے مین انھون نے بے انتہا عرقریزی کی ہی اور فلسفے کے دریا بہا دیے ہین۔ بہت سے اشعار کے معنی اس جدت و ندرت کے ساتھ بیان کئے ہین کہ ہر ایک سننے والا ان کی داد دیے بغیر رہ ہی نہین سکتا مگر افسوس ہی کہ اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی آتا ہی کہ جو معنی بجنوری مرحوم نے سمجھے شاید غالب کا خیال بھی وہان تک نہین پہنچا تھا اور وہ اسیطرح ان سے ناواقف تھے جیسا کہ آج ایسا ایسا آدمی جس نے اس مقدمہ کو نہ دیکھا ہو۔ بجنوری مرحوم کے سرمایۂ عمر اور ان کی سعی و کوشش یعنی ان کے مقدمہ کو جس دن مین نے دیکھا انکے الفاظ سے نکلتے ہوئے جبروتی ترانے اور اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد کے قدوسی نغمے میرے کانون تک پہونچے۔ دل کنگرۂ قصر کسریٰ کی طرح ہلنے لگا ہاتھ بتان کعبہ کی طرح لرزنے لگے۔ صفحات کا جلوہ

برق سر طور کی طرح چمکنے لگا اور میری موسیٰ نگاہی غش کھا کر گرنے کو تیار ہو گئی میرے ہوش و حواس پروانہ ہائے آتش ہجران کی طرح تڑپنے لگے پہلے ہی منھ کے الفاظ اور فقرے مجھے از خود رفتہ بنا گئے پھر بھی میں نے بقیہ صفحات الٹ پلٹ کر دیکھے۔ مگر سوائے اس کے کہ جو نبار مدحت اپنی پوری روانی پر ہے سوائے اس کے کہ چند دعاوی انکار اور لایعنی دعوے ہیں سوائے اس کے کہ غالب کی مضمون آفرینی کو سراپا فلسفہ بنا دیا ہے سوائے اس کے کہ یورپ کی چند معروف ہستیوں سے غالب کا مقابلہ کیا ہے سوائے اس کے کہ انھیں شعروں کی پھر شرح کر دی ہے جن کی شرح بارہا ہو چکی ہے مجھے ایک بات بھی ایسی نظر نہ پڑی جس کو دیکھ کر میری محدود معلومات اضافہ کا شکریہ ادا کرتی یا سامعہ کسی نئی بات کے سننے سے ممنون ہوتا اس میں شک نہیں کہ وہ ادب کی ایک نئی دنیا پیش کرتے ہیں مگر سب بیکار ہے کیونکہ جدید کلام کی نسبت ایک لفظ بھی ارشاد نہیں فرماتے اور اسکی وجہ یہ ہیں کیونکہ یہ کلام ہی اُن تک نہیں پہونچا تھا انھوں نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ ایک تبرک کے طور پر پیش کیا ہے جو کچھ دکھایا ہے وہ عجائبات روزگار سمجھکر دکھایا ہے باقی انھیں نہ اس کی شرح سے بحث ہے نہ اُن کے اُس انداز بیان سے غرض ہے اسی طرح ترتیب کلام جو جہاں ہے وہ اُس جدید ترتیب پر ہے اور جو کچھ اُن کی کائنات ہے وہ اُن چند نوٹوں پر ختم ہو جاتی ہے جا بجا صفحات میں اس تشریح اور اس تفصیل کیواسطے لکھے گئے ہیں کہ ان غزلوں میں سے کوئی شعر مطبوعہ دیوان غالب میں نہیں ہے یا یہ شعر پہلے اس طور پر کہا گیا تھا۔ اور بس۔ میں نے اُسی زمانہ میں یہ ارادہ کیا کہ اُردو کے مروجہ دیوان غالب کی طرح اس کی بھی اگر شرح ہو جائے تو وہ صرف مفید مطلب ہی نہیں بلکہ عجیب بھی ہو گی مگر اس ارادہ کا قوت سے فعل میں آنا اور اس خیال کا عملی جامہ پہننا کوئی آسان بات نہ تھی ایک دو کا ذکر نہیں بلکہ متعدد موانع موجود تھے۔ اشغال کی کثرت۔ فرصت کی کمی غور و فکر کے لئے موقعہ نہ ملتا۔ کلام کا غائر نظر سے مطالعہ کر کے قابل شرح شعروں کا انتخاب اُس پر سب بڑی کمی اس بات کی کہ لکھ بھی لیں اور شرح کر بھی ڈالیں تو کون چھاپے گا اور کون خریدے گا یونہی ایک فرقہ ہے جو اس کلام کو دیکھکر چین بجبین ہے اور اپنی معلومات کی بنا پر قیاسی بنیادیں قائم کر کے یہ کہتا پھرتا ہے کہ یہ کلام ہرگز غالب کا

کلام نہین ہے پھر بھلا اس کوشش اور سعی کو نظر استحسان سے کون دیکھے گا۔ اور کہان سے اس کے قدردان پیدا ہون گے۔

مندرجہ بالا موانع کے باوجود بھی مین نے ہمت نہین ہاری اور اس شغل کو جاری رکھا۔ ان شعرون کو پڑھتا رہا اور وقت بے وقت اپنے ضروری وقت کو معانی کی گتھیان سلجھانے مین صرف کرتا رہا جب جب ممکن ہوا کاغذ پر بھی کچھ نہ کچھ لکھتا رہا۔

غالب کے انداز بیان۔ اُلجھی ہوئی ترکیبون۔ نامانوس بندشون نے میرا کافی وقت صرف کیا۔ ہوا یہ کہ بیشتر اشعار کے ایک وقت مین کچھ معنی سمجھے دوسرے وقت کچھ۔ مجھے اہل نظر سے محاکمہ اور فیصلہ کا خواستگار رہا۔ بہت سے فیصلے ہو گئے اور بہت سی جگہ رہنما اور رہبر بھی راہرو اور رہ نوردبنکر رہ گئے۔ اور ہان مین ہان ملانے کے سوائے نہ کوئی حتمی رائے دی اور نہ کوئی قطعی فیصلہ کیا۔ ایسے شعرون مین مین نے یہ کیا کہ جو معنی میری سمجھ مین آئے وہ سب لکھدیے۔

اب مین مرزا کے اسی کلام پر مخصوص طور سے ایک دوسری نظر ڈالنا چاہتا ہون اور بتاتا ہون کہ اس مین کیا ہے اور اس کے ظاہری اجزائے ترکیبی مین کون کون سے عناصر کام کر رہے ہین۔

(۱) اگرچہ یہ کہنا کچھ کارآمد اور ضروری نہین ہے کہ ان کے اس کلام مین قریب قریب بھی مروجہ بحور موجود ہین اور اس صورت سے عروض کی پوری پوری خانہ پُری ہو جاتی ہے۔ پھر بھی ان لوگون کی خاطر سے جن کو عروض و تقطیع کے جھگڑون اور لغزشون مین لطف آتا ہے یہ دبتانا ایک کمی کے طور پر محسوس کیا جائے گا۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہنا ہے کہ مرزا اُن شاعرون مین نہین تھے جو عروض دانی ہی کو کمال شاعری سمجھتے تھے انھون نے انہین بحرون کو اپنے دیوان مین جگہ دی جنکو لکھنے کے بعد بھی شاعر شاعر ہی معلوم ہوتا ہے وہ جانتے ہون یا نہ جانتے ہون اس سے بحث نہین ہے پھر بھی اس طرف ان کی توجہ منعطف نہین ہوئی ہے جن بحرون مین زحافون کی فراوانی نے آشوب مذاق برپا کر رکھا ہے۔

(۲) اُن کا یہ کلام بھی کئی حصون پر منقسم ہوتا ہے ایک وہ غزلین ہین جنمین کا

کوئی شعر موجودہ دیوان مین نہین ہے۔ اور وہ سر سے پاؤن تک انتخاب کے سیلاب مین غرق ہو گئی ہین دوسرے وہ اشعار ہین جو اسی موجودہ دیوان کی غزلون مین سے چنکر جدا کر دیے گئے ہین اس قسم کے اشعار کے دو حصے کئے جا سکتے ہین ایک وہ جو بالکل نئے شعر ہین ان مین خیال بھی نئے ہین باتین بھی جدا ہین دوسرے وہ اشعار ہین جو اسی دیوان کے اشعار کا نقش اول ہین اور کچھ الفاظ کے تغیر اور تبدل کے بعد ان کو متداول دیوان مین جگہ دیدی گئی ہے اور پھر ان مین بھی دو قسمین ہین ایک اس قسم کے شعر ہین جو اصلاح کے بعد ایسے بدل گئے ہین کہ پہچانے ہی نہین جاتے دوسرے وہ ہین جن کے خط و خال اب بھی نمایان ہین اور صرف چند الفاظ بدلے ہین باقی وہی ہین۔

(۳) بندش کی حیثیت سے بھی دو قسم کے شعر پائے جاتے ہین یا سہل ہین۔ یا بعید الفہم ترکیبون سے پُر پیچ سہل مین بھی اگرچہ سہل ممتنع اشعار کا پتہ نہین مگر یہ بھی دو طرح کے ہین یا تو ایسے ہین کہ ان کی شرح کی ضرورت ہی نہین ہے۔ پڑھئے اور سمجھ لیجئے اور یا ایسے کہ سہل تو ہین مگر پھر بھی اُن کی شرح کی ضرورت ہے۔ بعید الفہم اشعار بھی دو قسمون پر تقسیم کر لیجئے یا وہ ہین جو کوشش کرنے کے بعد سمجھ مین آجاتے ہین اور کسی نہ کسی صورت سے شارح کی محنت ٹھکانے لگ جاتی ہے اور وہ اُن کے معانی پر کچھ نہ کچھ رائے زنی کر سکتا ہے یا ایسے ہین کہ ادراک کی قوت کو تھکا دیتے ہین ذہن کی رسائی کو عاجز کر دیتے ہین۔ واہمہ اگر خلاقی کر کے کچھ اچھے بُرے معنی پیدا بھی کرتا ہے تو دماغ اُن سے مطمئن نہین ہوتا۔ اور اپنے پُر کرنے کے لئے ہل من مزید کی صدا آخر تک بلند کرتا رہتا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مین اس ترکیب صوری کی آسانی کے لئے کچھ مثالین پیش کر کے اپنے مذکورہ بالا دعوون کا ثبوت دیدون۔ پہلے اُن بحرون کو دیکھئے جن کو بجنوری مرحوم نے از روئے اقلیدس خطوط منحنی اور دوائر سے مشابہ کر کے افتان و خیزان کے نام سے یاد کیا ہے۔

کہتے ہو نہ دینگے ہم دل اگر پڑا پایا
دل کہان کہ گم کیجئے ہم نے مدعا پایا

اسی غزل مین اور بھی بہت سے اشعار غیر مطبوعہ ہین جن کا ایک شعر نقل کے لئے کافی ہے۔

ہو کہان تمنا کا دوسرا قدم یارب
ہمنے دشتِ امکان کو ایک نقشِ پا پایا

یا عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہین ہم آگے کہ اپنے سایہ سے سر پاؤن سے ہے دو قدم آگے

اس غزل کا اسکے کوئی شعر اشعار غیر مطبوعہ مین نہین ہے مگر ایسی ہی اور کئی غزلین موجود ہین جن میں سے ایک یہ ہے۔

نظر بنقصِ گدایان کمال بے ادبی ہے
کہ خارِ خشک کو بھی دعویٰ چمن نسبی ہے

دونون بحرون مین فرق بھی مگر اپنی خمیدگی کے لحاظ سے دونون برابر ہین اور یہ لیجئے تیر کی مخصوص بحر ملاحظہ فرمائیے۔

وحشی بن صیاد نے ہم رم خوردون کو کیا رام کیا
رشتۂ چاکِ جیب دریدہ صرفِ قماشِ دام کیا

یہ بھی پوری غزل موجود ہے اور اسی قسم کی اور بحرین بھی پائی جاتی ہین مگر ڈاکٹر بجنوری مرحوم کا یہ دعوی کسی صورت سے صحیح نہین ہو کہ کوئی آسان سے آسان اور مشکل سے مشکل بحر ایسی نہین جس مین مرزا نے کلام موزون نہ کیا ہو۔ یہ ناواقفی فن کی دلیل ہو یا خوش عقیدگی کی اس کا کوئی ثبوت اُن کے دیوان سے نہین ملتا۔ اور ایک مرزا غریب ہی کے دیوان کو کیون پیش نظر رکھا جائے مجھے کسی اردو کہنے والے شاعر یا کسی فارسی کہنے والے کا دیوان اس معیار پر پورا اترتا نظر نہین آتا۔ میری نظر مین اس فرض کو فارسی گویون مین شمس تبریز رحمتہ اللہ علیہ کے کلیات مین پورا کیا گیا ہے مگر وہان بھی خدا معلوم کتنی کمی رہ گئی ہے۔

(۲) اُن غزلون کو لیجئے کہ جن کا کوئی شعر مروجہ دیوان مین نہین ہو تو وہ بہت کافی تعداد مین آپکو ملین گی۔ چنانچہ ان غزلون مین کا کوئی شعر دیوان مطبوعہ مین نہین ہے۔

شب کہ دلِ زخمی عرض دو جہان تیر آیا
نالہ بر خود غلط شوخی تاثیر آیا

بیرآنسوئے تماشا ہے طلبگاروں کا — نصر مشتاق ہے اس دشت کے آوارونکا

لیا دست کے زبس ٹوٹا ہے دل یاران غمگین کا — نظر آتا ہے موے شیشہ رشتہ شمع بالین کا

دردِ اسم حق سے دیدار صنم حاصل ہوا

رشتہ تسبیح تار جادہ منزل ہوا

اس قسم کی غزلین قریب قریب سبھی ردیفون مین ہین اور اچھی خاصی تعداد مین ہین۔

وہ اشعار بھی بہت سے ہین جو مطبوعہ دیوان کی غزلون مین سے چھنکر جدا کر دیئے گئے ہین نمونہ کے لئے الف کی ردیف کی ابتدا سے دو تین غزلون کی تفصیل لکھتا ہون۔

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا

کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

یہ پہلی ہی غزل ہے جس مین مطبوعہ پانچ شعر ہین مگر پانچ ہی غیر مطبوعہ ہین۔

اس غزل مین ؎

شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا

تماشائے بیک کف بردن صد دل پسند آیا

مین مطبوعہ اشعار چار ہین مگر غیر مطبوعہ پانچ شعر اور ہین۔

اس غزل مین ؎

تیشے بغیر مر نہ سکا کوہکن اسد

سرگشتہ خمار رسوم و قیود تھا

چھ شعر ملتے ہین مگر چھ غیر مطبوعہ بھی ہین۔ غرضکہ بہت سی غزلون مین یہی صورت ہے۔ وہ غیر مطبوعہ اشعار بھی بہت سے ہین جو بالکل نئے ہین ان کا نقل کرنا اس لئے فضول ہے کہ جب یہ بتا دیا گیا کہ بہت سی سالم غزلین غیر مطبوعہ ہین تو پھر اب ایسے اشعار کے شمار کرانے کی کیا ضرورت باقی رہی۔ ہان وہ اشعار جو مروجہ بہت سے شعرون کے نقش اول ہین لکھنے کی ضرورت ہے وہ بھی کثیر تعداد مین ہین مگر مین نمونتاً چند شعرون پر اکتفا کرتا ہون۔ یہ شعر

بسکہ ہون غالب اسیری مین بھی آتش زیر پا — موے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا

پہلے یون تھا۔

آتشین پا ہون گداز وحشت زندان نہ پوچھ
موے آتش دیدہ ہی ہر حلقہ یان زنجیر کا

یا یہ شعر
بوے گل - نالۂ دل - دود چراغ محفل
جو تری بزم سے نکلا وہ پریشان نکلا

اس کا پہلا مصرع پہلے یون تہا۔

عشرت ایجاد چہ بوے گل و کو دود چراغ
جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

یہ تو ہی اُن اشعار کا حال جن مین کہین کہین پورے پورے مصرعون کو بدل دیا ہی اور کہین اس سے بھی زیادہ تصرف کیا ہی مگر اس سے بھی زیادہ وہ اشعار ہین جن مین صرف ایک ایک دو دو لفظ بدلے ہین اور باقی جیسے پہلے تھے ویسے ہی مروجہ دیوان مین ہین۔ اُن کی مثال کے لئے کہان تک اشعار پیش کئے جائین بہت سے ہین مگر وہ اشعار جن کے خط و خال بھی نہین پہچانے جاتے کم ہین۔ اور نہ پہچانے جانے کی خاص وجہ یہ ہے کہ اُن مین الفاظ کا تغیر معمولی نہین ہی بلکہ لفظ بھی بدل دیے ہین زمین شعر بھی بدل دی ہی کہین بحر بھی بدل دی ہی اور تہوڑا بہت خیال مین بھی تصرف کیا ہی مثال کے طور پر اس شعر کو لیجیے ؎

نہین ذریعہ راحت جراحت پیکان
وہ زخم تیغ ہے جس کو کہ دلکشا کہیے

پہلے یہ خیال اس صورت مین تہا۔

جس قدر جگر خون ہو کوچہ دادن گل ہی
زخم تیغ قاتل کو طرفہ دل کشا پایا

یا یہ شعر ؎
پر تو خور سے ہی شبنم کو فنا کی تعلیم — ہم بھی ہین ایک عنایت کی نظر ہونے تک

پہلے ایک جگہ اسی مضمون کو یون کہا تہا ؎
خور شبنم آشنا نہ ہوا ورنہ مین اسد — سرتا پا گزارش ذوق سجود تہا

یا یہ دو شعر ؎

ثابت ہوا ہے گردن مینا پہ خون خلق	لرزے ہے موج مے تری رفتار دیکھ کر
ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشے مین ہے	آبگینہ تندیٔ صہبا سے پگھلا جائے ہے

پہلے شعر مین صرف لرزش موج کا خیال ہے اور دوسرے مین آبگینۂ صہبا گداز کا بیان ہے مگر دونون کو ایک شعر مین پہلے یون کہا تھا۔

ہجوم فکر سے دل مثل موج لرزے ہے
کہ شیشہ نازک و صہباے آبگینہ گداز

بعض ایسے شعر بھی ہین جو کہے گئے ہین ایک دوسرے کی مدد سے اور یکے بعد دیگرے ہین مگر وہ دونون انتخاب ہو کر مطبوعہ دیوان مین آگئے ہین جیسے یہ شعر ؎

مری تعمیر مین مضمر ہے اک صورت خرابی کی	ہیولیٰ برق خرمن کا ہے خون گرم دہقان کا
کارگاہ ہستی مین لالہ داغ سامان ہے	برق خرمن راحت خون گرم دہقان ہے

یا یہ شعر ؎

بیان کیا کیجیے بیداد کاوش ہاے مژگان کا	کہ ہر اک قطرۂ خون دانہ ہے تسبیح مرجان کا
ودیعت خانۂ بیداد کاوش ہاے مژگان ہون	نگین نام دلبر ہے مرا ہر قطرہ خون تن مین

دونون شعر ظاہرا شاید کسیکو جدا معلوم ہون مگر معترض خون کے قطرون کی تشبیہ کو دیکھے گا تو اچھی طرح سمجھ لے گا کہ کاوش مژہ نے ایک کو نگین بنایا ہے اور ایک کو مرجان اور نگین و مرجان مین کچھ بڑا فرق نہین ہے۔ رہے وہ شعر جو سہل ہین اور ان کی شرح کی ضرورت نہین ہے ان کی مثال مین یہ اشعار پیش کیے جا سکتے ہین مگر اس قسم کے شعر صرف برائے نام ہین۔

ظلم کرنا گداے عاشق پر	نہین شاہان حسن کا دستور
دوستو مجھ ستم رسیدہ سے	دشمنی ہے وصال کا مذکور
شیخ جی کعبہ کا جانا معلوم	آپ مسجد مین گدھا باندھتے ہین

پھر بجاے نامہ لگائی بر لب پیک نامہ رسان
قاتل تمکین سنج نے یون خاموشی کا پیغام کیا

اسی طرح ان اشعار کی تعداد بھی بہت کم سمجھنا چاہیے جو بے حد سہل ہین مثالاً

نہ پوچھ حال شب و روز ہجر کا غالبؔ | خیال زلف و رُخ دوست صبح و شام رہا
لگے ہے رنگ سر پا یار کے دست نگارین سے | بجائے زخم گل ہر گوشۂ دستار ہو پیدا

جاتا ہون جدھر سب کی اُٹھے ہے اُدھر انگشت
یکدست جہان مجھ سے پھر ا ہو مگر انگشت

بعید الفہم اشعار سے تو دیوان ہی بھرا ہوا ہے اُن کا گنانا نہ گنانا سب برابر ہے اُنمین سے اس قسم کے اشعار پیش کرنا بھی بے سود ہے جو کسی طرح سمجھ مین نہین آتے کیونکہ میرا عذر رنا فہمی اپنی کوتاہی ادراک کے مطابق ہوگا - یا اُن لوگون کے موافق کہ جن سے مین نے بعض اشعار کے معنی مین مشورہ کیا - سو اس کے لئے یہ تو ضروری ہی نہین کہ تمام دنیا مجھی سی ہو جائے ممکن ہے کہ اور لوگ سمجھ لین اور ان کی قوت ادراک وہان تک پہنچ سکے جہان تک مین نہین پہونچا -

معنوی حیثیت سے دیکھئے تو غیر مطبوعہ دیوان غالب مین بقول مصنف کے ایسے اشعار بہت زیادہ ہین جن کی بنیاد دین خیالی مضامین پر رکھی ہوئی ہین اور جو واقعات سے کوسون دور ہین مثال کے طور پر بعض اشعار ملاحظہ فرمائیے -

کہنا یہ ہو کہ لالہ کا پھول ایک مسافر ہے جس کو بہار فرصت ہستی کی کمی کا راز معلوم ہو اور وہ دنیا کی بے بقائی کو خوب جانتا ہے اسواسطے وہ راہ مین کسی جگہ فردکش ہونا اور قیام کرنا بالکل بیکار اور غیر ضروری سمجھتا ہے - اور عیش و سرور کو صرف اتنا ہی مدنظر رکھتا ہو کہ محمل کے اوپر ہی ایک جام بادہ پی لیتا ہے اور رخصت ہو جاتا ہے محمل وہی شاخ ہے جس پر پھول کھلتا ہے اور جام بادہ پھول کے لئے خود اس کا وجود ہے - اس مضمون کو اس طرح کہا ہے -

ہوئی جس کو بہار فرصت ہستی سے آگاہی
برنگ لالہ جام بادہ بر محمل پسند آیا

یا وہی شعر جسکی شرح مین پہلے لکھ چکا ہون -

خاکبازی امید کارخانۂ طفلی
یاس کو دو عالم سے لب بخندہ وا پایا

راہ خوابیدہ یعنی وہ راستہ جو کم چلتا ہے ایک درس آگاہی کے لئے گردنکش تھی مگر

میرا نقش قدم زمین کے لئے ایک سیلی استاد کا کام دے گیا۔

رہ خوابیدہ تھی گردنکش یک درس آگاہی
زمین کو سیلی اُستاد ہے نقش قدم میرا

فصل بہار کی تاثیر سے آتش کا رنگ بدل گیا ہو لہذا شمع اپنے پاؤن کا کانٹا چراغ گل لیکر ڈھونڈھ رہی ہے۔ چراغ گل اسی شعلہ کو کہا ہے جو شمع مین موجود ہوتا ہی۔

زبس آتش نے فصل رنگ مین رنگ دگر پایا
چراغ گل سے ڈھونڈے ہے چمن مین شمع خار پا

ہوائے صبح گل کی گریبان چاکی کے سبب سے پریشان ہو لہذا اگر تجکو بھی غمخواری کرکے میرا حال دریافت کرنا ہے تو وہان زخم پیدا کرکے مجھ سے حال دریافت کرا سکے بغیر میرا دریافت حال ناممکن ہی کہتے ہین کہ

ہوائے صبح یک عالم گریبان چاکی گل ہو
دہان زخم پیدا کر اگر کھاتا ہے غم میرا

اسی قسم کے سیکڑون اشعار ہین جنکی بنا صرف خیال پر ہے انھین مین بعض شعر واقعاتی بھی شامل ہین مگر استعارے اور تشبیہین اتنی بھری ہوئی ہین کہ انھون نے ہر شعر کو الجھا دیا ہے اسی استعارہ در استعارہ اور تشبیہ در تشبیہ کا یہ عالم ہو کہ شعر کے سلجھانے اور سمجھنے مین پوری پوری قوت صرف کرنا پڑتی ہے اسیر بھی جہان نامانوس ترکیبون کا جال بچھا دیا ہے وہان تو شارح کا دماغ صید رم خوردہ بن جاتا ہے یا حلقون مین پھنس کر رہ جاتا ہو اور گھنٹون اس فکر مین رہنا پڑتا ہو کہ کس طرح اس دام خم بخم سے اپنے آپ کو نجات دی جائے۔ اور کیونکر ان اُلجھے ہوے پھندون سے نکلا جائے۔

بعض ترکیبین ایسی بھی ہین جو حرف مشدد کا کام دے رہی ہین ادہر بھی انکے معنی لگتے ہین اور اُدہر بھی۔ یون بھی معنی پیدا ہوتے ہین اور یون بھی وہان بھی عجیب وغریب کشمکش کا عالم پیدا ہو جاتا ہے اور شارح کے واسطے مشکلات کے سیکڑون دروازے کھل جاتے ہین۔ جہت ترجیح کو معین کرنا تو کجا معنی لکھنا اور کسی مطلب کا بیان کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ مثلاً

نہ بھولا اضطرابِ دم شماری انتظار اپنا
کہ آخر شیشۂ ساعت کے کام آیا غبار اپنا

اسکے دو معنی پیدا ہوتے ہین یا میرا اضطراب دم شماری کبھی اپنے انتظار کو بھول سکا یا میرا انتظار اضطراب دم شماری کو نہین بھولا - یا

بت پرستی ہے بہار نقشبندیہاے دہر
ہر صریر خامہ مین یک نالۂ ناقوس تھا

اس مین بھی دو صورتین ہین - بہار نقشبندیہاے دہر بت پرستی ہے یا بت پرستی سے بہار نقشبندی دہر پیدا ہوتی ہے - اس شعر مین اگرچہ مصرع ثانی ایک جہت معنی کو مرجح قرار دیدیتا ہے مگر ہر شعر اور ہر مصرع مین یہ صورت نہین ہے اور انتخاب کی زحمت کی جاے تو اس قسم کے اشعار کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

یہ مشکلین تھین جو مرزا کے اس کلام غیر مطبوعہ کی شرح مین حایل تھین - مگر پھر بھی - ع

شوق در ہر دل کہ باشد رہبرش در کار نیست

مین برابر اس کی تگ و دو مین لگا رہا - اور مدتون تک گاہ و بیگاہ اس سلسلہ کو جاری رکھا پھر بھی کوئی خاص ارادہ اس کے طبع کرنے کا نہ تھا مگر ع

مردے از غیب برون آید و کارے بکند

اتفاق وقت کہ میری لکھی ہوئی شرح دیوان غالب جو صدیق بکڈپو مین طبع ہوئی ہے ختم ہوگئی اور ارادہ ہوا کہ اس کو دوبارہ طبع کیا جاے۔ مولانا محمد صدیق صاحب مالک صدیق بکڈپو نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اس مین اگر غالب کے وہ اشعار بھی شامل کر دیے جائین جو اگرچہ طبع ہو گئے ہین مگر مطبوعہ دیوان مین شامل نہ ہونے کی وجہ سے اب تک منظر عام پر نہین آے ہین تو شرح مکمل ہو جاے۔ مین نے بھی اس راے مین کوئی خرابی نہ دیکھتے ہوے قبول کر لیا اور ارادہ کیا کہ بعض ایسے اشعار کا شرح مین اضافہ کر دیا جاے جو اس دیوان کے اشعار سے ملتے جلتے ہون - اور جو بے تکلف کھپ جائین - ارادہ ابھی معرض التوا مین تھا اور دماغ ہنوز اس فکر مین سرگرم کار تھا کہ مولانا کو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر

عظمت الٰہی سلونوی اڈیٹر اخبار قیامت کے پاس ایک بیاض ہے جو انکو بالکل غیر متوقع طور پر کسی جگہ سے ہاتھ لگ گئی ہے۔ اس مین پندرہ بیس غزلین ایسی ہین جو اس دیوان مین بھی نہین ہین جو حمیدیہ نسخہ کے نام سے موسوم ہے مولانا نے نہایت عجلت کے ساتھ ڈاکٹر صاحب سے مل کر اس بات کو معلوم کر لیا کہ جو کچھ سنا ہے وہ صحیح ہے مین نے خود بھی اس بیاض کو ڈاکٹر صاحب کے پاس دیکھا تھا مگر کبھی اس کے حاصل کرنے کا اس واسطے خیال نہین آیا تہا کہ وہ خود اس کے طبع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اور اس کا کبھی کبھی مجھ سے ذکر بھی کیا تہا۔ مگر مولانا صدیق صاحب نے کوشش بلیغ کر کے اس بیاض کو حاصل کر لیا۔ اور اب مین نے اپنے پہلے ارادہ کو بدل کر یہ ارادہ کیا کہ اس کلام غیر مطبوعہ کے ساتھ اس بیاض کی غزلون کو بھی شریک کر دیا جاے گا تو اُن کی شرح کی ایک خاصی ضخیم کتاب ہو جاے گی۔ اسی خیال پر کار بند ہو کر خدا کا نام لیکر مین نے شرح لکھنا شروع کر دی۔

شرح کس انداز پر لکھی ہے اس کی توضیح تو آخر مضمون مین لکھون گا پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس بیاض کے متعلق مفصل طریق پر کچھ لکھ دیا جاوے۔

یہ بیاض مکمل نہین معلوم ہوتی اس لئے کہ اس مین صرف ایک جزو ہے اسی سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی ضخیم بیاض سے کسی صورت سے جدا ہو گیا ہے۔ اس کی دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ یہ جزو جزو اول ہے۔ بلکہ یہ ایک کشکول کا ابتدائی حصہ ہے کیونکہ اس مین غالب کے اشعار کے علاوہ دوسرے اساتذہ کے بھی بعض شعر ہین اور آخر مین کچھ نسخے کچھ تعویذ وغیرہ بھی ہین غزلون کی ترتیب بھی اس صورت سے ہے کہ اول مین مرزا کی غزلین ہین اور آخر مین دوسرے لوگون کی اُن مین بھی بعض غزلین ملی جلی ہین۔

یہ بیاض قدیم زمانہ کی روش کے مطابق تمام وکمال ایک ہی خط مین لکھی ہوئی ہے اور ایک ہی کاغذ و روشنائی ہے اسی وجہ سے یہ بات آسانی سے سمجھ مین آجاتی ہے کہ کسی دوسری جگہ سے اس بیاض پر غزلین وغیرہ نقل کی ہین

میرے خیال مین کم از کم ساٹھ ستر برس ادھر کی نہین تو چالیس پچاس برس ادھر کی لکھی ہوئی ضرور ہو اس کا کاغذ ہی قدیم ہے - طرز تحریر جلد کیفین تمام تر قدیم وضع پر ہین -

آب رسیدہ ہو اور اسی وجہ سے بعض جگہ سیاہی پھیل گئی ہے اور بعض مصرعے نہین پڑھے جاتے بوسیدہ تو نہین ہے مگر کرم خوردہ ہو - کہین کہین زمانہ کے امتداد کی وجہ سے اتنی فرسودہ ہوگئی ہو کہ بعض مصرعے غائب ہین یا نہین پڑھے جاتے - حاشیہ پر چوہون کے دانتون کی دست درازیان بھی ہوئی ہین اور اُن سے بھی اچھا خاصہ ایک گلکاری کا منظر پیش ہوگیا ہے -

اس کے پہلے صفحہ پر ایک عبارت درج ہے - جو بجنسہ دوسری جگہ آپ ملاحظہ فرمائین گے - اس مین درج ہے کہ کوئی صاحب شاکر تھے ان کو مرزا نے وقت بے وقت رام پور مین یہ غزلین لکھوائین اور وہ ان کے پاس ہین ان کا خیال تہا کہ جب دیوان طبع ہوگا تو یہ غزلین بھی اس مین شریک کردی جاوین گی مگر نہ معلوم کیا اسباب پیش آئے کہ یہ ارادہ پورا نہ ہوسکا اور وہ غزلین شریک دیوان نہ ہوئین -

تعجب اس بات کا ہے کہ مرزا کے دوستون مین ایک شخص مولوی عبدالرزاق شاکر ضرور تھے مگر اور کوئی شاکر بظاہر ان کے دوست نہ تھے اور ان شاکر کا یہانتک آنا ذرا دشوار تہا - مگر یہ صرف میرا خیال ہے ممکن ہے کہ وہی شاکر کبھی رام پور آئے ہون کیونکر لکھنے والے صاحب رام پوری نہین ہین بلکہ شاہجہان آبادی ہین -

بہرصورت زمانہ کے امتداد نے اب اس بات پر ایک پردہ ڈال دیا ہو اور یہ معلوم ہونا دشوار معلوم ہوتا ہے کہ بیاض کے جمع کرنے والے کون صاحب تھے مگر جہان تک میرا خیال ہے یہ بیاض اس اصلی بیاض کی نقل ہو اصل نہین ہو -

اس بیاض مین اٹھائیس غزلین مرزا کی ہین اُن اٹھائیس مین دو غزلین وہ ہین جو مطبوعہ موجود ہین ایک یہ کہ

بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے
غلام ساقی کوثر ہون مجکو غم کیا ہے

گر یہ مطلع نہیں ہے بلکہ دوسرا یہ مطلع ہے ؎

رقیب پر ہو اگر لطف تو ستم کیا ہے
تمھاری طرز روش جانتے ہیں ہم کیا ہے

یہ غزل دیوان مطبوعہ میں موجود ہے دوسری غزل یہ ہے ؎

میں ہوں مشتاق جفا مجھ پہ جفا اور سہی
تم ہو بیداد سے خوش اس سے سوا اور سہی

یہ غزل مطبوعہ دیوان غالب میں تو نہیں ہے مگر اردوے معلی میں موجود ہے اور نواب علاءالدین خان علائی تخلص کے لئے لکھی ہے ۔ چنانچہ مقطع میں لکھتے ہیں ؎

مجھ سے غالب یہ علائی نے غزل لکھوائی
ایک بیداد گر رنج فزا اور سہی

اس کے علاوہ چکنی ڈلی کی تعریف میں یہ قطعہ جو مرزا نے کسی دوست کی فرمائش سے کلکتہ میں لکھا تھا بھی موجود ہے ۔

ہے جو صاحب کے کف دست پہ یہ چکنی ڈلی
زیب دیتا ہے اسے جسقدر اچھا کہیئے

یہ وہ غزلیں ہیں جو مطبوعہ موجود ہیں اور اس بیاض میں بھی پائی جاتی ہیں ۔ یہ خیال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ ان غزلوں کے اس بیاض میں موجود ہونے کی کوئی خاص وجہ نہیں ہے مگر اس خیال سے ایک قسم کی تسکین ہو جاتی ہے کہ ممکن ہے مرزا نے یادداشت کے طور پر لکھا دی ہوں اور یہی سبب ہو کہ جس وجہ سے یہ اصل دیوان میں بھی موجود نہیں ہیں ۔ ایک غزل کا ایک مطلع صرف بیاض میں ہے اور ایک نہیں ۔ کم کیا ہے اور ہم کیا ہے والی غزل کا یہ پہلا مطلع

بہت ہو غم گیتی شراب کم کیا ہے
غلام ساقی کوثر ہوں مجکو غم کیا ہے

ممکن ہے کہ یہ غزل مرزا کو یاد ہو اور انہوں نے اپنی یاد کی بنا پر مطبوعہ دیوان میں لکھوا کر ایک مطلع اور زیادہ کہہ لیا ہو ۔

باقی تمام غزلین وہ ہین کہ جن کا کوئی شعر نہ مطبوعہ دیوان غالب مین ہے اور نہ غیر مطبوعہ مین اور اس کے متعلق کہین سے کوئی پتہ چلتا ہے۔ البتہ شرح لکھتے وقت بعض اشعار کی نسبت بعض لوگون نے کہا کہ یہ ہم نے پہلے بھی سُنے تھے۔

مین نے اس بیاض کو بعض ادیبون کو دکھا کر چاہا کہ اُن کی راے بھی حاصل کر لی جاے اور اس لئے سب سے پہلے اپنے معزز اور معتمد دوست مولانا نیاز فتحپوری کی خدمت مین یہ بیاض پیش کی جس مین سے انہون نے اکثر غزلون کو بطور انتخاب چُن لیا اور رسالہ نگار ماہ فروری سنہ ۳۲ء مین اُس پر اپنی راے کا اس طرح اظہار فرما کر وہ انتخاب شائع کیا۔

"اس وقت غالب کے اُردو کلام کے دو مجموعے ملک مین نظر آتے ہین ایک وہ عام اور متداول نسخہ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ مولانا فضل حق خیرآبادی کے مشورے سے غالب نے مرتب کیا تھا اور جسمین سے زیادہ ثقیل اور دشوار اشعار نکال دیئے تھے۔ دوسرا وہ جو نسخہ حمیدیہ کے نام سے معروف ہی اور جس کو ڈاکٹر بجنوری مرحوم نے کتب خانہ بھوپال کے ایک قدیم نسخے کے موافق مرتب کیا اور انجمن ترقی اُردو نے شائع کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نسخہ مین تمام وہ اشعار موجود ہین جنکے حذف کرنے کے بعد متداول نسخہ مرتب کیا گیا تھا۔

چونکہ کتب خانہ بھوپال کا نسخہ جس کے مطابق نسخہ حمیدیہ شائع کیا گیا ہے وہ ہے جسے خود غالب نے نواب بھوپال کے پاس خدمت و اصلاح کے بعد روانہ کیا تھا۔ اس لئے خیال کیا جاتا تھا کہ اب کوئی حصہ کلام غالب کا ایسا نہین ہی جو شائع ہونے سے رہ گیا ہو لیکن حال ہی مین ایک قلمی بیاض صدیق بکڈپو لکھنؤ کو ایسی دستیاب ہوئی ہی جس مین متعدد غزلین غالب کی ایسی درج ہین جو نہ متداول نسخے مین پائی جاتی ہین نہ نسخہ حمیدیہ مین۔ اب یہان دو سوال پیدا ہوتے ہین ایک یہ کہ یہ غزلین واقعی غالب کی ہین یا نہین اور دوسرا

یہ کہ اگر غالب ہی کی ہین تو اس نسخے مین کیون نہین پائی جاتین جو بھوپال بھیجا گیا تھا۔ امر اول کے متعلق گفتگو فضول ہے کیونکہ غالب کا رنگ سخن ایسا نہین جو چھپا رہے اور جسپر دورائین قائم ہو سکین رہ گیا امر ثانی سو یہ ہو سکتا ہے کہ بھوپال والے نسخہ کی ترتیب کے بعد غالب نے اور غزلین کہی ہون اور اُن مین سے بعض کسی نے اس بیاض مین نقل کر لی ہون۔ یا پھر یہ وہ غزلین ہون جو مختلف اوقات مین غالب نے بغیر مسودہ رکھے ہوے کسی کو سنائی ہون اور اُسنے محفوظ کر لیا ہو۔

بہرحال بیاض زیر بحث مین جتنی غزلین پائی جاتی ہین وہ یقیناً غالب کی ہین جیسا کہ اقتباس ذیل سے ظاہر ہوگا۔ معلوم ہوا ہے کہ صدیق بکڈپو ان کو معہ انکی شرح کے علیحدہ یا دیوان غالب کے ساتھ ہی شایع کرانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

نیاز

اسی طرح اپنے قابل دوست اور فاضل نقاد مولانا احمد صدیق صاحب مجنون گورکھپوری اڈیٹر ایوان کو بھی یہ بیاض مین نے دکھائی۔ انہون نے بھی بعض غزلون کا انتخاب شائع کرکے یہ رائے دی ہے۔ وہ رسالہ ایوان جنوری ۳۱ء مین تحریر فرماتے ہین۔

غالب کا غیر مطبوعہ کلام

ابھی کچھ بہت عرصہ نہین گزرا جب کہ چند گنی ہوئی غزلونکو دیوان غالب کا نام دیا جاتا تھا اور غالب کے پوجنے والے انہین کو غنیمت سمجھ رہے تھے اس کے بعد نسخہ حمیدیہ شائع ہوا اور لوگون نے دیکھ لیا کہ یہ الہامی کتاب در اصل کتنی ضخیم اور کتنی ادق ہے۔ خیال کیا یقین تھا کہ غالب کا سارا سرمایہ سخن اب اس سے زیادہ نہوگا۔ مین نے بھی یہی سمجھ کر نسخہ حمیدیہ کا مطالعہ کیا تھا۔ لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی

جبکہ مین ابھی پچھلے ہفتہ لکھنؤ گیا اور اپنے مکرم دوست جناب مولانا عبدالباری آسی کے پاس ایک قلمی بیاض دیکھی جس مین علاوہ اور شعرا کے غالب کی بھی چند غزلین ہین - اُن مین ایک یا دو تو ایسی ہین جو نسخہ حمیدیہ اور دیوان غالب متداول دونون مین موجود ہین باقی سب غیر مطبوعہ ہین - بیاض یقیناً اب سے چالیس پچاس سال پہلے کی لکھی ہوئی ہے - کوئی شاکر شاہجہان آبادی تھے جو غالب کے ہمعصر تھے - اور جس زمانہ مین غالب رام پور مین مقیم تھے یہ بھی وہین موجود تھے - یہ بیاض انھین شاکر شاہجہان آبادی کی بیاض کی نقل ہو - غالب نے وقتاً فوقتاً شاکر کو یہ غزلین لکھوائی تھین طے یہ تھا کہ جب غالب ان غزلون کو طلب کرین گے تو شاکر ان کو بھیجدین گے اور وہ دیوان مین شامل کرلی جاوین گی - لیکن معلوم ہوتا ہو کہ اس کی نوبت نہین آئی - اور یہ غزلین کسی نسخہ مین درج نہو سکین -

یہ غزلین واقعی غالب کی ہین یا نہین اس کا ثبوت یون تو ایک یہ بھی ہو کہ ان مین ایک یا دو غزلین ایسی بھی ہین جو غالب کے مطبوعہ دیوان مین موجود ہین لیکن اگر اس دلیل سے بر طرف ہوکر صرف رنگ کلام کو دیکھا جاوے تو بھی کہنا پڑتا ہو کہ یہ غزلین غالب کی ہین - وہی بندش الفاظ وہی اختصار و بلاغت وہی دقت نظر وہی شاعرانہ جلال جس نے غالب کو غالب بنا دیا ہے - ان غزلون کی امتیازی شان ہو -

یہ غزلین قطعاً غالب کے درمیانی دور کی ہین - جب کہ انہین توازن اور اعتدال آچکا تھا - اور جبکہ اُن کے بہکنے مین دوسرون کو بھی مزا آنے لگا تھا - یعنی جبکہ اُن کی پیچیدہ خیالی اور مشکل بیانی مین سلاست اور شستگی رونما ہو چلی تھی - چار غزلین یہان درج کی جاتی ہین جن مین سے ایک [illegible] کے ساتھ کی ہو

جس کا ایک مشہور شعر یہ ہے ؎

ایک ہم ہیں کہ ہوئے ایسے پشیمان کہ بس
ایک وہ ہیں کہ جنھیں چاہ کے ارماں ہونگے

کچھ عرصہ سے نکتہ چین اور عیب بین نگاہیں غالب کو طرح طرح بے نقاب کرتی رہی ہیں اور غالب کا بُت توڑنے کی مسلسل کوشش ہوتی رہی ہے لیکن غالب ابھی غالب ہے۔ اور اُس کا بُت اپنی جگہ اسی طرح قائم ہے اور پوجنے والے اُس کو اسی طرح پوجتے ہیں امید ہے یہ غزلیں بھی تبرکاتِ غالب سمجھی جاوینگی اور اُن کی قدر کی جائے گی۔

مجنوں گورکھپوری
۲۲ر جنوری ۱۹۳۱ء

ان دونوں موقر اور با اثر ہستیوں کی رائے سے قطع نظر کرکے ان غزلوں کو جب غالب کے رنگ خاص کی روشنی میں لایا جاتا ہے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ غالب کے سوا کسی اور دماغ سے نکل ہی نہیں سکتیں۔ امتیاز کے لئے چند شعر ملاحظہ فرمائیے ؎

مستقل مرکزِ غم پر بھی نہیں تھے ورنہ
ہم کو اندازۂ آئین وفا ہو جاتا

عشق کی کشاکش ایک مستقل کشاکش ہے اس کے غم و مسرت کا کوئی اعتبار ہی نہیں۔ امید کی ایک جھلک دکھائی دیتی ہے اور وہ دل میں لاکھوں ارمانوں ہزاروں تمناؤں کے انبار لگا دیتی ہے اور اس کے بعد ہی یاس کا سیلاب آتا ہے وہ اُن تمام ارمانوں کو خس و خاشاک یا ساحل کی طرح بہالے جاتا ہے اور پھر نہ معلوم کس کس طرح منتشر کر دیتا ہے۔ اسی حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے شاعر نے کہا ہے کہ اگر ہم ہمیشہ غم ہی کے مرکز پر رہتے تب بھی اتنا غم نہ تھا۔ ہم کو بہت کم اس سے یہ فائدہ ہوتا کہ ہم سمجھ لیتے کہ اس قدر غم اٹھانا ہیں اور اتنی وفا کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر ستم یہ ہوا کہ ہم غم میں بھی ایک حالت پر نہیں رہے کبھی

غم کم ہوا اور کبھی زیادہ ہوا اور اس سے ہم کو یہ نقصان پہونچا کہ آئین وفا کا پورا پورا اندازہ نہ کر سکے۔ اللہ اکبر ذرا اس مایوسی آمیز تمنا کو دیکھیے کیا کوئی شخص غالب کے سوا ایسے شعر کہہ سکتا ہے۔

دشت وحشت مین نہ پایا کسی صورت سے سراغ
گرد جولان جنون تک نے پکارا ہم کو

یہ نازک خیالی ممکن ہی نہین کہ غالب کے سوا اور کسی کے یہان پائی جائے۔ ع

گرد جولان جنون تک نے پکارا ہم کو

ایک ایسا مصرع ہے جس کو کڑی کمان کا تیر کہہ سکتے ہین جس پر سیکڑون مضمون آفرینیان اور شوکت الفاظ قربان ہین۔

قاعدہ ہے کہ گرد جولان جنون ساتھ ساتھ ہی رہتی ہے مگر اس جنون کے حدود کو دیکھیے جس مین وحشی کا پتہ گرد جولان جنون کو بھی نہ ملے۔

سایہ سان افتادگی تھی عجز بسمل کی دلیل
اے اسد زور آزما بازوے قاتل کیا ہوا

قاتل بے رحم نے جو تکلیف گوارا کی کہ ایک بسمل کے قتل کے لئے زور آزمائی کی یہ زیادتی اور فضول کام تھا اس کی افتادگی کو دیکھنا چاہیے تھا۔ اور اسی سے اس کے عجز کا پتہ چلانا چاہیے تھا۔ تاکہ اس کو اس زحمت بیجا کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔

چونکہ شرح کرنے مین ایک تطویل لاطائل کا اندیشہ ہے اس لئے مین صرف ان اشعار کا انتخاب پیش کرکے اپنے اور ناظرین کے وقت کو بچانا چاہتا ہون۔ مگر اتنا ضرور ہو کہ مین اس مین یہ خیال رکھون گا کہ ہر قسم کے کلام کا نمونہ علیحدہ علیحدہ پیش کرون۔

ہر طرح جو نازش سرمایۂ کونین تھا
کیا بتاؤن ہم نوا تجھ سے کہ وہ دل کیا ہوا

نسیم مصر جب کنعان مین بوئے پیرہن لائی
پئے یعقوب ساتھ اپنے نوید جان و تن لائی
وقار ماتم شب زندہ دار ہجر رکھنا تھا
سپیدی صبح غم کی دوش پر رکھ کر کفن لائی
وفا دامن کش پیرایۂ ہستی ہے اے غالب
کہ پھر نزہت گہ غربت سے تا حد وطن لائی

وہ رنگ ملاحظہ فرمایئے جو غالب کے لئے سرمایۂ نازش ہے۔

نمائش پردہ دار طرز بیداد تغافل ہے
تسلی جان بلبل کے لئے خندیدن گل ہے
نمود عالم اسباب کیا ہے لفظ بے معنی
کہ ہستی کی طرح مجکو عدم مین بھی تامل ہے

اس شعر مین وہی پیش افتادہ بات ہے جو دیکھنے والون نے ہزارون شعرون مین دیکھی ہو گی۔ دنیا کی بے ثباتی کا ایک فلسفہ عام ہے جسے سب جانتے ہین مگر مرزا نے اپنا استدلال منطقی پیش کر کے اُسے بالکل الگ کر لیا ہے مطلب یہ ہے۔ دنیا کی نمایش ایسی ہے جیسے ایک لفظ ہو جس کے کوئی معنی نہین ہین۔ پھر جب کوئی معنی نہین ہین تو معلوم ہوا کہ وہ ایک لفظ بے معنی ہے پھر جب بے معنی ہے تو اصل مین کچھ بھی نہ رہا ایک نمایش ہی نمایش رہ گئی۔ پھر جب ایک چیز اصل ہی مین کچھ نہین ہے اور جب اس کی ہستی ہی نہین ہے تو پھر عدم کا جھگڑا کیا اب سمجھئے

کہ ہستی کی طرح مجکو عدم مین بھی تامل ہے

پہلے شعر مین خندۂ گل کو چراغ سے تشبیہ دیتے ہین اور اس صفائی سے تشبیہ دیتے ہین کہ ہر معمولی غور کرنے والا بھی یہ سمجھے گا کہ یہ غالب ہی کا رنگ ہے۔

بدتر از ویرانہ ہے فصل خزان مین صحن باغ خانۂ بلبل بغیر از خندۂ گل بے چراغ

یا یہ شعر ؎

ہان بغیر از خواب مرگ آسودگی ممکن نہین
رخت ہستی باندھ تا حاصل ہو دنیا سے فراغ
شور طوفان بلا ہی خندہ بے اختیار
کیا ہی گل کی بے زبانی کیا ہی یہ لالہ کا داغ

صاف رنگ دیکھئے اور فیصلہ کیجئے کہ غالب کے سہل ممتنع اشعار سے انکا درجہ کیا کم ہے ؎

درد ہو دل مین تو دوا کیجے
دل ہی جب درد ہو تو کیا کیجے
ہم کو فریاد کرنی آتی ہے
آپ سنتے نہین تو کیا کیجے
دشمنی ہو چکی بقدر وفا
اب حق دوستی ادا کیجے

بعض غزلین اس مین اُن زمینون مین بھی ہین جو مرزا کے معاصرین کے یہان پائی جاتی ہین۔ چنانچہ حکیم مومن خان صاحب کی یہ مشہور و معروف غزل ؎

ناوک انداز جدہر دیدۂ جانان ہونگے
نیم بسمل کئی ہون گے کئی بیجان ہونگے

حقیقت یہ ہے کہ مومن نے اس غزل مین بعض بعض شعر ہمت شکن کہے ہین چنانچہ ان کا یہ مقطع ؎

عمر ساری تو کٹی عشق بتان میں مومن
آخری وقت مین کیا خاک مسلمان ہونگے

ایسا ہے کہ اس کا جواب ہونا دشوار ہی مگر مرزا نے بھی مقطع اپنے خاص انداز مین کہا ہی اور کیا خوب کہا ہے ؎

موت پھر زیست نہ ہو جائے یہ ڈر ہے غالب
وہ مری قبر پہ انگشت بدنداں ہوں گے

اور ایک شعر اپنے رنگ خاص میں کہا ہے ؎

حسن بے پروا گرفتار خود آرائی نہ ہو
گر کمیں گاہ نظر میں دل تماشائی نہ ہو

اس قدر اشعار نمونہ کلام کے لئے کم نہیں ہیں کہ اور زیادہ جمع کی جائے پوری کتاب ہے اُس میں تمام غزلیں معہ شرح کے ہیں۔ دیکھنے والے آپ ہی دیکھیں گے اور اندازہ کریں گے مگر غالباً اس قدر کاوش کے بعد مجھے یہ کہنے کا حق ہے کہ یہ غزلیں یقیناً مرزا ہی کی ہیں۔ جو ان کی اس زمانہ کی کاوش فکر کا نتیجہ ہیں۔ جب وہ بیدل اور شوکت و جلال و اسیر کے رنگ کو چھوڑ چکے تھے اور ان کی قوت فکر سیدھی راہ پر آگئی تھی۔ جب ان کو خیالی مضامین کی جگہ واقعاتی اور جذباتی رنگ سے زیادہ لگاؤ ہو چلا تھا۔

یہ بات اب بھی رہی جاتی ہے کہ یہ غزلیں کہاں اور کیونکر ہم تک پہنچی ہیں سو اس کے بارے میں جو کچھ میں پہلے لکھ چکا ہوں وہ کافی ہے اور اصل تو یہ ہے کہ جب ہم سمجھ چکے ہیں کہ یہ کلام مرزا کے کلام کے سوا اور کسی کا ہو ہی نہیں سکتا تو پھر کسی اور کاوش کی ضرورت ہی کیا ہے کہیں سے ہم تک پہنچا ہو اور کسی طرح پہنچا ہو بہر صورت کلام اُن کا ہے۔ شاکر اُن کے دوست مولوی عبدالرزاق تھے خدا معلوم یہ وہی ہیں یا اور کوئی

اُن کی دو غزلیں۔ ایک یہ کہ ؎

ل بتائیں ہم تمھارے عارض و کاکل کو کیا سمجھے

اور ایک یہ کہ ؎

یا مجھے شبنم گریاں ہی بنایا ہوتا
ورنہ یا رب گل خنداں ہی بنایا ہوتا

اس بیاض میں پائی جاتی ہیں مگر ان میں سے دوسری غزل نواب الٰہی بخش خاں معروف کے نام سے بھی ملتی ہے اور پہلی غزل غالب کے نام سے کسی

رسالے مین شایع ہو چکی ہے - دوسری غزل کو مین کبھی درج نہ کرتا اگر وہ مجھے ایک اور بیاض مین بھی غالب کے نام سے نہ ملتی اگرچہ اس مین بھی آخر مین تخلص معروف ہی کا ہے گر پیشانی پر مرزا کا نام ہے - اس مین بہادر شاہ کی غزل بھی ہو - ممکن ہو کہ مرزا نے اُسی رنگ مین یہ غزل کہی ہو - اور دانستہ دیوان مین نہ لکھی ہو - بہرحال یہ مرزا کے رنگ کے خلاف ہے پہلی غزل ذوق کی نکالی ہوئی زمین مین ہو جو یہ ہے

ترے کوچہ کو ہم بیمار غم دار الشفا سمجھے

اگرچہ اس مین بھی مرزا کا رنگ نہین ہو مگر بہت ممکن ہو کہ مرزا نے ذوق کے رنگ مین کہہ کر ضایع کر دی ہو - اس مین صرف تشبیہات ہین اور کچھ نہین -

میرے پاس جو دوسری بیاض ہو اور جس مین علاوہ ان دو غزلون کے دو غزلین اور بھی اس بیاض کی ملتی ہین وہ بیاض ساٹھ پینسٹھ برس کی لکھی ہوئی ہے - اور اس مین جا بجا تاریخین بھی ہین - اس مین غالب کے علاوہ دوسرے اساتذہ کی غزلین بھی ہین - متفرق لوگون نے اس کو لکھا ہو اور جا بجا تاریخہاے تحریر بھی اس مین درج ہین - مگر اس کے اصل جامع منشی عبد الغفار متخلص بہ اختر الدنی ہین - جن کے اخلاف اب بھی قصبہ الدن مین موجود ہین - یہ بیاض بہت ہی قدیم ہے - دو غزلین مرزا کی ایسی اس مین اور بھی پائی جاتی ہین - جو اس بیاض مین بھی موجود ہین -

مین نے ترتیب شرح مین کوئی خاص تفریق دونون کلامون مین نہین کی ہو - صرف یہ کافی سمجھا ہے کہ اس بیاض کی ہر غزل کے اول مین لفظ غیر مطبوعہ لکھ دیا ہے اور اسی پر اکتفا کی ہے -

شرح کے بارے مین مجھے یہ عرض کرنا باقی رہ گیا ہے کہ اُن وقتون کو جو مین اسی مقدمہ مین لکھ آیا ہون نظر انداز کرنے کے بعد بھی غالب کی غزلین ایسی نہین رہ جاتین کہ آسانی سے اُسپر خامہ فرسائی کی کسی کو ہمت ہو

انھیں بھی غور و فکر کی سخت ضرورت ہو اور میں نے کافی محنت کے بعد معنی بیان کئے ہیں۔ ہاں دو باتیں ضرور مدنظر رہی ہیں۔ ایک یہ کہ بیکار کا طول نہو اور جو کچھ لکھنا ہے وہی لکھوں معانی کو سعدان من لند ہور کی داستان بنا کر داستاں گویوں کا پیرو نہ بنوں۔ دوسرے اکثر ترکیبوں کو اصلی صورت سے شرح میں اس لئے لے آیا ہوں کہ ان کا ترجمہ کرنا صاف مطلب سے دور ہو جاتا ہے لہذا اس کا اظہار صرف اس غرض سے ضروری ہے کہ معترضین حضرات یہ دانے کی زحمت گوارا نہ فرمائیں کہ نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔

میں نے اپنی سمجھ کے موافق اور اپنے ادراک کے مطابق معانی بیان کئے ہیں مگر میں جانتا ہوں کہ میرے کسی فیصلہ سے نقادوں کی مطالب آفرین ذہنیت پر مہر خاموشی نہیں لگ سکتی اور دوسرے معانی بیان کرنے کی گنجایش رہ جاتی ہو کیونکہ اس کلام سے نسبتاً کئی گنا سادہ کلام آسان ہو جو مطبوعہ دیوان غالب میں ہو۔ جب آج تک اُن کے معنی اور مطلب سے اہل ادب مطمئن نہیں ہوسے اور روز نئی نئی کاوشیں جدید شرحوں کی تیاری میں پیش کی جا رہی ہیں تو پھر اس کے مقابلہ پر یہ کلام تو سنگلاخ سے بھی زیادہ ہو اس سے کیونکر دنیا مطمئن ہو گی اور کیونکر صبر کے ساتھ اُن کو سنے گی۔ کسی جدید تصنیف کا انعام اس زمانہ میں یہی ہے کہ لوگ اُسپر جی کھول کر اعتراض کریں اور غریب مصنف دم نہ مارسے۔ پھر خلاف قانون قدرت میری شرح اور میں کیونکر ایسے اعتراضات سے بچ سکتے ہیں۔ لہذا پہلے ہی اس کا شکریہ ادا کرکے اعتراضوں کو تسلیم کئے لیتا ہوں مگر گستاخی کی معافی چاہ کر اتنی گزارش ہو کہ اعتراض فرماتے وقت میری محنت پر نظر کرتے ہوے ایک مرتبہ اور صرف ایک مرتبہ از راہ انصاف اُن مطالب کو بھی غور سے دیکھ لیا جاے جو میں نے عرض کئے ہیں تو بعید از بندہ نوازی نہو گا۔ اس سے زیادہ کسی صلے کی تمنا نہیں اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ ایک مرتبہ ترکیب کے ساتھ پھر اپنی شرح کا طریقہ تشریح اہل نظر کو بتا دوں اس کے بعد اس مقدمہ کو ختم کر دوں۔

(۱) کسی ایسی جگہ جہان مجھے معانی کے بیان کرنے اور شعر کے سمجھنے مین دقت واقع ہوئی ہے وہان مین نے اہل نظر سے اس کی تحقیق کی ہو- اس مین دو صورتین پیدا ہوئی ہین- یا اہل نظر حضرات میرے موافق ہوے ہین اور یا مخالف- اگر موافق ہوے ہین تو پھر کوئی جھگڑا ہی نہین رہا ہو- مین نے وہ معنی لکھدیئے ہین اور جہان مخالف ہوے ہین وہان دو صورتین مدنظر رہی ہین- کہین کہین اپنے خیال کے لکھنے کے بعد اُن حضرات کا خیال بھی ظاہر کردیا ہے اور دونون معنی اس صورت سے بیان کردیے ہین کہ یہ معنی بھی ہوتے ہین اور یہ بھی- بعض جگہ اُن کے خیال پر اور بعض جگہ اپنے خیال پر بات کو معین کردیا ہو مگر اس اشارہ سے اون سے آخر شرح تک احتراز کیا ہے کہ یہ معنی میرے ہین اور یہ فلان صاحب کے-

(۲) جو معنی باوجود تحقیق و تفتیش کے بھی سمجھ مین نہین آئے وہان صاف صاف لکھدیا ہے کہ یہ معنی کچھ اچھی طرح سے ذہن نشین نہین ہونے یا شعر کا کچھ حاصل سمجھ مین نہین آتا-

(۳) مرزا کے غیر مطبوعہ کل کلام کو اس شرح مین نہین لیا گیا ہو بلکہ انہین سے اشعار منتخب کرلئے گئے ہین- کل کلام کی شرح نہ لکھنے کی وجہ خاص مین دو باتین پیش کی جاسکتی ہین- بعض اشعار کی پیچیدگی ترکیب اور ژولیدگی بیان نے اُن کے حل کرنے کی ہمت ہی نہ بندھنے دی لہذا ان کو نظرانداز کردیا- اور بعض اشعار ایسے تھے جنپر بار بار نگاہین ڈالین اور آخر مین حل ہو جانے کے بعد ان سے کوئی نتیجہ خاص برآمد نہین ہوا- اور اُن کو شرح مین شامل کرنے کے لائق نہین سمجھا گیا- بعض اشعار حل بھی ہوے اور اکثر ان مین سے ایسے بھی تھے کہ وہ داخل شرح کئے جاتے مگر معلوم ہوا کہ بالکل وہی شعر فارسی مین ہین یا ان مین فارسی اتنی شامل ہو کر اردو مین لانے کی گنجایش ہی نہین ہو-

(۴) قصائد غیر مطبوعہ کو جو بہت ہی کم تعداد مین ہین بالکل نہین لیا گیا اور انکی جانب توجہ نہ کرنے کی خاص وجہ یہ تھی کہ ان مین بیشتر وہی رنگ ہو جو قابل شمول نہین ہو اور اگر اتفاقیہ طور پر کچھ شعر ایسے ہین بھی جنپر اعتنا کی جاسکے تو وہ یون بیکار تھے

اکثر شرح میں دو چار قصیدے بھی نہیں کہ ان کے ساتھ یہ شعر بھی سمجھ جائیں بہرحال وہ نہیں لئے گئے۔

(۵) باوجود اس کے کہ دو ایک غزلیں ایسی ہیں جنھیں میں جانتا ہوں کہ یہ دوسرے لوگوں کے نام سے بھی ملتی ہیں اور ان میں غالب مرحوم کا رنگ بھی نہیں ہو پھر بھی چونکہ قدیمی اور قلمی دو بیاضوں میں ان کو غالب ہی کے نام سے دیکھا گیا اس لئے خوش عقیدگی ان کے نظرانداز کرنے پر رضامند نہیں ہوئی۔ اور مجبوری اُن کو بھی لکھ دیا گیا۔ اور یہ سمجھ لیا گیا کہ ممکن ہو یہ غزلیں مرزا نے اپنی زندگی میں ان لوگوں کو کہکر دیدی ہوں۔ اُن کی زندگی تک اُن کی رہیں اب وہ پھر بمصداق حق بحق دار رسید مرزا کی طرف پلٹ آئیں۔

دو تین غزلیں ایسی ہیں جو رقعات میں شامل ہیں دیوان میں نہیں ہیں اور جہاں تک میرا قیاس ہو مرزا صاحب نے اپنے شکوہ کلام سے ان کو علیحدہ سمجھ کر داخل دیوان نہیں کیا۔ مگر مرزا کی نظر اور تھی اور میرا خیال اور۔ وہ مصنف تھے میں شارح ہوں میرا تو یہ فرض تھا کہ اگر ایسا کلام جو مغلق بھی نہو۔ نظرانداز ہونے کے قابل بھی نہو۔ اس میں اگر عیب ہو تو بس اتنا ہو کہ وہ سادہ ہو اُتنی معانی آفرینی نہو۔ اگر اور کہیں سے تھوڑا بہت بھی دستیاب ہو جائے تو میں شامل شرح کر دوں۔

(۶) اکثر اشعار کی شرح میں یہ کوشش کی ہو کہ وہی الفاظ باقی رہیں جو مرزا نے شعر میں رکھے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہو کہ اگر ان الفاظ کے معنی بیان کئے جاتے ہیں تو شعر بالکل کھنکھنا ہو کر رہ جاتا ہی اور اسی ایک لفظ کے معنی بیان کرنے سے ہرگز ہرگز شعر میں وہ جان نہیں رہتی جو اس لفظ کے ہونے میں ہو۔ مجبوراً اسی لفظ یا اسی ترکیب کو رکھنا پڑا ہی اور ایک ہی دائرے میں رہ کر معنی سمجھا دیے ہیں اور جہاں تشریح کی ہو وہاں سیکڑوں دشواریوں کا مقابلہ کیا گیا ہی۔ وجہ یہ ہو کہ مرزا کو الفاظ کے چننے اور ان کو برمحل صرف کرنے میں ایسا زبردست ملکہ قدرت کی طرف سے عطا ہوا تھا کہ وہ جس ایک لفظ کو چن کر رکھدیتے ہیں اس پر گویا پوری عمارت شعر کی بنا ڈال دیتے ہیں اگر اس کو نکال دیا جائے تو پورا شعر زیر و زبر ہو کر رہ جاتا ہو

اور باوجود تشریح کے شعر اور الجھ جاتا ہے۔ اس قسم کے اشعار مین ہیر پھیر کر دہی لفظ رکھے ہین اور شرح مین بھی لوٹ پھیر کر انھین لفظون کو لایا گیا ہے۔ ناواقف اسپر عدم اعتنا کا الزام دے سکتے ہین مگر جاننے والے سمجھ لین گے کہ اس مین غریب شارح کا قصور نہین ہے۔

(۷) جو شعر پہلے دیوان کی مطبوعہ غزلون کے ہین اُن مین یہ بتانے کی ضرورت نہین سمجھی گئی ہو کہ یہ فلان غزل کے شعر ہین اس لئے کہ جو لوگ دیوان کے مطالعہ سے پورے طور پر بہرہ ور ہو چکے ہین وہ خود ہی سمجھ لین گے اور جو نہین جانتے اُن کو یہ بتانا ہی فضول اور بیکار تھا۔ وہ لاکھ تشریحون کے بعد بھی نہین سمجھ سکتے۔

(۸) بادی النظر مین بعض شعرون کی شرح الجھی ہوئی معلوم ہوتی ہے مگر اُن پر یہ حکم لگا دینا سراسر جلد بازی اور سراسر خلاف انصاف ہے کہ غلط ہے یا یہ مہمل ہے۔ ٹھنڈے دل سے اسپر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ مجھے اختصار منظور تھا اس لئے صفحے کے صفحے رنگنے کے بجائے چند الفاظ مین اُن کے حل کرنے کی کوشش کی ہو۔

یہ اور اسی قسم کی بعض باتین شرح مین ہین جن پر غور وانصاف کی سخت ضرورت ہے۔ ورنہ مہمل اور غلط کا حکم لگا دینا تو ہمیشہ آسان رہا ہے اور رہے گا۔

عبدالباری آسی

۵ مارچ ۱۹۳۱ء لکھنؤ





بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشعار غیر مطبوعہ دیوان غالب

از غزل

نقش فریادی ہے کس کی شوخئ تحریر کا

یجاد ناز افسون عرض ذوق قتل   نعل آتش مین ہے تیغ یار سے نخچیر کا

یار کے ایجاد ناز کی لذت۔ لذت نہین بلکہ وہ ایک افسون ہے جس کی خاصیت سے
ن عرض ذوق قتل پر مجبور ہو جاتا ہے۔ نعل در آتش بودن ایک فارسی کا محاورہ ہے
ہ معنی بے قرار ہونے کے ہین اس لئے مصرعہ ثانی کے یہ معنی ہوے کہ تیغ یار
ر نخچیر (شکار) جان دینے کے لئے بے قرار ہو رہا ہے۔ غالباً اسی شعر کو سلجھا کر یون
نے ہے ؎

جذبۂ بے اختیار شوق دیکھا چاہیئے
سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

پشت دست عجز و قالب آغوش وداع   پر ہوا ہے سیل سے پیمانہ کس تعمیر کا

ہر خشت ایک دست عجز کی پشت بنی ہوئی ہے۔ دست عجز وہ ہاتھ جو عاجز ہو جا
ہے عاجز ہو کر روک لیا جائے اور قالب خشت معلوم ہوتا ہے کہ ایک آغوش وداع ہے
، دیکھکر حیرت سے پوچھتا ہے کہ کس تعمیر کو سیل نے برباد کر دیا ہے کہ ہر لازمۂ تعمیر کا غم

ست بہ عالم ہے۔

وحشتِ خوابِ عدم شورِ تماشا ہے اسدؔ — جو مژہ جوہر نہیں آئینۂ تعبیر کا

سرِ مژہ چشم کو جوہرِ آئینہ تعبیر کا ہونا چاہیے۔ جو مژہ (پلک) یہ صفت نہیں رکھتی وہ مژہ مژہ نہیں ہے بلکہ خوابِ عدم کے لیے وحشت ہے اور تماشا کے لیے شور ہے یا یہ کہ تماشا خواب عدم کے لیے وحشت شمار ہے یعنی جب سب ... جوہر ...

تغافل بدگمانی بلکہ میری سخت جانی سے — نگاہِ بے حجابِ ناز کو بیمِ گزند آیا

تغافل کی وجہ سے۔ بدگمانی کی وجہ سے نہیں نہیں ان سب کی وجہ سے نہیں بلکہ میری سخت جانی کی وجہ سے اس کی نگاہ بے حجاب ناز کو کسی نقصان پہونچنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مجھ تک نہ پہونچ سکی۔ بیم کو اس جگہ بمعنی کے استعمال کیا ہے۔

فضائے خندۂ گل تنگ و ذوقِ عیش بے پروا — فراغت گاہِ آغوشِ وداعِ دل پسند آیا

خندۂ گل کی فضا تنگ ہے اور عیش کا ذوق بے پروا ہے لہذا ان سب کا اثر یہ ہوا کہ ہم کو آغوش وداع دل پسند آ گیا ہے۔ اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ فضائے خندۂ گل تنگ ہے اور عیش کا ذوق کچھ اس کی پروا بھی نہیں کرتا۔ اس کو گل سے اگر کوئی بات پسند ہے تو یہ کہ وہ یعنی پھول آغوش و داغ دل کی فراغت گاہ بن آ ہو گیا ہے۔ پھول کی صورت موجود کو آغوش و داغ دل کہا ہے اور دل و داغ شدہ وہ صورت گل جو حالت تنگی میں تھی۔

ہوئی جس کو بہارِ فرصتِ ہستی سے آگاہی — برنگِ لالہ جامِ بادہ بر محمل پسند آیا

جس کو ہستی (زندگی) کی بہار فرصت کا وقوف ہو گیا۔ یعنی جس نے یہ سمجھ لیا کہ بہار زندگی کی پائداری کتنی ہو تو عیش دنیا کو حالت رواروی میں تمام کر دیا۔ جیسے کہ لالہ جام بادہ محمل پر پی لیتا ہے۔ لالہ کے پھول کو جام بادہ سے اور شاخ گل لالہ کو محمل سے استعارہ کیا ہے لالہ کا محمل پر جام پینا بہت نادر مضمون اور خیال ہے۔

سواد چشم بسمل انتخاب نقطہ آرائی　　خرام ناز بے پروائی قاتل پسند آیا

بسمل کی آنکھ کی سیاہ پتلی نقطہ آرائی کا انتخاب ہے یعنی وہ نقطہ ہے جو [illegible]
لگا دیا کرتے ہیں اور یہ انتخاب کا نقطہ اس لئے ہے کہ وہ قاتل کی بے پروائی کو پسند
کرتا ہے۔
رسم ہے کہ کتاب کے دیکھنے میں جو مریا عبارت وغیرہ پسند آتی ہو اس پر ایک نقطہ
لگا دیتے ہیں اور اس کو نقطہ انتخاب کہتے ہیں۔ [illegible] کہا ہے۔

روانی ہائے موج خون بسمل سے ٹپکتا ہے
کہ لطف بے تحاشا رفتن قاتل پسند آیا

اسد ہر جا سخن نے طرح باغ تازہ ڈالی ہے　　مجھے رنگ بہار ایجادی بیدل پسند آیا

اے اسد ہر جگہ اس کی سخنوری نے ایک ہرا بھرا باغ [illegible] دیا ہے مجھکو بیدل کی بہار
ایجادی کا رنگ پسند آگیا ہے۔ [illegible] اس وقت کی ہے جب مرزا غالب [illegible]
بیدل وغیرہ کا اتباع کرتے تھے۔

عالم جہاں بعرض بساط وجود تھا　　جوں صبح چاک جیب مجھے تار و پود تھا

دنیا جس جگہ اپنے بساط وجود کو پیش کر رہی تھی یعنی روز ازل میں [illegible]
دنیا وجود میں آنے والے تھے میرا چاک گریبان اس وقت بھی صبح کی طرح تار تار تھا [illegible]
جب کہ دنیا کا وجود بھی نہ تھا میں اس وقت بھی دیوانہ تھا۔

بازی خور فریب ہے اہل نظر کا ذوق　　ہنگامہ گرم حیرت بود و نبود تھا

اہل نظر کے ذوق نے دنیا میں فریب سے بازی کھائی ہے کیونکہ ہنگامہ دنیا گرم ہی
اس لئے تھا کہ بود و نبود کی فکر میں ذوق اہل نظر مبتلا ہو رہا تھا۔ یعنی اپنی ہستی یا دنیا
کی ہستی کو سوچ رہے تھے کہ آیا ہم ہیں یا نہیں۔ ایسا ہی کچھ ہے کہ ؎

ہاں کھائیو مت فریب ہستی　　ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے

تنگی رفیق رہ تھی عدم یا وجود تھا — میرا سفر بہ طالعِ چشمِ حسود تھا

خواہ مین راہ وجود کو طے کر رہا تھا - اور خواہ راہ عدم کو دونون حالتون مین تنگی - تنگدلی میری رفیق راہ تھی اور میرے سفر کی ہر حالت مین چشم حسود کی سی صورت تھی کہ تنگی اُن کی ہر صورت مین رفیق ہے - حاسدون کی تنگ چشمی مشہور مضمون ہے خود مرزا ایک جگہ کہتے ہین ؎

حسرت دل اگر افسردہ ہی گرم تماشا ہو
کہ چشم تنگ شاید کثرت نظارہ سے وا ہو

تو یک جہان قماش ہوس جمع کر کہ مین — حیرت متاع عالم نقصان و سود تھا

ہوس کا اسباب تو ہی جمع کر کے مجھی کو بار کر رہی - کیونکہ مین جب سے عالم مین آیا حیرت مجھ پر مسلط رہی اسی لئے نقصان و سود کی فکر مین حیران و سرگردان رہا - اور مجھ سے کچھ بھی نہ ہو سکا -

گردش محیط ظلم رہا جس قدر فلک — مین پائمال غمزۂ چشم کبود تھا

یعنی جب تک کہ آسمان ظلم کی گردش کا احاطہ کئے رہا اس وقت تک مین برابر چشم کبود کے غمزون کا پائمال رہا چشم کبود سے پائمالی بہ لحاظ گردش فلک ہے -

پوچھا تھا گرچہ یار نے احوال دل مگر — کسکو دماغ منت گفت و شنود تھا

اگرچہ یار نے دل کا حال پوچھا تھا مگر ہم کو گفت و شنید کا دماغ ہی نہین تھا کہ حال بیان کرتے اور گفت و شنید کا احسان اٹھاتے -

خور شبنم آشنا نہ ہوا ورنہ مین اسد — سر تا پا گزارش ذوق سجود تھا

کیا کیا جائے آفتاب نے کبھی شبنم کی طرف توجہ ہی نہ کی - ورنہ اے اسد مین سر تا پا ذوق سجود کی گزارش کے لئے آمادہ و مستعد تھا - کہتے ہین کہ شبنم آفتاب سے پیدا ہوتی ہے اور آفتا

ں کو جذب کرتا ہی ایک شعر بھی ایسا ہی کچھ ہے ۔

پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
ہم بھی ہیں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یا رب ہمنے دشت امکان کو ایک نقش پا پایا

یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ تمنا یہان آئی تھی اور اس جنگل سے گزری تھی۔ مگر لیت میرے خدا
ا کا دوسرا قدم کہان پڑا۔ کیونکہ یہ دشت امکان ایک نقش قدم ہے ۔ دشت امکان کو نقش
مہے تشبیہ دی ہے یعنی یہ عالم تمنا کے قیام کی جگہ نہین ہی۔ تمنا یہان کی حالت سے گھبرا کر
نی جلد یہان سے گزر گئی کہ اس کا ایک قدم تو یہان پڑا جو دشت امکان کی صورت مین ہے
سرے قدم کا پتہ نہیں پایا کہ ما بین تمنا ایک نقش قدم سے ہو۔ دشت امکان کہہ لیا۔ دوسرا قدم خدا معلوم کہان گیا

ہے دماغ خجلت ہون رشک امتحان تا کے ایک بیکسی تجھکو عالم آشنا پایا

خجلت اور شرمندگی نے مجھے بیدماغ بنا دیا ہے کہان تک امتحان کے رشک کو گوارا کرون
ے بیکسی مین نے بارہا آزمایا۔ اور ایک تیری ذات کو دنیا کا آشنا پایا۔

خاکبازی امید کارخانۂ طفلی یاس کو دو عالم سے لب بخندہ وا پایا

دنیا مین کوئی امید کرنا گویا ایک خاکبازی اور خاک سے کھیلتا ہے اور یہ سب بچون کے
مرونے سے مشابہ ہے۔ کیونکہ یاس اہل امید کی امید دین پر ہنس رہی ہے اور دونون عالم
ین اگر کسی کے دونوں ہونٹ ہنسی سے کھلے ہوئے ہیں تو وہ یاس کے لب ہیں۔

ہون نہ وحشت غالب باج خواہ تسکین ہو کشتۂ تغافل کو خصم خونبہا پایا

غالب کی وحشت کیدن نہ تسکین کا خراج وصول کرے۔ کیونکہ وہ شخص جسے تغافل نے
ر ڈالا ہے وہ خونبہا کا دشمن ہے۔

مزالہ مین گویا حلقہ ہون زسرتا پا عضو عضو جون زنجیر یک دل صدا پایا

مین فگار ایسا ہوں گویا کہ سراپا حلقہ بن گیا ہوں اور زنجیر کی طرح میرا ایک ایک عضو صدا دینے کے واسطے یکدل اور یک زبان ہے۔

یہ نظارہ پرور تھا خواب مین خیال اسکا ۔ صبح موجۂ گل کو نقش بوریا پایا

رات مین نے اس کو خواب مین دیکھا اور اس نے میری نظارہ پروری کی۔ صبح اسکا ایسا اثر تھا کہ بستر بوریا موج گل بن گیا تھا۔

جسقدر جگر خون ہو کوچہ دادن دل ہے ۔ زخم تیغ قاتل کو طرفہ دل کشا پایا

یعنی جس قدر جگر خون ہو۔ وہ گویا دل کا راہ دینا اور دل کا راہین پیدا کرنا ہے وقعہ یہ ہے کہ تیغ قاتل کا زخم ہی دل کشا ہے۔

تیغ قاتل کو دل کشا کہنا۔ یا زخم قاتل کو دل کشا باندھنا مرزا کا ایک اختراعی مضمون ہے جسکا انھوں نے اپنے ایک رقعہ مین ذکر کیا ہے۔ یہی مضمون اردو مین اور یہی فارسی مین دو جگہ بھی کہا ہے جیسے کہ

نہین ذریعہ راحت جراحت پیکان
وہ زخم تیغ ہے جس کو کہ دل کشا کہیئے

کارخانہ سے جنون کے بھی مین عریان نکلا ۔ میری قسمت کا نہ اک آدھ گریبان نکلا

مین کارخانہ جنون سے ناکام واپس آیا اور اس کارخانہ مین بھی میری قسمت کا کوئی گریبان نہ نکلا۔ کارخانہ جنون مین بہت سے گریبانون کا ہونا لازمی تھا۔

کچھ کھٹکتا تھا مرے سینہ مین لیکن آخر ۔ جسکو دل کہتے تھے سو تیر کا پیکان نکلا

یہ تو مجھے معلوم تھا کہ میرے سینہ مین کچھ کھٹک رہا ہے مگر مین سمجھتا تھا کہ شاید یہ دل ہے اب آکر معلوم ہوا ہے کہ دل نہین بلکہ وہ تیر کا پیکان ہے۔

ساغر جلوہ سرشار ہے ہر ذرہ خاک ۔ شوق دیدار بلا آئینہ سامان نکلا

خاک کا ہر ذرہ ایک ساغر جلوہ سرشار معلوم ہوتا ہے میرا شوق دیدار بھی بلا کا آئینہ سامان ہے یعنی دنیا کے ہر ذرہ کو اس نے آئینہ نما لبریز دیا ہے۔

کسقدر خاک ہوا ہے دل مجنون یارب　　نقش ہر ذرہ سویدائے بیابان نکلا

اے میرے اسد میرا دل مجنون کس قدر خاک ہوا ہے کہ تمام خاک میں ملا ہے کہ ہر ذرہ کا نقش سویدائے دل بیابان بن گیا ہے اور یہی نشان ہے خاک ہونے کا۔

شور رسوائی دل دیکھ کہ اک نالۂ شوق　　لاکھ پردہ مین چھپا پھر وہی عریان نکلا

دل کی رسوائی کے شور کو دیکھئے کہ ایک نالۂ شوق لاکھ پردون مین چھپا اور پنہان رہا۔ مگر پھر بھی اُس کی عریانی ظاہر ہو کر رہی اور جب نکلا تو عریان ہی نکلا!

شوخیٔ رنگ حنا خون وفا سے کبتک　　آخر اے عہد شکن تو بھی پشیمان نکلا

رنگ حنا کی شوخی خون وفا سے کہان تک قائم رہتی۔ آخرکار اے بدعہد تجھے بھی پشیمان ہونا پڑا۔

مین بھی معذور جنون ہون اسد خانہ خراب　　پیشوا لینے مجھے گھر سے بیابان نکلا

اے اسد خانہ خراب مین جنون سے معذور ہون میرا جنون از خود نہین ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ بیابان میرے استقبال کے لئے اپنے گھر سے آیا۔ ایک شعر اسی رنگ کا دوسرے مضمون مین کہا ہے ؎

ما نبودیم بدین مرتبہ راضی غالب
شعر خود خواہش آن کرد کہ گردد فن ما

نہوئی ہم سے رقم حیرت خط رخ یار　　صفحہ آئینہ ہوا آئینہ طوطی نہ ہوا

خط رخ یار کی حیرت ہم سے کسی طرح نہ لکھی جا سکی۔ صفحہ حیرت کی وجہ سے آئینہ بنگیا مگر آئینہ طوطی نہو سکا۔ یعنی ہم جو حیران تھے کوئی بیان خط رخ کا نہ کر سکے۔

وسعت رحمت حق دیکھ کہ بخشا جاوے　　مجھ سا کافر کہ جو ممنون معاصی نہوا

خدا اُس کریم کی رحمت کی وسعت کو دیکھو کہ اُس نے مجھ ایسے کافر کو بخش دیا کہ جو ازلی کافر تھا۔ صرف گناہون کے احسان سے کافر نہ ہوا تھا۔ یعنی ایسا کافر نہ تھا کہ گناہون نے اُسے کافر کیا ہو۔ نہیں بلکہ ازلی اور فطری کافر تھا۔

شب اختر قدح عیش نے محمل باندھا　　باریک قافلہ آبلہ منزل باندھا

تارون بھری رات مین قدح عیش نے محمل سفر تیار کیا یعنی دور جام چلا اور ایک قافلہ آبلہ کے بار کو اپنی منزل سمجھا تو گویا قدح ایک ایسا مسافر ہے جو شب اختر مین اپنی منزل پر پہونچا ہے۔ اس طرح سے اس کی منزل شب اختر ہوئی۔ اور شب اختر جس مین ہزارون چمکتے تارے ہین یک قافلہ آبلہ سے مشابہ ہے۔ تو اس صورت مین قدح عیش نے باریک قافلہ کو اپنی منزل سمجھا۔ باندھا دوسرے معنی مین سمجھا۔ یا فرض کیا کے معنی مین مستعمل ہے۔

حیف اے ننگ تمنا کہ پے عرض حیا　　یک عرق آئینہ بر جبہہ سائل باندھا

اے ننگ تمنا بڑے افسوس کی بات ہو کہ تو نے حیا کے ظاہر کرنے کے لئے سایل کی پیشانی پر عرق شرم ظاہر کر کے گویا اک آئینہ لگا دیا ہے جس سے اس کی حالت شرم کا اظہار ہو رہا ہے۔ ننگ تمنا مخاطب ہے۔

دیدہ تا دل ہے یک آئینہ چراغان کس نے　　خلوت ناز پہ پیرایۂ محفل باندھا

آنکھ سے لیکر دل تک یہ کیفیت ہو رہی ہے کہ جیسے آئینہ مین چراغان کا جلوہ ہوتا ہو نہین معلوم یہ کس نے خلوت ناز کو (یعنی دیدہ و دل کو) لباس محفل سے آراستہ کر دیا ہو۔ یعنی نہین معلوم کہ کس نے خلوت کو جلوت بنا دیا ہے۔

نا امیدی نے بتقریب مضامین خمار　　کوچہ موج کو خمیازہ ساحل باندھا

میری یاس نے خمار کی مضمون کی کشتی بود موج کو جسکو سمجھا کہ یہ ساحل کا جہاز ہو کو جو موج خود موج ہے میرے نزدیک مرزا نے پہلے یہ شعر کہا ہو اس کے بعد چونکہ اس مین گنجائش تھی اس کو مختلف صورتوں سے کہا ہے۔ دو یہ ہین ؎

یارنے تشنگی شوق کے مضمون چاہے ہم نے دل کھول کے دریا کو بھی ساحل باندھا

نہ بندھے تشنگی ذوق کے مضمون غالب
گرچہ دل کھول کے دریا کو بھی ساحل باندھا

مطرب دل نے مرے تار نفس سے غالب ساز پر رشتہ پے نغمۂ بیدل باندھا

اے غالب میرے دل کے مطرب نے میرے تار نفس سے ساز نغمۂ بیدل کے لئے رشتہ باندھا یعنی میرے دل نے رنگ بیدل مین نغمہ سرائی شروع کی۔

شب کہ ذوق گفتگو سے تیرے دل بیتاب تھا شوخی وحشت سے افسانہ فسون خواب تھا

رات کو تیرے ذوق گفتگو کی وجہ سے دل بیتاب ہو رہا تھا تو یہ حالت تھی کہ فسون خواب شوخی وحشت کی سبب سے افسانہ بن گیا تھا۔ فسون خواب جسکا کام نیند لانا ہے وہ بھی ایک سراسر لاطائل اور بے اثر تھا یعنی فسون خواب سے بھی نیند نہ آسکتی تھی۔

لے زمین سے آسمان تک فرش تھین بیتابیان شوخی بارش سے مہ فوارۂ سیلاب تھا

بیتابیان زمین سے لیکر آسمان تک فرش تھین اور چاند کی نور باری کی وجہ سے اس کی کرنین فوارۂ سیلاب معلوم ہو رہی تھین یعنی چاند بیتابیون کا برسانے والا فوارہ معلوم ہوتا تھا

وان ہجوم نغمہ ہاے ساز عشرت تھا اسد ناخن غم یان سر تار نفس مضراب تھا

بزم معشوق کی یہ حالت تھی کہ ساز عشرت سے نغمہ گوناگون نکل رہے تھے اور یہان ہم ناخن غم کو مضراب بنا کر اپنے نفس پر زخمہ زنی کر رہے تھے یعنی یہان غم ہمارا کام تمام کیئے دیتا تھا

دیکھتے تھے ہم بچشم خود وہ طوفان بلا آسمان سفلہ جس مین یک کف سیلاب تھا

ہم اپنی آنکھ سے وہ طوفان بلا اُٹھتے دیکھ رہے تھے کہ آسمان بھی اُس مین ایک کف سیلاب معلوم ہوتا تھا۔ غالباً اسی شعر کو ترمیم کرنے کے بعد مرزا نے یہ شعر کہا ہے جو اس قطعے کا مقطع ہے ؎

مین نے روکا رات غالب کو وگرنہ دیکھتے
اسکے سیل گریہ مین گردون کف سیلاب تھا

موج سے پیدا ہوے پیراہن دریا مین خار ۔ گریہ وحشت بیقرار جلوہ مہتاب تھا

میرے گریہ سے دریا بنا اور اُس مین موج پیدا ہوئی جو ہم صورت خار و نشان بیقراری تھی اس لئے کہ میرا گریہ جسے وحشت نے بے قرار کر رکھا تھا وہ جلوہ مہتاب یعنی چاند کے نور کا بیتاب تھا اس کا یہ اثر ہوا کہ پیراہن دریا مین خار پیدا ہوگئے ۔ یہ ظاہر ہے کہ چاندنی سے دریا مین تموج ہوا کرتا ہے ۔ اور دیوانہ کو چاند کی وجہ سے وحشت ہوتی ہے ۔

یک جزمت کہہ ہمین بیدرد خود بینی سے پوچھ ۔ قلزم ذوق نظر مین آئینہ پایاب تھا

او بیدرد تو ہم کو بے جگر کیون کہتا ہو ذرا اپنی خود بینی سے ہمارا حال پوچھ کیونکہ جب تو آئینہ دیکھ رہا تھا اُس وقت ہمارے قلزم ذوق نظر کے سامنے آئینہ کوئی حقیقت نہین رکھتا تھا اور ہم تیری خود بینی کو دیکھ رہے تھے ۔

بیدلی ہاے اسد افسردگی آہنگ تر ۔ یاد ایامے کہ ذوق صحبت احباب تھا

اسد کی بیدلی کا اب یہ عالم ہے کہ افسردگی کا اور زیادہ ارادہ رکھتی ہے ۔ ہائے وہ بھی کیا زمانہ تھا جبکہ اُسے احباب کی صحبت اور ہم نشینی کا شوق تھا ۔

نہ بھولا اضطراب دم شماری انتظار اپنا ۔ کہ آخر شیشہ ساعت کے کام آیا غبار اپنا

میرا انتظار اپنے اضطراب دم شماری کو فنا کے بعد بھی نہ بھولا ۔ کیونکہ مین غبار ہوگیا تب بھی میرا غبار شیشہ ساعت کے کام آیا ۔ شیشہ ساعت پہلے زمانہ مین مروج تھا وہ ایک شیشہ کا ظرف ہوتا تھا کہ اس کے پیندے مین ایک ہلکا سا سوراخ کر دیتے تھے اور اس مین

باریک بالو بھرتے تھے پھر وہ بالو رفتہ رفتہ ایک وقت معینہ تک اس سوراخ سے نکلتا او ظرف خالی ہوجاتا تھا۔ اسی سے وقت کا حساب ہوتا تھا۔

زبس آتش نے فصل رنگ مین رنگ دگر پایا چراغ گل سے ڈھونڈے ہے چمن مین شمع خار اپنا

فصل گل مین آتش کی صورت اور ہوگئی ہے اور رنگ بدل گیا ہے۔ گل دراصل گل نہین بلکہ شمع چراغ گل لیکر اپنے خار کو ڈھونڈھ رہی ہے۔ خار شمع درشت شمع سے مراد ہے یا یہ کہ شمع اپنے پاؤن کا کانٹا چراغ گل لیکر ڈھونڈھ رہی ہے۔

اسیر بے زبان ہون کاشکے صیاد بے پروا بدام جوہر آئینہ ہوجائے شکار اپنا

مین ایک بے زبان قیدی ہون کاش کہ میرا بے پروا صیاد کبھی جوہر آئینہ کے جال مین پھنس کر میرا شکار ہوجائے یعنی وہ کبھی آئینہ دیکھے اور مین اس کو دیکھ سکون۔ یعنی مین ایک ایسا اسیر ہون جو جوہر آئینہ کے مانند اسیر بھی ہے بے زبان بھی ہے کاش وہ کبھی آئینہ دیکھے کہ میرا شکار ہو۔

دریغ اے ناتوانی ورنہ ہم ضبط آشنایان نے طلسم رنگ مین باندھا تھا عہد استوار اپنا

ہم ضبط کے خوگر ہین اور ہم نے عہد کرلیا تھا کہ اپنا حال نہ کھلنے دین گے اور اسی سے ہم اپنے رنگ کو برقرار رکھتے تھے اور یہ گویا ایک طلسم تھا جس مین ہمارا عہد استوار بندھا ہوتا مگر اے ناتوانی افسوس ہے کہ تو نے اس طلسم کو توڑ دیا۔ یعنی ناتوانی کی وجہ سے رنگ اڑ گیا۔ اور دنیا پر حال کھل گیا۔

اگر آسودگی ہے مدعائے رنج بیتابی نثار گردش پیمانۂ مے روزگار اپنا

اگر رنج بیتابی کا مدعا آسودگی ہے تو ہم باز آئے ہم گردش پیمانہ مے پر اپنی زندگی نثار کرتے ہین۔ ایسی آسودگی ہم نہین چاہتے۔ دوسرے معنی یہ بھی ہین اور میرے نزدیک یہ پہلے معانی سے زیادہ اچھے ہین کہ پیمانہ کی گردش اور رنج بیتابی کا نتیجہ آسودگی ہے تو ہم اس کے قربان۔

نظر بازی طلسم وحشت آبادِ پرستان ہے · رہا بیگانہ تاثیر افسون آشنائی کا

نظر بازی کا مطلب یہان تلاش اور نظر دوڑانا لیا جاوے گا۔ کہتا ہے کہ نظر بازی ایک طلسم ہے جو پرستان کے وحشت آباد مین بنا ہوا ہو یعنی نظر بازی محض بیکار اور فضول ہو ہم جکل افسون آشنائی مین کوئی تاثیر نہین کتنا ہی تلاش کرو آشنا نہین ملتا بلکہ نظر بازی مثل طلسم وحشت آباد پرستان کا کام کرتی ہے۔

نپایا دردمندِ دوریِ یاران یکدل نے · سوادِ خط پیشانی سے نسخہ مومیائی کا

وہ شخص جو یاران یکدل کی دوری سے دردمند تھا اُس نے اپنے خط پیشانی کے سواد سے کوئی مومیائی کا نسخہ نپایا۔ یعنی ہر چند تلاش کیا مگر تقدیر کے نوشتہ نے اس کا درد دور نہ ہونے دیا۔

اسد یہ عجز و بیسامانی فرعون توام ہے · جسے تو بندگی کہتا ہو دعویٰ ہو خدائی کا

اے اسد یہ عجز جسے تو عجز کہتا ہے یہ بے سامانی فرعون کا مرادف ہے۔ تیری بندگی بندگی نہین بلکہ حقیقتاً خدائی کا دعویٰ ہو ع

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی مین مرا بھلا نہ ہوا

اسد کا قصہ طولانی ہی لیکن مختصر یہ ہو · کہ حسرت کش رہا عرض ستمہائے جدائی کا

اسد کا قصہ تو بہت طول طویل ہو مگر اب کون اس کو دہرائے مختصر سی بات یہ ہو کہ اسکو ستمہائے جدائی کے بیان کرنے کی بڑی حسرت ہو۔ یہ شعر گویا اس کے صاف کرنے کے لئے کہا ہے ؎

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھدے
کہ حسرت سنج ہون عرضِ ستمہائے جدائی کا

ہم نے وحشت کدۂ بزم جہاں میں جوں شمع　　شعلۂ عشق کو اپنا سر و سامان سمجھا

ہم نے دنیا کے وحشت کدہ کی محفل میں ہمیشہ شمع کی طرح اپنا سر و سامان شعلۂ عشق کو خیال کیا ہو یعنی ہمارا سر و سامان شعلہ تھا اور اسی سے اندازہ کیجیے کہ کتنا بدنصیب ہر وہ شخص جس کا سر و سامان صرف شعلہ ہو جو بنا ہے بربادی ہے -

کس کا خیال آئینۂ انتظار تھا　　ہر برگ گل کے پردے میں دل بیقرار تھا

گل کے لیے کس کا خیال آئینہ انتظار بنا ہوا تھا کہ ہر برگ گل کے پردے میں ایک دل بیقرار کا پتہ چلتا تھا - تشبیہ برگ گل کو دل بے قرار کہا گیا ہے نہایت لطیف شعر ہے -

کس کا جنون دید تمنا شکار تھا　　آئینہ خانہ وادیٔ جوہر غبار تھا

یہ آخر کس کا جنون دید تھا کہ تمنا کو شکار کر رہا تھا جس کی وجہ سے آئینہ خانہ ایک ایسا وادی معلوم ہوتا تھا کہ جس میں جوہر کا غبار اڑ رہا تھا -

جوں غنچہ و گل آفت فال نظر نہ پوچھ　　پیکان سے تیرے جلوۂ زخم آشکار تھا

ہماری فال نظر کی آفت کچھ ہم سے نہ پوچھ جیسے ہی تیرے پیکان کی طرف دیکھا کہ حیرت پیدا ہو گیا ہو کہ زخم کھا گئے کیونکہ غنچہ گل کی طرح تیرے پیکان سے بھی جلوۂ زخم آشکار ہو رہا تھا - یا یہ کہ جیسے غنچہ و گل پر فال نظر سے آفت آئی اسی طرح ہمیں خوف ہے کہ ہم بھی کہیں زخمی نہ ہوں -

دیکھی وفائے فرصت رنج و نشاط دہر　　خمیازہ یک درازی عمر خمار تھا

دنیا کے رنج و راحت کی فرصت اور مدت ہم نے دیکھ رکھی ہے - خمیازہ گویا ایک خمار کی درازی عمر تھا یعنی نہ یہاں کے رنج کو قیام ہے نہ راحت کو -

صبح قیامت ایک دم گرگ تھی اسدؔ　　جس دشت میں وہ شوخ دو عالم شکار تھا

وہ شوخ جو دو عالم کو شکار کرنے والا تھا جس جنگل مین گیا وہان صبح قیامت بھی دُم گرگ (صبح کاذب) بن گئی۔ دُم گرگ محض رعایت لفظی کے لیے لایا گیا ہے ورنہ اصل معنی صبح کاذب کے ہین جس سے یہان کوئی عمدہ حاصل پیدا نہین ہوتا۔

زبس خون گشتہ رشک وفا تھا وہم بسمل کا　　چرایا زخمہاے دل نے پانی تیغ قاتل کا

چونکہ بسمل کا وہم خون گشتہ رشک وفا تھا اس لئے دل کے زخمون نے تیغ قاتل کا پانی چرالیا۔ ظاہرا سواے مناسبت الفاظ کے کوئی حاصل اس شعر کا معلوم نہین ہوتا۔

نگاہ چشم حاسد وام لے اے ذوق خودبینی　　تماشائی ہون وحدت خانہ آئینہ دل کا

اے میرے خودبینی کے ذوق تو کسی حاسد کی نگاہ قرض لے لے کیونکہ حاسد بجز اپنے اور کسیکو دیکھ ہی نہین سکتا۔ اس سے میرا ذوق خودبینی مکمل ہوجاے گا کیونکہ مین آجکل آئینہ دل کے وحدت خانہ کی سیر کر رہا ہون۔

سراسر تاختن کو شش جہت یک عرصہ جولان تھا　　ہوا واماندگی سے رہروان کی فرق منزل کا

سراسر تاختن۔ یعنی متواتر دوڑنے کے لئے شش جہت صرف ایک میدان جولان تھا۔ مگر چونکہ لوگ تھک کر رہ گئے اس واسطے فرق منزل نمایان ہوگیا۔

مجھے راہ سخن مین خوف گمراہی نہین غالب　　عصاے خضر صحراے سخن ہے خامہ بیدل کا

اے غالب مجھے راہ سخن مین گمراہی کا خوف نہین ہے کیونکہ مین تابع بیدل ہون اور میرے لئے خامہ بیدل صحراے سخن کے لئے عصا کا کام دیتا ہے

لب خشک در تشنگی مردگان کا　　زیارت کدہ ہون دل آزردگان کا

مین اُن لوگون کا لب خشک ہون جو پیاسے مرگئے ہین مین ان لوگون کی زیارت گاہ ہون جو دل آزردہ ہوگئے ہین۔

شگفتن کمین دار تقریب جوئی تصور ہون بموجب آزردگان کا

شگفتگی برابر تقریب جوئی کی گھات مین لگی رہتی ہو کرکسی تقریب سے مجھ تک پہونچ
لے مگر وہ کوئی تقریب نہین پاتی کیونکہ مین اُن لوگون کا تصور ہون جو بے سبب اور بلا وجہ
رنجیدہ ہین -

غریب بدرجستہ بازگشتن سخن ہون سخن برلب آوردگان کا

مین ایک مسافر ہون مگر ایسا مسافر جو واپس آنے کی حدود سے نکل گیا ہے گویا مین بات
کہنے والون کی وہ بات ہون جو لب تک آچکی ہے اور ظاہر ہے کہ لب تک آئی ہوئی بات
واپس نہین ہوسکتی -

سراپا یک آئینہ دار شکستن ارادہ ہون یک عالم افسردگان کا

سر سے پاؤن تک شکستگی کا آئینہ دار ہون - گویا مین ان لوگون کا ارادہ ہون جو یک عالم
افسردہ اور آزردہ ہین -

ہمہ نا امیدی ہمہ بدگمانی مین دل ہون فریب وفا خوردگان کا

مین سراپا نا اُمیدی اور سراپا بدگمانی بنا ہون یا گویا ان لوگون کا دل ہون جو فریب وفا
کھائے ہوئے ہین -

بصورت تکلف بمعنی تاسف اسد مین تبسم ہون پژمردگان کا

ظاہر اتو تکلف ہون لیکن دراصل مین مجسم تاسف ہون - مین پژمردہ لوگون کا تبسم ہون
کہ وہ اگر تکلفاً کبھی ہنستے ہین تو اس ہنسی مین بھی ایک جہان درد پوشیدہ ہوتا ہے -

ضعف جنون کو وقت تپش در بھی دور تھا اک گھر مین مختصر سا بیابان ضرور تھا

میرے جنون کے ضعف کو تپش کے وقت در بھی دور معلوم ہوتا تھا اسلئے لازم تھا کہ

گھر کے اندر ایک بیابان بھی ہوتا۔

اے واے غفلت نگہ شوق ورنہ یان　　ہر پارہ سنگ لخت دل کوہ طور تھا

نگاہ شوق نے غفلت کی جس کا افسوس ہو ورنہ حقیقت یہ ہو کہ دنیا کا ہر سنگریزہ دل کوہ طور کا ٹکڑا تھا یعنی ہر ذرہ مین نور معرفت چمک رہا تھا۔

درس تپش ہی برق کو اب اُسکے نام سے　　وہ دل ہی یہ کہ جس کا تخلص صبور تھا

بجلی اب اس کے نام سے تعلیم تپش حاصل کرتی ہے ہاے یہ میرا دل وہی دل ہی جس کو مین صبور کہتا تھا۔ یا وہ زمانہ تھا یا یہ عالم ہی۔

شاید کہ مر گیا ترے رخسار دیکھکر　　پیمانہ رات ماہ کا لبریز نور تھا

معلوم ہوتا ہی کہ تیرے رخسار دیکھ کر رات ماہ نے جان دیدی اس لئے کہ اس کا پیمانہ نور سے لبریز معلوم ہوتا تھا۔ پیمانہ لبریز ہونا موت سے کنایہ ہے۔

جنت ہی تیرے تیغ کے کشتون کی منتظر　　جوہر سواد جلوۂ مژگان حور تھا

معلوم ہوتا ہے کہ جنت تیرے تلوار کے قتیلون کا انتظار کر رہی ہی اس لئے کہ جوہر تیغ مین جلوہ مژگان حور کا سواد نظر آ رہا تھا۔ اسی سے جنت کے انتظار کا اندازہ ہوتا ہی

ہر رنگ مین جلا اسدؔ فتنہ انتظار　　پروانہ تجلی شمع ظہور تھا

افسوس اسد جسے فتنہ انتظار نے تباہ کر دیا تھا ہر رنگ مین جلا کیونکہ وہ پروانہ تجلی شمع ظہور تھا۔ ایک جگہ صرف شمع کو کہا ہے ؎

غم ہستی کا اسدؔ کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ مین جلتی ہی سحر ہونے تک

بہار رنگ خون گل ہی سامان اشکباری کا　　جنون برق نشتر ہی رگ ابر بہاری کا

خون گل سے جو رنگ کی بہار پیدا ہوئی ہے وہ اشکباری کا سامان ہے جنون برق ابر بہار کے لئے نشتر ہے یعنی برق جو بہار رنگ کو دیکھ کر مجنون ہوگئی ہے اور تڑپ رہی ہے وہ جنون رنگ ابر کے لئے نشتر کا کام دے گا اور اب جلد سے جلد برق کے حال پر وہ اشک بہانے لگے گی۔

برائے حل مشکل ہوں زپا افتادہ حسرت　　بندھا ہے عقدۂ خاطر سے پیمان خاکساری کا

مین مشکل کے آسان ہونے کے واسطے پڑا ہون اور میری حسرت نے مجھے گرا دیا ہے اب نہ مشکل حل ہوتی ہے اور نہ مین اٹھتا ہون۔ گویا میرے عقدہ خاطر سے میری خاکساری کا عہد ہوگیا ہے کہ نہ یہ عقدہ کبھی حل ہو اور نہ مین خاکساری چھوڑون۔

طاؤس در رکاب ہے ہر ذرہ آہ کا　　یارب نفس غبار ہے کس جلوہ گاہ کا

میری آہ کا ہر ذرہ اپنے جلو مین ایک طاؤس لئے ہوے ہے یعنی ہر آہ مین رنگینیان ہین اے میرے خدا آخر میرا نفس میری سانس کس جلوہ گاہ کا غبار ہے جس سے آہون مین بھی یہ رنگینی پیدا ہوگئی ہے۔

ہر گام آبلے سے ہے دل در تہ قدم　　کیا بیم اہل درد کو سختی راہ کا

پاے پر آبلہ کی حالت مین اہل درد سفر کر رہے ہین اور اس حالت مین ہر قدم گویا آبلون کی وجہ سے دل کے اوپر پڑ رہا ہے بس یہ خوف ہے کہ دلون کو روندنا پڑتا ہے ورنہ اہل درد کو سختی راہ کا کیا خوف ہو سکتا ہے۔ اس مین ہر آبلہ کو دل فرض کیا گیا ہے۔

عزلت گزین بزم ہین واماندگان دید　　مینائے مے ہے آبلہ پائے نگاہ کا

جو لوگ بزم مین عزلت گزین ہوگئے وہ واماندگان دید یعنی محروم دید ہین اس لئے کہ ان کے پاے نگاہ مین مینائے مے سے آبلے پڑ سے ہین یعنی وہ آنکھین نہین اٹھا سکتے

جیب نیاز عشق نشاندار ناز ہے　　آئینہ ہون شکستن طرف کلاہ کا

عشق کے گریبان نیاز سے حسن کے ناز کا پتہ چلتا ہے یعنی اس کی شکستگی گوشہ کلاہ کا آئینہ بن گیا ہوں یعنی میری حالت نیاز سے اس کی ناز حسن کا پتہ ملتا ہے اور میرے حال تباہ سے اس کی بیرحمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

خود پرستی سے رہے باہم دگر نا آشنا بیکسی میری شریک آئینہ تیرا آشنا

ہم دونوں خود پرستی کی وجہ سے ایک دوسرے کے آشنا نہ ہو سکے میرے حال کی شریک بے کسی رہی اس واسطے میں خود پرست رہا اور تو آئینہ پر جان دیتا رہا اس واسطے تو خود بین رہا۔ غرضکہ خود بینی نے یہ تفرقہ ڈالا۔

بے دماغی شکوہ سنج رشک ہمدیگر نہیں یار تیرا جام مے خمیازہ میرا آشنا

بد دماغی ایک دوسرے کے رشک کی شکوہ سنج نہیں ہوتی۔ تمہارا رفیق جام مے ہے اور خمیازہ یعنی انتظار شراب میں انگڑائیاں لینا میرا انیس ہے۔ بس چلئے دونوں برابر ہوگئے۔ نہ تمہیں فرصت نہ ہمیں۔

جوہر آئینہ جز رمز سر مژگان نہیں آشنا کی ہمدگر سمجھے ہے ایما آشنا

جوہر آئینہ کوئی چیز نہیں ہو یہ میرے معشوق کے سر مژگان کے رموز ہیں۔ آشنا کے اشارے آشنا ہی خوب سمجھتا ہو وہ آئینہ آشنا ہو لہذا اس کی مژگان کے اشارے آشنا خوب سمجھ رہا ہے۔

ربط یک شیرازۂ وحشت ہیں اجزائے بہار سبزہ بیگانہ صبا آوارہ گل نا آشنا

بہار اجزاے وحشت کے شیرازہ کا ربط ہے۔ یعنی بہار کی وجہ سے چند اجزاے وحشت جمع ہو گئے ہیں کیونکہ سبزہ بیگانہ ہے۔ صبا آوارہ ہے۔ گل نا آشنا ہے۔ بقول سعدیؒ ؎

چار طبع مخالف و سرکش

چند روزے بوند با ہم خوش

سبزہ بیگانہ سبزہ خود رو کو کہتے ہیں۔ صبا کو آوارہ۔ مضطرب لکھتے ہیں۔ پھول نا آشنا ہے۔

نشہ میں گم کردہ راہ آیا وہ مست فتنہ خو ۔۔۔ آج رنگ رفتہ دور گردش ساغر ہوا

وہ مست فتنہ خو راہ بھول کر نشہ میں آج میری بزم میں آگیا اور اسی کی وجہ سے میرا وہ رنگ جو مدتوں سے اڑ گیا تھا آج دور گردش ساغر بن گیا یعنی دور ساغر میں ایک رنگ پیدا ہو گیا۔

زاہد گردیدن ہے گرد خانہ ہائے منعماں ۔۔۔ دانہ تسبیح سے میں مہرہ در ششدر ہوا

زہد کے معنی صرف یہ ہیں کہ چند منعموں کے گھروں کے گرد گھوما کریں۔ جب سے میں نے تسبیح سنبھالی ہے اس وقت سے وہ مہرہ بن گیا ہوں جو ششدر میں پھنس جاتا ہو۔ واضح ہو کہ مہرہ جب ششدر میں پھنس جاتا ہے تو رہائی غیر ممکن ہو جاتی ہے اور وہ پھر نکل نہیں سکتا ہے مگر اس وقت کہ حریف خود اس کو نکال دے۔

اے بہ ضبط حال نا افسردگاں جوش جنوں ۔۔۔ نشہ ہے اگر یک پردہ نازک تر ہوا

اے وہ شخص کہ تو ہم افسردہ لوگوں کا حال ضبط کر رہا ہے یعنی اس کو لکھ رہا ہے یا دیکھ رہا ہے تجھے کچھ معلوم بھی ہے جنوں وہ چیز ہے کہ اگر ہلکا سا ہو اور اس کا اک نازک پردہ پڑا ہو تو وہ نشہ ہے یعنی بہت لطیف اور عمدہ چیز ہے یا اس میں بھی وہ خواص موجود ہیں جو نشے میں ہوا کرتے ہیں۔

اس چمن میں ریشہ واری جس نے سر کھینچا اسد ۔۔۔ تر زبان لطف جام ساقی کوثر ہوا

اے اسد اس چمن میں یعنی دنیا میں یا باغ شعر میں جس نے ریشۂ نخل کی طرح وسعت پیدا کی وہ ساقی کوثر کی تعریف پر ضرور آمادہ ہوا۔ یا ساقی کوثر کا فیض اس کو ضرور پہونچا۔

دود میرا سنبلستان سے کرے ہے ہمسری ۔۔۔ بسکہ شوق آتش گل سے سراپا جل گیا

چونکہ مجھے شوق آتش گل نے جلایا تھا اس واسطے میرا دھواں سنبلستان کی طرح نکلتا ہے اور یہ اثر ہے اسی جلنے کا۔

شمع رویاں کے سر انگشت حنائی دیکھ کر ۔۔۔ غنچۂ گل پرفشاں پروانہ آسا جل گیا

شمع رویوں (معشوقوں) کی مہندی لگی انگلیوں کی پور دیکھ کر غنچۂ گل رشک سے پروانے کی طرح پروں کو پھڑپھڑاتا ہوا جل گیا۔ پروانہ کو غنچہ سے اس لحاظ سے تشبیہ دی گئی کہ دونوں میں تشبیہ کی وجہ پر موجود ہیں۔ غنچہ کے پر وہی اس کی پتیاں ہیں جو اس میں موجود ہیں۔

تا کجا افسوس گرمی ہائے صحبت اے خیال
دل ز آتش خیزیٔ داغ تمنا جل گیا

اے خیال تو اس گرمی صحبت کا کہاں تک افسوس کیا کرے گا میرا دل داغہائے تمنا کی آتش خیزی سے خاک ہو کر رہ گیا ہے۔

ہے اسد بیگانۂ افسردگی اے بیکسی
دل ز انداز تپاک اہل دنیا جل گیا

اسد افسردگی سے بیگانہ ہے یعنی اس میں افسردگی نہیں ہے۔ اے بیکسی اس کے دل کو تپاک اہل دنیا نے جلا دیا ہے۔ اسی شعر کو صاف کر کے یوں کہا گیا ہے لہذا جو اس کی شرح ہے وہی اس کی ہے

میں ہوں اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل
دیکھ کر طرز تپاک اہل دنیا جل گیا

جان دادگان کا حوصلہ فرصت گداز ہے
یاں عرصۂ تپیدن بسمل نہیں رہا

جو لوگ کہ جان دے رہے ہیں اُن کا حوصلہ یہی ہے کہ ان کے زمانہ فرصت کو فنا کر دے اسی لئے اس میدان میں تپیدن بسمل کا عرصہ نہیں رہا یعنی جو جاندادہ ہیں ان کے حوصلہ نے انھیں تڑپنے کی بھی مہلت نہیں دی اور دم بھر میں ختم کر دیا۔

اے آہ میری خاطر وابستہ کے سوا
دنیا میں کوئی عقدۂ مشکل نہیں رہا

اے آہ دنیا میں ایک میرا دل ہی ایسا ہے کہ اس میں کشادگی پیدا نہیں ہوتی ورنہ کوئی عقدہ ایسا نہیں جو حل نہ ہوا ہو اور جس میں کشادگی، ورو اشدگی کی صورت نہ پیدا ہوئی ہو۔

ہر چند میں ہوں طوطی شیریں سخن ولے
آئینہ آہ میرے مقابل نہیں

یعنی مین اگرچہ طوطی شیرین سخن ہون مگر وہ طوطی کہ اسکے سامنے کبھی آئینہ نہین رہا کہ وہ کچھ باتین کرتا مطلب یہ ہو کہ مین کامل ہون مگر مجھے اپنے کمالات دکھانے کا کبھی کوئی موقعہ نہین ملا۔

اندازِ نالہ یاد ہین سب مجکو پر اسدؔ ۔ جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا

انداز نالہ سب مجکو یاد ہین مگر سب بیکار ہین اس واسطے کہ مجھے جس دل پر ناز تھا اب دل ہی نہین۔

خلوتِ آبلۂ پا مین ہے جولان میرا ۔ خون ہو دل تنگئ وحشت سے بیابان میرا

میرا جولان جنون خلوت آبلۂ پا کے لئے محدود ہو کر رہ گیا ہے اور گویا میرا بیابان میری تنگی وحشت سے خون ہوگیا ہو یعنی وہ بیابان جو میرے جولاں وحشت کے لئے مخصوص تھا وہ اب آبلۂ پا مین آگیا ہے۔ اور ظاہر ہو کہ آبلۂ پا مین سوائے خون کے اور کچھ بھی نہین ہے یہ صرف ایک خیالی مضمون ہو۔

ذوقِ سرشار سے بے پردہ ہو طوفان میرا ۔ موج خمیازہ ہو ہر زخم نمایان میرا

اپنے ذوق سرشار یعنی تمام تر جوش سے میرے دل کا طوفان بالکل بے حجاب ہوگیا ہے اور میرا ہر زخم نمایان اس طوفان کی ایک موج خمیازہ ہو گویا طوفان دل کی موج سے انگڑائیان لے رہا ہے اور اپنے ذوق سرشار کی وجہ سے بالکل عریان نظر آتا ہو۔

بوئے یوسف مجھے گلزار سے آتی تھی اسدؔ ۔ دے نے برباد کیا پیرہن تان میرا

گلزار سے مجھے اپنے یوسف کی بو آتی تھی مگر افسوس ہے کہ اے اسد خزان نے اس کو برباد کردیا۔ گلزار ایک پیرہنستان تھا اور یہ مشہور ہے کہ پیراہن یوسف کی حضرت یعقوب نے دور سے بو سونگھی تھی۔

بت پرستی ہو بہار نقشبندیہائے دہر ۔ ہر صریر خامہ مین اک نالۂ ناقوس تھا

زمانہ کی نقش بندی گویا کہ بت پرستی ہے اور حالت نقاشی مین گردش تعلیم سے جو آواز نکلتی ہے وہ گویا صدائے ناقوس ہی۔

کل اسد کو ہم نے دیکھا گوشۂ میخانہ مین   دست برسر سر بزانوے دل مایوس تھا

ہم نے کل اسد کو اس حالت مین گوشۂ میخانہ مین دیکھا کہ افسوس اور تحسرت دست بر سر اور سر بزانو تھا۔ یہ شعر ایک تصویر ہی نہ معلوم کیونکر انتخاب کی زد مین آگیا۔

نہین ہی بازگشت سیل غیر از جانب دریا   ہمیشہ دیدہ گریان کو آب فتنہ در جو تھا

رو کی بازگشت ہمیشہ دریا کی طرف ہوا کرتی ہے اور اکثر دریا ہی سے سیلاب آتا بھی ہے اسی وجہ سے کہتا ہے میری چشم گریان گویا ایک دریا ہے جس سے ہمیشہ سیلاب اٹھتا ہے اور اسی کی طرف پلٹ جاتا ہو اور یہ سلسلہ جاری ہی۔

رہا نظارہ وقت بے نقابیہا بخود لرزان   سر شک آگین مژہ سے دست از جان شستہ ابرو تھا

میرا نظارہ بحالت بے نقابی بھی لرزتا رہا اور اس کی طرف دیکھ نہ سکا گویا کہ سرشک آلودہ پلکون سے میرا ابرو دست از جان شستہ تھا۔

رکھا غفلت نے دور افتادۂ ذوق فنا ورنہ   اشارت فہم کو ہر ناخن بریدہ ابرو تھا

ہماری غفلت نے ہم کو ذوق فنا سے دور رکھا ورنہ دنیا مین جو ناخن بریدہ تہا وہ اشارہ سمجھنے والے کے لئے ایک ابرو کا کام دے رہا تھا جو فنا ہونے کے لئے اشارے کر رہا تھا۔

اسد خاک در میخانہ اب سر پر اڑاتا ہون   گئے وہ دن کہ پانی جام سے کا تا بزانو تھا

اے اسد اب میخانہ کے دروازے کی خاک اڑاتا ہون یعنی بدنصیبی اور کربت کا زمانہ ہو وہ زمانہ گیا جبکہ جام مے کا پانی میرے زانو تک چڑھا ہوا تھا۔ یعنی وہ زمانہ رخصت ہوگیا جب عشرت و فراغت حاصل تھی۔

بحسرت گاہ ناز کشتۂ جان بخشئ خوبان   خضر کو چشمۂ آب بقا سے تر جبین پایا

معشوقون کی جان بخشی کے کشتون کی حسرت گاہ ناز مین خضر کو چشمۂ آب بقا سے شرمندگی حاصل ہو رہی ہے یعنی وہ لوگ جو معشوقون کی انداز مسیحائی پر مرٹے ہین اُن کی حسرت گاہ ناز اس چشمۂ آب حیات سے اچھی ہے جو حضرت خضر کو حاصل ہے

اسد کو پیچ و تاب طبع برق آہنگ مسکن سے
حصارِ شعلۂ جوالہ مین عزلت گزین پایا

اسد کو وہ پیچ و تاب طبع ہے کہ برق مین مسکن بنانے کا ارادہ رکھتا ہے اسی سبب سے وہ شعلۂ جوالہ کے قلعہ مین گوشہ نشین رہتا ہے یعنی اپنی طبیعت کے پیچ و تاب سے ہمیشہ سوز غم مین مبتلا رہتا ہے۔

کرے گر فکر تعمیر خرابی ہائے دل گردون
نہ نکلے خشت مثل استخوان بیرون قالب سے

اگر آسمان کہین یہ ارادہ کرے کہ ویران دلون کو تعمیر کرون تو یقینی ہے کہ اینٹ سانچے سے باہر نہ نکلے جس طرح کہ ہڈی قالب جسم سے علیحدہ نہین نکلتی۔

عیادت ہا طعن آلود یاران زہر قاتل ہے
رفوئے زخم کرتی ہے بنوک نیش عقرب ہا

میرے احباب جو میری عیادت کے لئے آتے ہین اور مجھے مطعون کرتے ہین یا ان کی عیادت مین جو ایک قسم کی منافقت شامل ہے وہ زہر قاتل کا کام کرتی ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے وہ عیادت زخم کا رفو تو کرتی ہے مگر بچھو کے ڈنک کی نوک سے رفو کرتی ہے جو اور زیادہ باعث اذیت ہے

اسد کو بت پرستی سے غرض درد آشنائی ہے
نہان ہین نالۂ ناقوس مین در پردہ یا رب ہا

اسد جو بت پرستی کرتا ہے اس بت پرستی سے اس کا مقصود یہ ہے کہ وہ درد آشنا ہو جائے اس کے نالۂ ناقوس مین شور یا رب مخفی ہے۔ درد و غم مین اکثر یا رب یا اللہ وغیرہ اور اسی قسم کے کلمے منہ سے نکل جاتے ہین۔

بہ رہن شرم ہے با وصف شہرت اہتمام اس کا
نگین مین جون شرار سنگ ناپیدا ہے نام اس کا

اس کا اہتمام اُس کی غم خواری باوجود شہرت کے ہنوز پردۂ شرم مین ہے اور اس طرح اس کا نام نگینہ مین ناپید اور مخفی ہے جیسے کہ آگ پتھر مین ہوا کرتی ہے۔

سرِ کارِ تواضع تا خمِ گیسو رسانیدن   بسانِ شانہ زینت ریز ہی دستِ سلام اسکا

اُس کی تواضع کا سروکار بس اتنا ہی ہے کہ وہ دیکھنے والے کو خمِ گیسو تک پہنچا دے بس اسی قدر اس کا کام ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ سلام کے لئے جب ہاتھ اٹھاتا ہے تو ہاتھ جو گیسو تک پہونچتا ہے وہ شانہ کی طرح زینت ریزی کرتا ہے یعنی خمِ گیسو کی اطلاع دیکر دنیا کو اور فریفتگی پر آمادہ کرتا ہے۔

مسی آلودہ ہی مہرِ نوازشنامہ پیدا ہی   کہ داغِ آرزوئے بوسہ لایا ہی پیام اسکا

اس کے نوازشنامہ کی مہر مسی آلودہ ہو رہی ہے اور اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کا خط داغ آرزوئے بوسہ کا پیغام لایا ہے۔ چونکہ مُہر بھی داغ سے مشابہ ہوتی ہے اس واسطے یہ اشارہ پیدا ہوتا ہے مسی چونکہ ہونٹون پر لگائی جاتی ہی اس سے بوسہ کا اشارہ مفہوم ہوتا ہے گو صورت داغ مین۔

بہ اُمیدِ نگاہِ خاص ہوں محمل کشِ حسرت   مبادا ہو عنان گیرِ تغافل لطفِ عام اسکا

مین ایک نگاہ خاص کی امید پر محمل حسرت کھینچ رہا ہون یعنی حسرتین کر رہا ہون کہین ایسا نہو کہ اس کا لطف عام اس کو تغافل پر آمادہ کر دے یعنی وہ یہ سمجھے کہ سب مین یہ بھی شریک ہے پھر نگاہ خاص کی احتیاج کیا ہے۔ عنان گیر اور محمل کش حسرت دونون الفاظ مناسب ہین۔

اُڑا دے گر وہ بزمِ مے کشی مین قہر و شفقت کو   بھرے پیمانۂ صد زندگانی ایک جام اسکا

اگر شراب نوشی کی محفل مین وہ مہربانی اور قہر دونون کو لڑا دے۔ یعنی دونون سے کام لے تو بلا شک اس کا ایک جام زندگی کے سو پیمانے بھر دے یعنی

اُس کی ایک مہربانی سو قہر پیدا کرے۔

اسدؔ سودائے سرسبزی سے ہے تسلیم رنگین تر — کہ کشتِ خشک اس کا ابرِ بے پروا خرام اس کا

اے اسد سرسبزی کے خیال سے تسلیم کا شیوہ بہت بہتر ہے اور حصولِ مقصد کی تمنا سے ناامیدی اور ناکامی کا طریقہ اچھا ہے کیونکہ اس حالت میں دونوں کا تقابل ہو جائے گا ادہر اس کا کھیت خشک ہوگا اور ادہر اس کا ابر بے پروا خرام ہوگا۔ نہ اس کو اس کی خواہش ہوگی اور نہ اس کو اس کی تمنا ہوگی۔

یاد روزے کہ نفس در گرد یارب تھا — نالۂ دل بہ کمر دامن قطعِ شب تھا

وہ بھی کیا دن تھے کہ جب ہماری ہر سانس پر یارب یارب کا ہنگامہ برپا رہتا تھا۔ یعنی غم سے ہر وقت یارب تو ہے یارب تو ہے کہا کرتے تھے اور ہمارے دل کا نالہ وہ دامن بنا ہوا تھا جو مسافر کمر سے باندھ لیتے ہیں۔ گویا ہماری رات ہمارے لئے ایک ناپیدا کنار جنگل تھی اور ہم اس کے قطع کرنے کے لئے نالہ کا دامن کمر سے باندھے ہوئے تھے اور اس بے پایاں صحرا میں رہنوردی کر رہے تھے۔

بہ تحیر کدۂ فرصتِ آرایشِ وصل — دلِ شب آئینہ دارِ تپشِ کوکب تھا

آرایشِ وصل کی فرصت گویا ایک حیرت کدہ تھی جس میں رات کا دل تاروں کے تڑپنے کا آئینہ دار تھا۔ تاروں کی تڑپ وہی حالت جو ان میں ہر دیکھنے والے کو معلوم ہوا کرتی ہے۔

بہ تمنا کدۂ حسرتِ ذوقِ دیدار — دیدہ کو خون ہوئے تماشائے چمن مطلب تھا

حسرتِ ذوقِ دیدار کے تمنا خانہ میں آنکھ کو خون ہونا منظور تھا گر مقصد یہی تھا کہ چمن کا تماشہ کرے۔ اس صورت میں چاہے کچھ بھی سر پہ گزر جائے۔

پردۂ دردِ دل آئینۂ صد رنگ نشاط — بخیۂ زخمِ جگر خندۂ زیرِ لب تھا

درد دل ایک پردہ تھا جو خوشی کے سو رنگون کا آئینہ دار بنا ہوا تھا اور زخم جگر کا بخیہ خندۂ زیر لبی کا کام دیتا تھا۔

نالہا حاصلِ اندیشہ کہ چون کشتِ سپند — دلِ ناسوختہ آتش کدۂ صد تب تھا

میری فکر اور میرے اندیشہ کا ماحصل نالہ تھا۔ کیونکہ کالے دانے کے کھیت کی طرح میرا دل ناسوختہ سیکڑون تب و تاب کا مخزن تھا گویا وہ ایک آتش کدہ تھا۔
مطلب یہ ہی کہ میری ہر فکر کا حاصل نالہ ہے جیسے کہ سپند کا کھیت ہرگز جلا نہین ہے۔ مگر اس کا حاصل یہی ہے کہ اس کا ہر دانہ جلایا جاسے یہ ظاہر ہے کہ کالا دانہ دفع نظر بد کے لئے جلاتے ہین۔

عشق مین ہم نے ہی ابرام سے پرہیز کیا — ورنہ جو چاہئے اسباب تمنا سب تھا

یہ کچھ ہمین نے عشق مین ضد اور ابرام سے ہمیشہ پرہیز کیا ورنہ جو چاہئے وہ اسباب تمنا سب موجود تھا اور کرتے تو ابرام کر سکتے تھے۔

آخر کار گرفتارِ سرِ زلف ہوا — دلِ دیوانہ کہ وارستۂ ہر مذہب تھا

صاف شعر ہی کہ میرا دل دیوانہ کسی مذہب اور ملت کی پروا نہ کرتا تھا اور آزاد تھا مگر آخر کار اس کو گرفتار زلف ہونا پڑا۔

شوق سامانِ فضولی ہو وگرنہ غالب — ہم مین سرمایۂ ایجادِ تمنا کب تھا

شوق کی وجہ سے یہ تمام سامان فضول جمع ہوتے ہین اور یہ ہم کو پریشان کرتا ہے ورنہ اے غالب اصل واقعہ یہ ہے کہ ہم مین کبھی ایجاد تمنا کا مادہ تھا ہی نہین یہ جو کچھ فضولیات ہین سب شوق کی بدولت ظہور مین آئی ہین۔

شب کہ دل گرمِ خیالِ جلوۂ جانانہ تھا — رنگِ روئے شمع برقِ خرمنِ پروانہ تھا

کل رات کو جب دل جلوۂ معشوق کے خیال مین سرگرم تھا اس وقت شمع کا رنگ رو خرمن پروانہ کے لئے برق خرمن بنا ہوا تھا۔ اس سے دو مطلب نکل سکتے ہین ایک یہ کہ خیال جلوہ ایک برق خاطف تھا اور میرا دل خرمن پروانہ بنا ہوا تھا۔ دوسرے یہ کہ میرے اس خیال کا اثر سب پر محیط تھا اور اسی وجہ سے رنگ روے شمع خرمن پروانہ کے لئے برق بن گیا تھا۔

شب کہ باندھا خواب مین آنیکا غافل نے جنا وہ فسونِ وعدہ میرے واسطے افسانہ تھا

رات جو اُس غافل نے خواب مین آنے کا عہد کیا تھا وہ ایک افسون تھا اور اُس نے میرے حق مین افسانے کا کام دیا تھا۔ یعنی اس کا وعدہ سنتے ہی مجھے نیند آگئی

دود کو آج اسکے ماتم مین سیہ پوشی ہوئی وہ دلِ سوزان کہ کل تک شمعِ ماتم خانہ تھا

آج دھوان اس دل کے ماتم مین سیہ پوش ہو رہا ہے جو دل سوزان کل تک شمع ماتم خانہ بنا ہوا تھا۔ یہ شعر گویا اس شعر کی شرح مین کہا گیا ہے ؎

شمع جلتی ہے تو اُس مین سے دھوان اٹھتا ہے
شعلۂ حسن سیہ پوش ہوا میرے بعد

ساتھ جنبش کے بیک برخاستن طے ہو گیا تو کہے صحرا غبارِ دامنِ دیوانہ تھا

ادھر مین نے جنبش کی اور اٹھا اور ادھر صحراے زیست یا صحراے وحشت یا مطلق صحرا کی تمام مسافت طے ہو گئی گویا کہ صحرا صحرا نہ تھا بلکہ دامن دیوانہ کا ایک غبار تھا جو ایک ذرا سی جنبش مین ختم اور طے ہو گیا ؎

یک قدم وحشت سے درسِ دفترِ امکان کھلا
جادہ اجزاے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

دیکھ اُسکے ساعدِ سیمین و دستِ پرنگار شاخِ گل جلتی تھی مثلِ شمع گل پروانہ تھا

اُس کے ساعدِ سیمین اور دستِ رنگین کو دیکھ کر رشک سے شاخ گل شمع کی مانند جل رہی

تھی اور گل شکل پروانہ بنا ہوا تھا۔ جیسے ساعد سیمین کو شاخ گل سے اور دست نگارین کو گل سے تشبیہ دی ہے اسی طرح شاخ گل کو شمع اور گل کو پروانہ شمع سے تشبیہ دی گئی ہے شاخ گل مین وجہ شبہ درازی اور پھول مین جو شمع مین بھی موجود ہین بوجہ شعلہ اور گل شمع کے پروانہ مین اور گل مین وجہ شبہ پتیان ہین چونکہ پروانہ مین پر اور پھول مین پتیان ہین اس لئے تشبیہ دی گئی ہے۔

بسکہ جوش گریہ سے زیر و زبر ویرانہ تھا چاک موج سیل تا پیراہن دیوانہ تھا

چونکہ دیوانہ کے جوش گریہ کی وجہ سے ویرانہ زیر و زبر ہو رہا تھا اس لئے سیلاب کی موج کا چاک گریبان دیوانہ کے پیراہن تک پہونچ گیا تھا۔ یعنی اس قدر رویا تھا کہ سیل اشک تا بہ زانو پہونچ گئی تھی۔

وصل مین بخت سیہ نے سنبلستان گل کیا رنگ شب تہ بندی دود چراغ خانہ تھا

شب وصل مین میرے بخت کی رسائی نے سنبلستان پیدا کر دیا تھا اسی کی وجہ سے رنگ چراغ خانہ کی تہ بندی معلوم ہوتا تھا گویا رنگ شب رنگ شب نہ تھا بلکہ وہ پھیلا ہوا دھوان تھا۔ جو شمع خانہ یا چراغ خانہ کی وجہ سے پریشان ہوا۔

موسم گل مین مے گلگون حلال میکشان عقد وصل دخت رز انگور کا ہر دانہ تھا

موسم گل مین مے گلگون میکشون کے لئے حلال ہے کیونکہ یہ حلال زادی ہے اسلئے انگور کا ہر دانہ گویا کہ دختر رز کا عقد تھا پھر جب عقد ہو گیا تھا تو اس سے جو چیز پیدا ہوئی وہ یقیناً حلال ہی ہے۔ میر سوز کا ایک شعر ہے ؎

یہ دختر رز حرام زادی مردار

مینا بازار کی ہے رہنے والی

انتظار جلوہ کاکل مین ہر شمشاد باغ صورت مژگان عاشق صرف عرض شانہ تھا

اس جلوہ کاکل کے انتظار مین باغ کا ہر شمشاد عاشق کے مژگان کی طرح شانہ بننے کی تمنا

مین مو تھا یعنی چاہتا تھا کہ شاد بن جاؤن اور اس کے جلوہ کامل تک رسائی ہو۔

حیرت اپنی نالۂ بیدرد سے غفلت بنی   راہ خوابیدہ کو غوغائے جرس افسانہ تھا

میری حیرت میرے اس نالہ کی وجہ سے جس مین درد شامل نہ تھا غفلت کی صورت مین آگئی یعنی اس کی گرانی بڑھ گئی گویا غوغاے جرس نے راہ خفتہ کے حق مین افسانہ کا کام دیا اور اس خواب کو اور سنگین بنا دیا مطلب یہ ہی کہ نالہ بھی مفید مطلب نہوا بلکہ اور ضد بن گیا۔

کو بہ وقت قتل حق آشنائی اے نگاہ   خنجر زہراب دادہ سبزہ بیگانہ تھا

اے نگاہ تونے جو مجھے قتل کیا یہ تو خوب کیا لیکن یہ تو بتا کہ وہ حق آشنائی کہان ہی جو مجھ مین اور تجھ مین تھا کیونکہ تونے مجھے زہراب دادہ خنجر سے قتل کیا اور خنجر مشابہ تھا سبزۂ بیگانہ سے تو گویا از راہ بیگانگی قتل کیا لہذا مجھے یہ کہنے اور پوچھنے کا حق ہے کہ وہ حقوق آشنائی کیا ہوے۔

جوش بے کیفیتی ہی اضطراب آب را اسد   ورنہ بسمل کا تڑپنا لغزش مستانہ تھا

چونکہ اس مین بے کیفیتی ہی یعنی اس مین کوئی کیفیت نہین ہی اس واسطے باعث اضطراب ہے ورنہ دراصل بسمل کا تڑپنا لغزش مستانہ ہوتا۔ یعنی اس مین اگر کوئی خاص کیفیت ہوتی تو یہ بڑی لطیف چیز تھی۔

شکوۂ یاران غبار دل مین پنہان کر دیا   غالب ایسے گنج کو شایان یہی ویرانہ تھا

یارون کا شکوہ دل کے غبار مین پوشیدہ کر لیا ہی۔ اے غالب واقعی یہ ایک خزانہ تھا اور دراصل اس کو ایسے ہی ویرانے کی ضرورت بھی تھی۔

اے اسد رویا جو دشت غم مین مین حیرت زدہ   آئینہ خانہ ہجوم اشک سے ویرانہ تھا

اے اسد مین حیرت زدہ جو دشت غم مین رویا تو ہجوم اشک کی وجہ سے ویرانہ ایک آئینہ خانہ

بن گیا۔ پانی کی سطح کو آئینہ خانہ سے تشبیہ دی ہو اور یہ بہترین اور مکمل تشبیہ ہو۔

فسانِ تیغِ نازِ قاتلان سنگِ جراحت ہے — دلِ گرم تپش قاصد ہی پیغامِ تسلی کا

سنگ فسان وہ پتھر جسپر دھار رکھتے ہین۔ کہتے ہین کہ قاتلون کی تیغ ناز کا سنگ فسان عاشق کیلئے سنگ جراحت کا کام دیتا ہو۔ سنگ جراحت کی خاصیت ہے کہ وہ زخم کو خشک کرتا اور بھرتا ہو۔ اور دل گرم تپش گویا ایک قاصد ہو جو گرم روی سے چلا آ رہا ہو اور پیغام تسکین لا رہا ہے۔

یک گام بیخودی سے لوٹین بہار صحرا — آغوش نقش پا مین کیجیے فشار صحرا

ایک قدم حالت بیخودی مین چل کر صحرا کی بہار لوٹین اور آغوش نقش پا مین پورے صحرا کو لیکر دبا دین۔

اے آبلہ کرم کر یان رنجہ اک قدم کر — اے نور چشم وحشت اے یادگار صحرا

اے آبلے اے نور چشم وحشت اے یادگار صحرا جنون آ میرے قدم مین آ اور قدم رنجہ کر کے مجھے ممنون منت کر۔

دیوانگی اسد کی حسرت کش طرب ہے — در سر ہوائے گلشن در دل غبار صحرا

اسد کی دیوانگی کو طرب اور خوشی کی حسرت اور تمنا ہے اس کے سر مین گلشن کی ہوا ہو اور دل مین صحرا کا غبار یعنی خواہش بھری ہوئی ہے یعنی وہ چاہتا ہے کہ آزادانہ صحرا گردی کرے جو اس کی عین خوشی اور مسرت ہو۔

وحشی بن صیاد نے ہم رم خوردون کو کیا رام کیا
رشتۂ چاک جیب دریدہ صرف قماش دام کیا

ہمارا صیاد خود وحشی بنا اور اس نے ہم وحشیون کو اپنا مطیع بنا لیا۔ چونکہ وہ وحشی تھا لہذا اس نے گرفتار کرنے کی ترکیب بھی ایسی ہی سوچی کہ چاک جیب دریدہ کا رشتہ

پوشاک دام مین صرف کیا۔

عکس رُخ افروختہ تھا تصویر بہ پشت آئینہ

شوخ نے وقتِ حسن طرازی تمکین سے آرام کیا

اُس کا دیکھتا ہوا روشن رخسارہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پشت آئینہ پر تصویر معلوم ہوتی
ہے گویا اس شوخ نے اپنی حسن طرازی کے وقت تمکین کو چھوڑ دیا تھا۔

مُہر بجائے نامہ لگائی بر لب پیک نامہ رسان

قاتل تمکین سنج نے یون خاموشی کا پیغام دیا

میرے قاصد کو اُس نے خط تو نہ دیا مگر اُس کے لب پر مہر لگا دی قاتل تمکین سنج نے
اس اشارے سے گویا کہ خاموش رہنے کا پیغام بھیجا ہے۔

شام فراق یار مین جوشِ خیرہ سری سے ہم نے اسد

ماہ کو در تسبیح کواکب جائے نشین امام کیا

اے اسد ہم شام فراق یار مین اختر شماری کرتے وقت اپنی خیرہ سری کے جوش مین
یہ سمجھے کہ تسبیح پڑھ رہی ہین اور اس تسبیح مین چاند امام ہے باقی اور ستارے دانے ہین

عیادت سے اسد مین بیشتر بیمار رہتا ہون   سبب ہے ناخنِ دخلِ عزیزان سینہ خستن کا

اے اسد مین اپنے اُن عزیزون سے جو میری عیادت کے لئے آتے رہتے ہین اور
بھی زیادہ بیمار رہتا ہون گویا دخل عزیزان ایک ناخن ہے جو بہت زیادہ میری
سینہ خراشی کرتا ہے۔

عشق تر سا بچہ و ناز شہادت مت پوچھ   کہ کلہ گوشہ بہ پروانہ تر سیر آیا

ایک ترسا بچہ کا عشق اور اسیر شہادت کا ناز۔ کیا اس افتخار کی حالت پوچھتا ہو۔ یوں سمجھ کہ گوشۂ کلاہ پرواز پر تیر کی بلندی پر جا پہونچا۔ یعنی انتہائی سربلندی حاصل ہوئی۔

اے خوشا ذوقِ تمنائے شہادت کر آبد بے تکلف بسجودِ خمِ شمشیر آیا

اے آمد تمنائے جوشِ شہادت کا مجکو کتنا ذوق و شوق تہا کہ بے تکلف خم شمشیر کے سجدہ کرنے کے لئے آگیا۔

سیر آنسوئے تماشا ہے طلب گاروں کا خضر مشتاق ہو اس دشت کے آواروں کا

تیرے طلب گاروں کا مقام سیر وہ ہو جو آنسوے تماشا آباد ہو۔ خضر اُس جنگل کے آواروں کی ملاقات کا مشتاق اور آرزومند ہے۔ سیر آنسوے تماشا ایسی ہی ترکیب اور ویسی ہی تخیل ہے جیسے کہ عدم سے پرے۔

دادخواہ تپش و مہر خموشی بر لب کاغذ سرمہ ہے جامہ ترے بیماروں کا

تپش کی دادخواہی کرنا چاہتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ خموشی کی مُہر لب پر لگی ہوئی ہے کچھ کہہ سکتے نہیں ہیں تو اس حالت میں اُن کا جامہ کاغذی جو دادخواہی کا نشان ہے گویا کاغذ سرمہ بن گیا ہو اور یہ ظاہر ہے کہ سرمہ خاموش کر دیتا ہو۔

وحشت نالہ بہ واماندگی وحشت ہے جرس قافلہ یاں دل ہو گرانباروں کا

چونکہ وحشت واماندہ ہوگئی ہو اس لئے اب نالہ کی وحشت آئینہ سوار ہے گویا گرانباروں کا دل جرس قافلہ ہو کہ وہ واماندگی وحشت نالہ میں گرفتار رہوتے ہیں۔

پھر وہ سوئے چمن آتا ہے خدا خیر کرے رنگ اُڑتا ہو گلستاں کے ہوا داروں کا

وہ ظالم پھر چمن کی طرف آرہا ہے۔ خدا معلوم اب کیا گل کھلاے گا۔ سیر خواہان گلشن کا رنگ اڑا جاتا ہو کہ دیکھے اب کیا ہوگا۔

جلوہ مایوس نہیں دل نگرانی غافل چشم امید ہو روزن ... ...

اے غافل دل نگرانی کی ضرورت ہے وہ جلوہ ہے کچھ پا بوس نہیں ہے کیونکہ تیری دیوار کا روزن
چشم بینا کا کام کرتا ہے اس طرح سے میرا انتظار پا بوس جلوہ نہیں ہے۔

اسد اے ہرزہ درا نالہ بہ غوغا تا چند
حوصلہ تنگ کرے سبب آزاروں کا

اے ہرزہ درا لوبیہودہ گو اسد یہ نالہ کرکے تو کیوں شور مچا رہا ہے اور کیوں غوغا کر کے
ان لوگوں کا جو بے سبب آزار ہیں حوصلہ تنگ کئے دیتا ہے۔

عیادت سے زبس ٹوٹا ہے دل یاران غمگیں کا
نظر آیا ہے موئے شیشہ رشتہ شمع بالین کا

میری عیادت کرنے سے میرے یاران غمگین کا چونکہ بہت زیادہ دل ٹوٹا اور دل شیشہ کی
طرح ہوتا ہے تو اب شمع بالین کا رشتہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے شیشہ میں بال پڑ گیا ہو

بجائے غنچہ و گل ہے ہجوم خار و خس یا تک
کرے گر بخیہ دامن ہو بہ خندہ گلچین کا

یعنی اب غنچہ و گل کی جگہ کوڑے کباڑ اور خار و خس کا ہجوم یہاں تک ہے کہ گلچین کا خندہ
دامن کے کام آ رہا ہے یعنی دامن میں گل و غنچہ کی جگہ اس کا خندہ ہے یعنی دامن خالی
ہے گلچین ٹھٹھے لگا رہا ہے۔

نصیب آستین ہے حاصل روئے عرق آگین
چنی ہے کہکشان خرمن مہ سے خوشہ پروین کا

اس کے روئے عرق آگین کا عرق آستین کو نصیب ہوتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے
کہ کہکشان خرمن ماہ سے پروین کے خوشے چن رہا ہو۔
اس شعر میں تین تشبیہیں ہیں۔ خرمن ماہ سے روئے یار کو اور کہکشان سے آستین اور
پروین سے قطرہ ہائے عرق کو تشبیہ دی ہے۔ خرمن ماہ مسلمات شعرا سے ہے پروین
ستارہ ہائے معروف جو گچھے کی صورت آسمان پر نمودار ہوتے ہیں۔

اسد ارباب فطرت قدرداں لفظ و معنی ہیں
سخن کا بندہ ہوں لیکن نہیں مشتاق تحسین کا

اے اسد اہل دنیا لفظ و معنی کے قدر دان ہیں شعر و شاعری کا تو دل سے غلام ہوں مگر

شکست اور غرور کا شائق نہیں ہوں اور یہ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

وردِ اسمِ حق سے دیدارِ صنم حاصل ہوا ۔۔۔ رشتۂ تسبیح تارِ جادۂ منزل ہوا

خدا کے نام کے ورد سے ہمکو بتوں کا دیدار حاصل ہو گیا اس وردِ خدانی کے عالم میں جو تسبیح ہی
اس کا تاگا ہمارے واسطے جادۂ منزل بن گیا۔

محتسب سے تنگ ہی از بسکہ کارِ میکشاں ۔۔۔ زر میں جو انگور نکلا عقدۂ مشکل ہوا

چونکہ محتسب کی ذات سے میکشوں کا کام بہت تنگ ہو اس۔ نئے درخت انگور میں جو انگور پیدا
ہوا وہ ایک عقدۂ مشکل بن کر رہ گیا یہ ظاہر ہے کہ انگور کو عقدۂ مشکل کہنا کسقدر لطیف ہے۔

وقتِ شب اس شمع رو کے شعلۂ آواز پر ۔۔۔ گوشِ نسرینِ عارضاں پروانۂ محفل ہوا

اکل رات اس شمع رو کی آواز کے شعلہ پر ان معشوقوں کا عارض ہو نسرن کی طرح گوش
رکھنے والے ہیں پروانۂ محفل بن گیا یعنی اس کی آواز سُن سُن کر بڑے بڑے حسین قربان
ہو گئے۔

عیب کا دریافت کرنا ہی ہنرمندی اسد ۔۔۔ نقص پر اپنے ہوا جو مطلع کامل ہوا

اے اسد عیب کا دریافت کر لینا بھی ہنر ہے یہ سمجھ لے کہ جو شخص اپنے نقص پر اور اپنے
عیب پر مطلع ہو گیا۔ وہ شخص بڑا کامل ہو گیا۔

ہے تنگ زوا ماندہ شدن حوصلۂ پا ۔۔۔ جو اشک گرا خاک میں ہے آبلۂ پا

درماندگی اور کسل نے مجھ صحرا نورد کے حوصلۂ پا کو پست کر دیا ہے اور اب یہ حالت ہے
کہ جو آنسو آنکھ سے گرتا ہے وہ پاؤں کا ایک آبلہ بن جاتا ہے اور بار بار بہت پست ہوتی
چلی جاتی ہی۔

سرمنزلِ ہستی سے ہی صحرائے طلب دور ۔۔۔ جو خط ہی کفِ پا پہ سو ہے سلسلۂ پا

ہستی کی منزل سے صحرائے طلب بہت دور ہے یوں سمجھو کہ کف پا کے اوپر جو خط ہے وہ پاؤں کے لئے ایک زنجیر ہے کہ چلنے سے روکتا ہے۔

دیدار طلب ہے دل واماندہ کہ آخر ۔۔۔ نوک سر مژگان سے رقم ہو گلۂ پا

بہت تھکے ہوئے اور واماندہ دل کو دیدار کی خواہش ہے ایسا چاہتا ہوں کہ آخر کار میری شکستہ پائی کا گلہ میری نوک مژگان سے لکھا جائے تاکہ وہ محبوب اس اشارے کو سمجھ لیں اور معلوم کر سکیں کہ میرے دل میں کیا حسرتیں تھیں۔ اس قسم کے شعر متقدمین بہت کہتے تھے چنانچہ مرزا ہی کے دو شعر یہ ہیں ؎

مدفن عاشق سے اگتی ہے جو کوسوں تک حنا ۔۔۔ کس قدر یارب ہلاک حسرت پابوس تھا
آنکھ کی تصویر سرنامہ پہ کھینچی ہے کہ تا ۔۔۔ تجھ پہ کھل جاوے کہ مجھ کو حسرت دیدار ہے

آیا نہ بیابان طلب کام و زبان تک ۔۔۔ تبخالۂ لب ہو نہ سکا آبلۂ پا

میری طلب کا بیابان جو میرے دل میں پوشیدہ ہے وہ ہمیشہ دل ہی میں مستور اور منزوی رہتا ہے کبھی دل سے زبان تک نہیں آتا یعنی اس کا گلہ یا بیان کبھی میری زبان تک نہیں آتا جیسے کبھی پاؤں کا آبلہ تبخالۂ لب نہیں بنتا ہے

فریاد سے پیدا ہے اسد گرمی وحشت ۔۔۔ تبخالۂ لب ہے جرس آبلۂ پا

اے اسد میری گرمی وحشت میری فریاد سے ظاہر ہو رہی ہے جس سے میرے لب پر چھالے پڑ گئے ہیں گویا کہ میرے لبوں کے چھالے آبلہ پا کے جرس ہیں کہ ان سے ان کی گرمی کا حال کھلتا ہے

بسکہ عاجز نارسائی سے کبوتر ہو گیا ۔۔۔ صفحۂ نامہ غلاف بالش پر ہو گیا

چونکہ میرا کبوتر نامہ بر رسائی منزل مقصود سے عاجز ہو کر گر پڑا تو وہی خط کا کاغذ جو اس کے پاس تھا اس کے تکیہ پر کے لئے غلاف بن گیا اور اب گویا صرف ایک بالش پر کی صورت رکھتا ہے۔

صورت دیباتپش سے میرے غرق خون ہے آج — خار پیراہن رگ نشتر کو نشتر ہو گیا

صورت دیبا وہ صورتیں یا نقوش جو کپڑون پر بناتے ہین مطلب یہ ہے کہ میرے لباس کے کپڑون پر جو پھول پتیان بنی ہین وہ میری تڑپ سے تمام خون مین ڈوبی ہوئی ہین گویا کہ میرا خار پیراہن یعنی میری بیتابی رگ نشترن (چمپلی) کے لئے نشتر بن گئی ہین۔

بسکہ آئینہ نے پایا گرمی رخ سے گداز — دامن تمثال مثل برگ گل تر ہو گیا

آئینہ مین محبوب کی تصویر تھی جس کی گرمی رخسار نے آئینہ کو پگھلا دیا اور اس گداز سے تصویر کا دامن اس طرح بھیگ گیا جیسے پھول کی پتیان تر ہو جاتی ہین۔

شعلہ رخسارا تحیر سے تری رفتار کے — خار شمع آئینہ آتش مین جوہر ہو گیا

اے شعلہ رخسار تیری رفتار کے تحیر سے خار شمع یعنی شمع کی بتی یا رشتۂ شمع آئینہ آتش کے لئے جوہر بن گیا ہے گویا تیرے شعلۂ رخسار کا یہ اثر ہے کہ شمع کا خار آئینہ آتش۔ یعنی آتش مین جوہر بن گیا ہے۔

بسکہ وقت گریہ نکلا تیرہ کاری کا غبار — دامن آلودۂ عصیان گران تر ہو گیا

ندامت عصیان سے گریہ کرنے کے وقت جو تیرہ کاری کا غبار دل سے نکلا اس سے اس دامن مین جو عصیان کی وجہ سے صرف تر تھا۔ اب اور بھی گرانی پیدا ہو گئی پہلے صرف تری اور نمی تھی اب گرانی بھی پیدا ہو گئی اور یہ شعر صادق ہو گیا۔

رونے سے اور عشق مین بیباک ہو گئے
دھوئے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہو گئے

حیرت انداز رہبری عنانگیر اے اسد — نقش پائے خضر یان سد سکندر ہو گیا

رہبر یا رہنما کے انداز کی حیرت میری عنانگیر ہے یعنی مجھے روک رہی ہے نقش پائے خضر میرے واسطے سد سکندر کا کام دے رہا ہے اور مین چلنے سے عاجز ہون۔

گرفتاری مین فرمان خط تقدیر سے پیدا کہ طوق قمری از ہر حلقۂ زنجیر ہے پیدا

گرفتار ہونے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ گرفتاری فرمان خط تقدیر سے ہوئی ہو اور ہر حلقۂ زنجیر سے قمری کے طوق کی تصویر نظر آتی ہو یعنی زنجیر کی خلقت اور آفرینش ہی اسبات پر مبنی تھی کہ قمری کو گرفتار رکھے اور قمری کا طوق بنے۔

زمین کو صفحۂ گلشن بنایا خون چکانی نے چمن بالیدنی ہا از رم نخچیر ہے پیدا

شکار زخم خوردہ جو رم کر رہا اور بھاگ رہا ہو اُس سے خون ٹپکتا جا رہا ہو اور یہی خون کے قطرے جو ٹپکتے جا رہے ہین وہ گل کی صورت ہین ان سے زمین صفحۂ گلشن بنتی جاتی ہے تو گویا رم نخچیر نشو ونما سے چمن کا ترجمان ہو اور اُسی سے نشو ونما سے چمن کا حال معلوم ہوتا ہے۔

مگر وہ شوخ ہی طوفان طراز شوق خونریزی کہ در بحر کمان بالیدہ موج تیر ہے پیدا

شاید وہ شوخ خونریزی کے شوق کا طوفان اٹھا رہا ہے کہ کمان کے دریا مین موج تیر مین برابر تلاطم اور بالیدگی پیدا ہوتی جاتی ہو

نہین ہو کف لب نازک پہ فرط نشہ سے لطافت ہاے جوش حسن کا سر شیر ہے پیدا

اس کے لب نازک پر جوش نشہ سے مین جو کف آرہی ہین اُن کو کف نہ سمجھنا چاہیئے بلکہ حسن کے جوش کی لطافت سے یہ بالائی کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔

عروج نا امیدی چشم زخم چرخ کیا جانے بہار بے خزان از آہ بے تاثیر ہے پیدا

چشم زخم چرخ کو نا امیدی کے عروج کا حال کیا معلوم۔ وہ کیا جانے کہ نا امیدی کا عروج کیونکر ہوتا ہو۔ اگر بہار بیخزان دیکھنا ہو تو ہماری آہ بے تاثیر کو دیکھے۔

اسد جوش قوی سے ذرہ بیش فرساہون روز مین جراحت ہاے دل سے جوہر شمشیر ہے پیدا

اے اسد جس شوق سے ذرّے روزن میں تپاں رہتے ہیں بالکل اسی طرح میرے زخموں میں جوہر شمشیر تپاں رہتا ہے۔

ہوا نہ مجھ سے بجز درد حاصل صیاد — بسان اشک گرفتار چشم دام رہا

صیاد نے مجھے گرفتار تو ضرور کیا مگر میری گرفتاری سے اس کو کچھ حاصل نہیں ہوا بلکہ میں دام کی آنکھ (چشم دام، حلقۂ دام) میں آنسو کی صورت سے رہا جس کا حاصل سوائے درد کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔

دل و جگر تف فرقت سے جل کے خاک ہوئے — ولے ہنوز خیال وصال خام رہا

میرا دل اور میرا جگر فرقت کی آگ سے جل کر خاک ہو گئے مگر اس پر بھی خیال وصال جو ایک خیال خام تھا وہ اسی صورت سے آج بھی خیال خام ہے۔

دہان تنگ مجھے کس کا یاد آیا تھا — کہ شب خیال میں بوسوں کا ازدحام رہا

نہ معلوم مجھے کس کا دہان تنگ یاد آ گیا تھا کہ رات خواب میں بوسوں کا ہجوم میرے لبوں پر رہا اور شب بھر بوسے لیا کیا۔

نہ پوچھ حال شب و روز ہجر کا غالب — خیال زلف و رخ دوست صبح و شام رہا

اے غالب کیا پوچھتا ہے کہ جدائی میں میرے شب و روز کیونکر گزرے سچ تو یہ ہے کہ اس کے زلف و رخسار کا خیال دن رات مجھے رہا کیے۔ رخ کو صبح اور زلف کو شام سے تشبیہ دینا مسلمات سے ہے۔

سحر گر باغ میں وہ حیرت گلزار ہو پیدا — اڑے رنگ گل اور آئینہ دیوار ہو پیدا

صبح کے وقت اگر باغ میں وہ حیرت گلزار (معشوق) پہنچ جائے تو گل کا رنگ اڑ کر ایک آئینہ دیوار بن جائے یعنی اس کے جانے کا یہ اثر ہو کر چمن میں حیرانی ہی حیرانی کا دور دورہ ہو۔

لگے گر سنگ سر پر یار کے دستِ نگاریں سے ۔ بجائے زخم گل بر گوشۂ دستار ہو پیدا

اگر یار کے دستِ نگاریں سے سر پر پتھر لگے تو زخم کی بجائے گوشۂ دستار کے اوپر پھول پیدا ہونے لگے یعنی پتھر لگنے سے پیدا ہونا چاہئے زخم مگر اس کے دستِ نگاریں کا یہ اثر ہو کہ وہ زخم پھول کی صورت میں نمودار ہو

کروں گر عرضِ سنگینیٔ کہسار اپنی بیتابی ۔ رگِ ہر سنگ سے نبضِ دلِ بیمار ہو پیدا

اگر کوہ کی سنگینی سے میں اپنی بیتابی کا اظہار کروں تو ہر پتھر کی رگ میں نبضِ دلِ بیمار پیدا ہو جائے۔ رگِ سنگ سے مراد وہ لکیریں ہیں جو پتھر پر نمودار ہوتی ہیں۔ نہایت ہی عمدہ شعر کہا ہے اگرچہ مراعاتِ لفظی کا انبار ہے مگر مراعات اس حسن سے آ جائیں تو حسنِ شعر ہیں ورنہ کچھ نہیں۔

بہ سنگِ شیشہ توڑوں ساقیا پیمانۂ پیماں ۔ اگر ابرِ سیہ مست اس سوئے کہسار ہو پیدا

اے ساقی میں اپنے عہد و پیمان کا پیمانہ ابھی سنگِ شیشہ سے (یعنی شیشہ مے کو سنگ کہا گیا) توڑتا ہوں اگر ابرِ سیہ مست کہسار کی طرف سے رندان نمودار کی طرح جھومتا ہوا آئے۔

اسد مایوس مت ہو گرچہ رونے میں اثر کم ہے ۔ کہ غالب ہے کہ بعد از زاریٔ بسیار ہو پیدا

اے اسد ناامید نہ ہو اگرچہ رونے میں اثر کم ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ بہت سے رونے کے بعد اثر پیدا ہو جائے اس میں غالب کا لفظ کو معنی دے رہا ہے۔ مگر ظرافت ہے

آفت آہنگ ہے کچھ نالۂ بلبل ورنہ ۔ پھول ہنس ہنس کے گلستاں میں فنا ہوتا ہے

آفت آہنگ۔ وہ نقصان رسیدہ چیز جس سے آفات و مصیبت عیاں ہوں مطلب یہ ہے کہ اتنی خیریت ہے کہ بلبل کے نالوں سے کچھ آفت و مصیبت کے انداز مترشح ہوتے ہیں اور گل ان کو دیکھ کر یا سنکر کچھ نہ کچھ عبرت کرتا ہے ورنہ پھول کے انداز سے معلوم ہوتا

کہ اگر اس کی خوشی پر نازِ جبل کے ملال کا اثر نہ پڑ جاتا تو وہ ہنس ہنس کر فنا ہو جاتا یعنی دنیا میں صرف خوشی ہی سے کام نہیں چلتا بلکہ ملال بھی ایک گونہ کام کرتا ہے۔

کاش ناقدر نہ ہوتا ترا اندازِ خرام — میں غبارِ سرِ دامانِ فنا ہو جاتا

تیرا اندازِ خرام ناقدر ہے اور اگر کاش یہ ناقدر نہ ہوتا تو میں دامانِ فنا کا غبار ہو جاتا یعنی فنا ہو جاتا۔ مطلب یہ کہ اگر اس بات کی امید ہوتی کہ تیرا خرامِ ناز کبھی مجھے پامال کر دینے کی طرف راغب ہوگا تو میں فنا ہو جاتا۔ مگر یہ بھی امید نہیں ہے اس لئے میں ابتک خاکِ سرِ دامانِ فنا نہیں ہوا۔

یک شبہ فرصتِ ہستی ہے اک آئینۂ غم — رنگِ گل کاش گلستاں کی ہوا ہو جاتا

رنگِ گل کو شاعر کے نزدیک صرف ایک شب کی فرصت ہے اور ایسا ہی اکثر ہوا بھی ہے کہ پھول شام کو کھلتے اور صبح کو مرجھا جاتے ہیں اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ یہ یک شبہ ہستی کی فرصت فرصت نہیں ہے بلکہ غم کا ایک آئینہ ہے اس سے تو یہی اچھا تھا کہ رنگِ گل گلستان کی ہوا ہوتا۔ ہوا میں کچھ قیام تو ہے رنگِ گل کو اتنا بھی قیام نہیں یا یہ کہ اگر رنگِ گل ہوا ہوتا تو یہ اتنے افسوس کی صورت نہ تھی اس میں تو گویا قیام کی صورت ہی نہیں ہوا اور یک شبہ صورتِ قیام تو اور بھی باعثِ زحمت و تکلیف ہے۔

مستقل مرکزِ غم پہ بھی نہیں تھے ورنہ — ہم کو اندازۂ آئینِ وفا ہو جاتا

مصیبت یہ ہے کہ ہم ہمیشہ غم میں بھی مبتلا نہیں رہتے اگر ایسا ہوتا تو کم سے کم ہم کو یہ معلوم ہو جاتا کہ آئینِ وفا کیا ہے اور کس قدر غم و رنج اس میں اٹھانا پڑتا ہے مگر افسوس کہ ایسا بھی نہیں ہے۔

دستِ وحشت ہو مرا خشت بدیوارِ فنا — گر فنا بھی میں نہ ہوتا تو فنا ہو جاتا

میرا دستِ وحشت فنا کی دیوار کی ایک اینٹ ہے یعنی میری تعمیر ہی فنا پر مبنی ہے لہذا اگر میں فنا بھی نہ ہوتا تب بھی فنا ہونا لازمی تھا۔ وہ چیز جس کی تعمیر ہی فنا کے سبب سے

ہو وہ اگر ظاہری طور پر فنا بھی نہ ہو تب بھی اس کو فنا ہی سمجھنا چاہیئے۔

حسرت اندوزیٔ ارباب حقیقت نہ پوچھ — جلوہ اک روز تو آئینہ نما ہو جاتا

جو لوگ اپنے آپ کو ارباب حقیقت کے نام سے موسوم کرتے ہین کیا اُن کی حسرت اندوزی کا حال پوچھتا ہے وہ لوگ بالکل محروم ہین کاش جلوہ حقیقت ایک روز تو دیکھ سکتے مگر افسوس کہ ان کو تو کبھی جلوہ دیکھنا نصیب ہوا ہی نہین ہے۔

غزل مندرجہ ذیل اگرچہ دو مختلف قدیم بیاضون مین مرزا غالب ہی کے نام سے ملتی ہے مگر جہان تک میرا خیال ہے یہ غزل مین نے کہین کسی اور کے نام سے بھی دیکھی ہو اور حقیقتہً یہ ایک عجیب و غریب بات ہے کہ اس مین مرزا غالب کا رنگ بالکل نہین ملتا۔ شاہ ظفر کے رنگ سے ملتی جلتی ہے جس کی ایک خوش عقیدہ یہی تعبیر ہے سکتا ہے کہ شاید مرزا نے کبھی بادشاہ کی فرمایش سے یہ غزل لکھی ہو۔ اور وہ انھین کے پاس رہ گئی ہو اور انھین کے نام سے لوگون نے سنی ہو بہر حال غزل یہ ہو۔ اگر حقیقتاً یہ غزل مرزا غالب ہی کی ہے تو کمال ہے ان لوگون کو خصوصیت سے داد دینی چاہیئے جو کہتے ہین کہ مرزا اس رنگ پر قادر نہین تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے در اصل اپنے واسطے ایک جداگانہ روش نکال لی تھی اور اسپر مضبوطی کے ساتھ قائم تھے۔

یا مجھے شبنم گریان ہی بنایا ہوتا — ورنہ یارب گل خندان ہی بنایا ہوتا

الٰہی یا تو نے مجھے شبنم گریان بنایا ہوتا اور اگر ایسا نہین منظور تھا تو گل خندان بنایا ہوتا۔

بہر صورت میری یہ صورت جواب ہے کہ نہ گل خندان ہون اور نہ شبنم گریان ہون میرے لیے باعث زحمت ہے۔

داغ پر داغ اگر دے کے جلانا تھا مجھے — یک قلم شمع چراغان ہی بنایا ہوتا

جیسے کہ مجھے اب واغ پر داغ دیکر جلایا جا رہا ہوا گر یہی صورت منظور تھی تو اس سے بہتر یہ تھا کہ مجھے سرو چراغان بنا دیتا۔ سرو چراغان پھر بھی ایک زینت کی چیز تو ہے اور مین تو کچھ بھی نہین۔

ان کو مطلب تھا اگر میری پریشانی سے　　سر بسر زلف پریشان ہی بنایا ہوتا

اگر اُن کو یہی منظور تھا کہ مین پریشان رہون تو کاش زلف پریشان بنا دیتے کہ میری پریشانی کچھ اُن سے نسبت تو رکھتی۔

مجکو دنیا مین سیہ بخت اگر رکھنا تھا　　رنگ خال رخ خوبان ہی بنایا ہوتا

اگر مجکو سیہ بخت ہی رکھنا تھا تو معشوقون کے خال کا رنگ بنانا چاہیے تھا کہ کچھ فائدہ ہوتا۔ اور مین بھی محظوظ ہوتا یا میری قدر ہوتی۔

تھا جو حیران مجھے اس شکل سے رکھنا منظور　　صاف آئینہ حیران ہی بنایا ہوتا

اگر حیران ہی رکھنا تھا تو کیا ضرورت تھی کہ یون حیران رکھا گیا ایک آئینہ بنا دیا ہوتا کہ کسی بزم عشرت مین پہونچتا یا معشوقون کے ہاتھون تک رسائی ہوتی۔

گر خوشی تیری یہی تھی کہ یہ نالان ہووے　　تو مجھے بلبل بستان ہی بنایا ہوتا

اگر تیری یہی خوشی تھی کہ مین نالان رہون تو مجھے بلبل چمن بنا دیا ہوتا۔

ایک عالم کی جو آنکھون سے گرایا جون اشک　　کاشکے گوہر غلطان ہی بنایا ہوتا

اگر عالم کی نظر سے گرانا منظور تھا تو اشک نہ بناتا۔ اشک کی صورت کی دوسری چیز بھی ہوتی ہے یعنی گوہر غلطان بنا دیا ہوتا۔ تاکہ حسینون تک رسائی ہوجاتی۔

چاک زخم گل سے ہے رنگ تبسم بھی عیان　　بلبلون کی سعی ناکارہ کا حاصل کیا ہوا

زخم گل کے چاک سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہین کہ بلبل کے جذب دل کا اثر پڑا ہے

اس لئے سطلن ہین گر گیا وہ لوگ یہ نہین سمجھ سکتے کہ یہی چیز جسے چاک زخم سمجھا ہے یہ تبسم سے بھی ملتا ہے اور ممکن ہے کہ یہ سراسر تبسم ہی ہو ایسی حالت مین کوئی بتلائے کہ بلبلون کی ہنسی ناکارہ کا کیا فائدہ ہوا

عمر سب تبخانے مین نذر پرستش ہو گئی   اب ہوا بھی تو خیال حق و باطل کیا ہوا

اس شعر کی شرح گویا حکیم مومن مرحوم نے کی ہے جو بہت مشہور معروف ہے۔

عمر ساری تو کٹی عشق بتان میں مومن
آخری وقت مین کیا خاک مسلمان ہون گے

گر مرزا صاحب یہ فرماتے ہین کہ تمام عمر تو تبخانے مین گزار دی اب اگر حق و باطل کا خیال کیا بھی تو کیا خیال کیا اور اس خیال سے فائدہ کیا ہوا۔

سایہ سان افتادگی تھی عجز بسمل کی دلیل   اے اسد زور آزمائی سے قاتل کیا ہوا

بسمل کی سایہ کی مانند افتادگی اُس کی عاجزی کی دلیل تھی پھر آخر یہ کیا سبب ہے کہ اسپر بازوے قاتل نے بھی زور آزمائی کی بظاہر کوئی وجہ نہین تھی۔

نازش سرمایۂ عالم تھا نظرون مین ہی   ہمنوا آخر مرے پہلو سے وہ دل کیا ہوا

تمام دنیا مین اگر میرے لئے باعث نازش اور وجہ افتخار کوئی چیز تھی تو وہ ایک میرا دل تھا جو اب میرے پاس نہین ہے اے ہمنشین تم مجھے بتاؤ کہ آخر میرا دل کیا ہو گیا اسی مضمون کو دوسری مرتبہ صاف کرکے یون کہا ہے۔

ہر طرح جو نازش سرمایۂ کونین تھا   کیا بتاؤن ہمنوا تجھ سے کہ وہ دل کیا ہوا

یعنی مجھے جسپر ہر طرح افتخار اور ناز تھا اب اے ہمنشین کیا بیان کرون کہ اُس دل خون شدہ کی کیا حالت ہوئی اور وہ کیا ہو گیا۔

شب کہ سرگرم فغان تھا دل نالان میرا   جلتی تھی دیکھ کے غم شمع فروزان میرا

رات کو میں حالت کرب و اضطراب میں نالے کر رہا تھا اور بیتاب تھا تو میرے نالوں اور غموں کو دیکھ کر شمع فروزاں بھی غموں سے جل رہی تھی۔ اس زمین میں مرزا کے معاصرین میں سے بھی بعض لوگوں کی غزلیں موجود ہیں چنانچہ نواب مصطفیٰ خان شیفتہ کی غزل کا یہ مطلع ہے ؎

صبح ہوتے ہی گیا گھر مہ تاباں میرا
پنجۂ خور نے کیا چاک گریباں میرا

وحشی سوختہ اختر ہوں مرا حال نہ پوچھ
دور بھاگے ہے مجھے دیکھ بیاباں میرا

میں ایک بدنصیب وحشی ہوں میری حالت کیا پوچھتا ہے وحشی کا گھر بیاباں میں ہوتا ہے مگر میری سوختہ اختری اور وحشت کی وجہ سے میرا بیاباں بھی مجھے دیکھ کے دور بھاگتا ہے۔ اس سے زیادہ کیا تکلیف ہو سکتی ہے اور اس سے بڑھ کر وحشت کی اور کیا تاثیر ہو سکتی ہے۔

غیر تو اپنی جگہ میں جو کبھی میں چاہوں
خود مجھے بھی نہو اندازہ حرماں میرا

غیر سے مراد کوئی دوسرا شخص کوئی دوسری ذات ہے کہتے ہیں کہ بھلا غیروں کو میری حسرت و حرماں کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے غیر تو غیر اب تو حرماں و بدنصیبی کا یہ عالم ہے کہ اگر میں چاہوں تو مجھے بھی اندازہ حرماں نہیں ہو سکتا اور میں خود نہیں معلوم کر سکتا کہ کسقدر بدنصیب ہوں

چشم خونابہ فشاں آج نظر آتا ہے
شفق صبح کے دامن میں گریباں میرا

اے چشم خونابہ افشاں آج مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا گریباں شفق صبح کے دامن میں ٹنکا ہوا ہے یعنی چشم خونابہ افشاں نے اس قدر خونابہ افشانی کی ہے کہ گریباں تک خون میں ڈوب گیا ہے اور اس وجہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا گریباں شفق صبح کے دامن میں لگا ہے۔

فصل اردی نہ غم دے ہی یہاں پر غالب
نزہت باغ سے بہتر ہے گریباں میرا

نہ یہاں بہار کا موسم اور منظر ہے اور نہ خزاں کا غم ہے اے غالب میرا بیابان

یعنی جس بیاباں میں میں ہوں وہ بہرصورت باغ کی تر و تازگی سے اچھا ہے اس واسطے کہ باغ میں تو بہار کے بعد ہمیشہ خزاں کا خوف لگا رہتا ہے مگر یہاں بہار ہی نہیں ہے تو پھر کیوں خزاں کا خوف ہوگا۔

ردیف بائے تازی

بسکہ ہے میخانہ ویراں جوں بیابان خراب　　عکس چشم آہوے رم خوردہ ہے داغ شراب

چونکہ میخانہ بیابان غیر آباد کی طرح ویران ہو رہا ہے تو اب یہاں اگر کوئی شراب کا داغ دکھائی دیتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی آہوے جستی ام کرتا ہوا گیا ہے اور حالت رمیدگی میں اس کی آنکھ کا یہ عکس پڑا ہے۔

تیرگی ظاہری ہے طبع موزوں کا نشاں　　غافلاں عکس سواد صفحہ ہے گرد کتاب

یہ ظاہر کی تاریکی اور تیرگی طبع موزوں کا نشان ہے اے غافلو گرد کتاب گرد نہیں ہے بلکہ سواد صفحہ کا عکس ہے جو دلیل کمال ہے۔

یک نگاہ صاف صد آئینہ تاثیر ہے　　ہر رگ یاقوت عکس خط جام آفتاب

ایک نگاہ صاف سو تاثیروں کا آئینہ بن جاتی ہے دیکھو رگ یاقوت یعنی وہ سطر جو یاقوت میں ہے جام آفتاب کے خط عکس ہیں یعنی جام آفتاب چونکہ نگاہ صاف رکھتا ہے لہذا اس کا اثر بھی یاقوت پر ویسا ہی پڑتا ہے یہ ظاہر ہے کہ معدنیات کی پرورش حرارت آفتاب سے ہوتی ہے۔

ہے عرق افشانی سے وہ شمشیر رکھ یار　　وقت شب اختر گنے ہے چشم بیدار رکاب

میرے دوست کا رہوار مشکی جو چلنے کی وجہ سے پسینہ میں ڈوبا ہوا ہے اس سے عرق کے قطرے گر رہے ہیں وہ گویا ستارے ہیں اور اس میں رکاب حلقہ چشم ہیں تو گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ چشم رکاب رات کے وقت اختر شماری کر رہی ہے۔

ہی شفق سوزِ جگر کی آگ کی بالیدگی ہی ہر اک اختر فلک پر قطرۂ اشکِ کباب

جن کو لوگ شفق سمجھ رہے ہیں وہ شفق نہیں ہے بلکہ سوزِ جگر کی آگ کی بالیدگی اور بھڑک ہے اور ہر ستارہ ستارہ نہیں ہے بلکہ آسمان جو اس آگ کے بھڑکنے سے کباب ہو گیا ہے اس کے باعث پانی ٹپک رہا ہے۔ اور یہ ستارے وہی قطرے ہیں۔

شب کہ تھا نظارگی روئے بتان کا اے اسدؔ گر گیا بامِ فلک سے صبح طشتِ ماہتاب

اے اسدؔ! ماہتاب رات کو بتوں کے حسن کا تماشہ دیکھ رہا تھا صبح کو اسی وجہ سے اس کا طشت بامِ فلک سے گر گیا۔ طشت از بام افتادن راز فاش ہو جانا۔

ہی بہاران میں خزان پرورِ خیالِ عندلیب رنگِ گل آتشکدہ ہو زیرِ بالِ عندلیب

بہار کے زمانہ میں خیالِ عندلیب خزاں پرور ہے یعنی خزاں کا آنا محض خیالِ عندلیب پر موقوف ہے وہ جو اپنے پروں کے نیچے رنگِ گل لئے بیٹھی ہے وہ گویا اس نے اپنے پروں کے نیچے ایک آتش کدہ دبا رکھا ہے جو باعث تباہی چمن ہو گا۔

عشق کو ہر رنگ شانِ حسن ہے مدِ نظر مصرعِ سرو چمن ہی حسبِ حالِ عندلیب

عشق ہر حالت میں حسن کی شان کو مدِ نظر رکھتا ہے سروِ چمن ایک مصرعِ برجستہ جو عندلیب کے حال پر صادق آتا ہے یہ ظاہر ہے کہ عندلیب ایک عاشق ہے اور مصرعِ سروِ چمن ایک معشوق کی شان رکھتا ہے۔

حیرتِ حسنِ چمن پیرا سے تیرے رنگِ گل بسملِ ذوقِ پریدن ہی بہ بالِ عندلیب

پھولوں کا رنگ تیرے چمن پیرائی کی حیرت کی وجہ سے چاہتا ہے کہ بلبل کے بازو لگا کر اڑ جائے اور اسی ذوق سے وہ بسمل ہو رہا ہے رنگِ گل کو بسمل کہنا بلحاظ رنگینی کے نہایت ہی لطیف بات ہے۔

عمر میری ہو گئی صرفِ بہارِ حسنِ یار گردشِ رنگِ چمن ہی ماہ و سالِ عندلیب

ایک ہم ہین کہ ہماری عمر کی عمر اس مین صرف ہوگئی کہ بہار حسن دیکھ رہے ہین اور ایک عندلیب کہ اسکے ماہ وسال پلٹتے رہتے ہین کبھی خزان ہوتی ہے اور کبھی بہار ہوتی ہر ادہر ابر رنگ چمن اسی طرح گردش کرتا رہتا ہے۔

منع مت کر حسن کی ہم کو پرستش سے کہ ہے　　بادۂ نظارۂ گلشن حلال عندلیب

آخر کیا سبب ہے کہ تو ہم کو حسن کی پرستش سے منع کرتا ہے تجکو منع نکرنا چاہیے کیونکہ نظارۂ گلشن کی شراب عندلیب کے واسطے حلال ہے اور اس بادہ کشی مین وہ کسی طرح مجرم نہین ہے۔

ہی مگر موقوف بر وقت دگر کار اسد　　اے شب پروانہ و روز وصال عندلیب

ایک وقت پر اسد غریب کا کام بھی موقوف ہے کسی نہ کسی وقت وہ بھی ہو ہی جائیگا اے پروانہ کی شب عیش اور اے عندلیب کے روز وصال ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہے۔

ردیف تاے فوقانی

جاتا ہون جدہر اُٹھتی ہو سبکی اُدہر انگشت　　یکدست جہان مجھسے پھرا ہی مگر انگشت

میری حالت آج کل یہ ہے کہ جہان مین جاتا ہون جدہر جاتا ہون سب میری طرف انگشت نمائی کرتے ہین گو یا کہ سارا جہان مجھ سے برگشتہ ہو گیا ہے میری ساتھی صرف انگشت لگی ہے۔

مژگان کی محبت مین جو انگشت نما ہون　　لگتی ہو مجھے تیر کے مانند ہر انگشت

چونکہ مین عاشق مژگان ہون اور مژگان مشابہ ہے تیر سے اس لئے آج جو میرے اوپر انگشت نمائی کی جاتی ہے تو اسی عشق مژگان کے اثر سے ہر انگشت مجھے تیر کے مانند معلوم ہوتی ہے۔

ہر غنچۂ گل صورت یکقطرۂ خون ہے　　دیکھا ہی کیکا جو حنا بستہ سر انگشت

ہر پھول کی کلی میری نظر مین ایک قطرۂ خون معلوم ہوتی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ مین کسی کی انگشت خابستہ دیکھ چکا ہون گویا وہ انگشت خابستہ اس قدر میری نگاہ مین بس گئی ہے کہ اب ہر طرف وہی مجکو نظر آتی ہے - اور ہر غنچۂ گل مین وہی صورت دیکھتا ہون -

گرمی ہی زبان کی سبب سوختن جان ہی شمع شہادت کے لئے سر بسر انگشت

شعلۂ شمع کو شعرا زبان شمع کہا کرتے ہین اس لئے مصنف کہتا ہی کہ گرمی زبان سبب بن جاتی ہی جان کے جلنے کا اور میری اس بات کی گواہی دینے کے لئے شمع ایک انگشت ہے جو برابر اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ بیشک گرمی زبان باعث سوختگی جان ہو جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ شمع بلحاظ زبان گرم زبان ہے اور اسمین سوختگی جان موجود ہے -

خون دل مین جو باقی نہین میرے تو عجب کیا جون ماہیِ بے آب تڑپتی ہی ہر انگشت

پہلے معشوقون کی انگلیان میرے خون دل مین رنگین ہوتی تھین اور اب میرے دل مین خون نہین رہا اس لئے اُن کی انگلیان مثل ماہی بے آب کے تڑپتی ہین ایسا ہی ایک شعر ہے سہ غالب

خون ہو دل خاک مین احوال بتان پر یعنی
اُنکے ناخن ہوے محتاج حنا میرے بعد

شوخی تری کہدیتی ہی احوال ہمارا راز دلِ صد پارہ کی ہی پردہ در انگشت

تیری شوخی ہمارا تمام حال ظاہر کر دیتی ہے گویا کہ تیری ہی انگشت راز دل صد پارہ کی پردہ در ہے اور اس کا پردہ برابر فاش کر رہی ہی یعنی تیری انگلیان جو خون مین ڈوبی ہوئی ہین لوگ اُن کو دیکھتے ہین اور اندازہ کر لیتے ہین کہ ہمارا کیا حال ہے

کس تیرہ مین باریکی و نرمی ہی کہ جون گل آتی نہین بخیہ مین بس اسکے نظر انگشت

یہ ایک غلو کا شعر ہے فرماتے ہیں کہ نہ معلوم انگشت یار کس قدر نازک اور باریک و نرم ہے کہ گل کی طرح اس کے پنجہ میں کہیں انگلیاں نظر ہی نہیں آتیں۔

چشم بند خلق جز تمثال خود بینی نہیں — آئینہ ہے قالب خشت در و دیوار دوست

تمثال خود بینی یعنی خود بینی ایک ایسی چیز ہے کہ وہ دنیا کی آنکھیں بند کر دیتی ہے اور اسی وجہ سے دوست کا جلوہ اُن آنکھوں سے مستور و مخفی رہتا ہے مستور و مخفی رہنے کے لئے ضرورت ہے حجابات کی جو دیوار و در ہیں اور در و دیوار تیار ہوتے ہیں اینٹوں سے اینٹیں بنائی جاتی ہیں سانچے میں۔ لہذا ان در و دیوار کے واسطے بھی جنہوں نے جلوۂ دوست کو چشم دنیا سے مخفی و مستور رکھا ہے اینٹیں چاہئیں تو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ اینٹیں جن سے یہ در و دیوار تیار ہوتی ہیں اُس آئینہ کے سانچہ میں بنتی ہیں جس سے خود بینی کی جاتی ہے یعنی خود بینی جلوۂ دوست کو نظر خلق سے پوشیدہ کر دیتی ہے۔

برق خرمن زار گوہر ہے نگاہ تیز یاں — اشک ہو جاتے ہیں خشک از گرمی رفتار دوست

ایک نگاہ تیز ہمارے موتیوں کے خرمن میں برق خاطف کا کام کرتی ہے یعنی دوست کی گرم رفتاری سے آنسو خشک ہو جاتے ہیں آنسوؤں کو موتیوں سے تشبیہ دیتے ہیں اور یہ عام تشبیہ ہے

ہے سوا نیزے پہ اُسکے قامت نوخیز سے — آفتاب صبح محشر ہے گل دستار دوست

دوست کے دستار پر جو ایک پھول ہے وہ آفتاب صبح محشر ہے جو سوا نیزے کے اوپر آگیا ہے اور سوا نیزہ گویا اس کا قد ہے۔

اے عدوئے مصلحت چندے بہ ضبط افسردہ رہ — کردنی ہے جمع تاب شوخی دیدار دوست

اے مصلحت کے دشمن بیتاب نہ ہو ضبط کر اور حالت ضبط سے چند روز تک افسردہ رہ کیونکہ تجھکو شوخی دیدار دوست کی تاب جمع کرنے کی ضرورت ہے اگر تو بے صبر ہوگا تو پھر

شوخی دیدار دوست کی تاب لانا دشوار ہو جائے گا۔

لغزش مستانہ جوش تماشا ہے اسد　　آتش مے سے بہار گرمی بازار دوست

دوست کے حسن کی گرم بازاری آتش مے کے سبب سے ہے جس سے لغزش مستانہ اور جوش تماشا کا وجود جدا ہوا اور یہی دونوں چیزیں حسن دوست کی گرم بازاری کا کام دے رہی ہیں یعنی حسن ان دونوں کی وجہ سے چہار چند ہو گیا ہے۔

نہیں گر بہ کام دل خستہ گردون　　جگر خائی جوش حسرت سلامت

اگر آسمان ہمارے دل خستہ کے مقصد کے موافق گردش نہیں کرتا۔ اگر وہ ہمارا ہمدرد اور غمخوار نہیں ہے تو نہ ہو کوئی غم نہیں۔ ہمارے جوش حسرت کی غمخواری اور دردمندی ہمارے لئے مبارک ہو جو ہر وقت ہمارے حال پر عنایت فرماتی رہتی ہے۔ اصل نسخہ میں جگر خواہی ہے۔

دو عالم کی ہستی پہ خط وفا کھینچ　　دل و دست ارباب ہمت سلامت

دونوں عالم کی ہستی پر خط وفا کھینچ دے اور ان کی کوئی اصل نہ سمجھ خدا کرے ارباب ہمت کا دل اور ہاتھ سلامت رہے یعنی وہ ہاتھ جو خط وفا کھینچتا ہے

نہ اوروں کی سنتا نہ کہتا ہوں اپنی　　سر خستہ دشوار وحشت سلامت

نہ اپنی کہتا ہوں نہ اوروں کی بات سنتا ہوں۔ خدا کرے میرا سر جسے وحشت نے خستہ بنا دیا ہے سلامت رہے۔

وفور بلا ہے ہجوم وفا ہے　　سلامت ملامت ملامت سلامت

بلا کی زیادتی ہے اور وفا کا ہجوم ہے ملامت سلامت رہے کہ سلامت ملامت ہے

نہ فکر سلامت نہ بیم ملامت　　ز خود رفتگی ہائے حیرت سلامت

وسلامتی کی فکر ہے اور وہ ملامت کا ڈر ہے - میری حیرت از خود رفتہ ہوگئی ہے
اور ان باتون کی حدود سے گزر گئی ہے -

ہے غالب خستہ مغلوب گردون ✓ یہ کیا بے نیازی ہے حضرت سلامت

اے حضرت غالب بیچارہ آسمان کے جور و ظلم کا شکار رہتا ہے اور آپ اسکی فریاد نہین سنتے اور داد کو نہین پہونچتے آخر یہ کیا بے نیازی ہو -

ردیف ثائے مثلثہ

ہی ہوس محمل بدوش شوخی ساقی مست ✓ نشۂ مے کے تصور مین نگہبانی عبث

ہوس ساقی مست کی شوخی پر محمل باندھ کر رخصت ہو رہی ہے لہذا نشۂ مے کے خیال سے ساقی کی نگہبانی ایک فضول اور بیکار سی بات ہو -

جبکہ نقش مدعا ہو وے نہ جز موج سراب ✓ وادی حسرت مین پھر آشفتہ جولانی عبث

یعنی جب حالت یہ ہے کہ نقش مدعا ہی اصل مین ایک سراب اور دہوکا ہے تو پھر کس امید پر حسرت کے جنگل مین دوڑے دوڑے اور مارے مارے پھریے اس سے کیا فائدہ ہے -

دست بر ہم سودہ ہے مژگان خوابیدہ اسد ✓ اے دل از کف دادۂ غفلت پشیمانی عبث

اے اسد وہ ہاتھ جو تو افسوس سے مل رہا ہے وہ بھی مژگان خوابیدہ کا کام دے رہے ہین غفلت تیرا دل ہاتھ سے لے گئی ہے اب کیا تو پشیمان ہو رہا ہو - ان مہل باتون سے کیا نتیجہ ہے تیری پشیمانی بھی غفلت سے مشابہ ہے -

ناز لطف عشق با وصف توانائی عبث ✓ رنگ ہے سنگِ محک بے دعوائے بینائی عبث

یعنی توانائی ہوتے ہوئے عشق کے لطف کا ناز کرنا بالکل فضول اور بیکار بات ہے

رنگ سنگ محک کی طرح ہے اُس رنگ پر شیشہ ہونے کا دعوی کرتا ہے سنگ محک کسوٹی کے پتھر کو کہتے ہین جسپر سونے کے کھرے کھوٹے ہونے کا اندازہ کرتے ہین۔ یعنی تیرے رنگ سے اس کا ثبوت نہین ہوسکتا کہ تو عاشق ہے سنگ محک پر بھی تک آجاتا ہے مگر اس سے وہ کوئی شیشہ نہین بن جاتا۔ وہی پتھر کا پتھر رہتا ہی

ناخن دخل عزیزان یکقلم ہو نقب زن   پاسبانی طلسم گنج تنہائی عبث

جب دخل احباب و اعزا کا ناخن اس مین رخنہ انداز ہو رہا ہو پھر تنہائی کے طلسمی خزانے کی نگہبانی فضول ہے یعنی جب تک کہ عزیز و اقارب سے تعلقات جاری او وابستہ ہین اُس وقت تک یہ دعوے کہ ہم گوشہ نشین ہین بیکار ہین اور خزانہ طلسم تنہائی کی حفاظت لایعنی اور لاحاصل ہی۔

محمل پیمانہ فرصت ہے بردوش حباب   دعوی دریا کشی و نشہ پیمائی عبث

حباب کی صورت سے معلوم ہوتا ہو کہ پیمانہ فرصت نے محمل سفر تیار کر رکھا ہی اور آمادہ وداع ہے۔ پھر اس صورت مین دریا نوشی و بادہ پیمائی کا دعوی بیکار اور فضول نہین تو اور کیا ہے۔

طبع عاشق حال صد غلبہ تاثیر ہے   دل کو اے بیداد گر تعلیم خارائی عبث

عاشق کی طبیعت پر سو تاثیرون نے غلبہ کر رکھا ہے اور سیکڑون طرح سے وہ متاثر ہو چکی ہے پھر اے ظالم تو اپنے دل کو بیکار سختی کی تعلیم دیتا ہی اس سے کیا فائدہ ہے۔

یک نگاہ گرم ہو چون شمع سرتاپا گداز   بہر از خود رفتگان رنج خود آرائی عبث

ایک نگاہ گرم محبوب سر سے پاؤن تک شمع کی طرح گداختہ کردے گی۔ پھر ان لوگون کے لئے جو از خود رفتہ ہین یہ خود آرائی اور اپنی زینت کرنا کس کام کا جہان معشوق کی ایک تیز نگاہ پڑی اور یہ شمع کی طرح گداختہ ہو کر رہ گئے۔

قیس بھاگا شہر سے شرمندہ ہو کر سوئے دشت
بنگیا تقلید سے میری یہ سودائی عبث

میری ہمسری اور ہمچشمی کرکے قیس غریب کو آخر کار شہر سے جنگل کی طرف بھاگنا پڑا خواہ مخواہ اس نے میری تقلید کی اور بیکار دیوانہ ہوا۔ بھلا اس کو میری تقلید کی کیا ضرورت تھی۔

اے اسد بیجا ہے ناز سجدۂ عرض نیاز
عالم تسلیم مین یہ دعوی آرائی عبث

اے اسد سجدۂ عجز پر مغرور کرنا زیبا نہین ہے اہل دل کا یہ کام نہین عالم تسلیم مین دعوی بہت بری اور فضول چیز ہے۔

ردیف جیم

معزولی تپش ہوئی افراط انتظار
چشم کشادہ حلقۂ بیرون در ہے آج

میرے انتظار کی افراط اور زیادتی میری تپش کے لئے باعث معزولی بن گئی ہے اور میری وہ آنکھ جو انتظار مین وا ہو کر رہ گئی ہے وہ دروازہ کے باہر کی زنجیر بن گئی ہے جس کی وجہ سے اب تپش داخل ہو ہی نہین سکتی ہے چشم کشادہ کا حلقۂ در سے تشبیہ دینا نہایت ہی موزون اور مناسب ہے۔

حیرت فروش صد نگرانی ہے اضطرار
سر رشتہ چاک جیب کا تار نظر ہے آج

میری بیقراری سو انتظارون کی حیرت فروشی کر رہی ہے یعنی آئینۂ صد انتظار بن گئی ہے اور وہ گریبان جس کو مین نے عالم بے قراری مین چاک کیا ہے وہ آج میرے تار نظر کا کام دے رہا ہے۔ یعنی میری نظر کا تار گریبان کا تار بن گیا ہے۔

ہون داغ نیم رنگی شام وصال یار
نور چراغ بزم سے جوش سحر ہے آج

میری شام وصال بھی آئی تو وہ بھی اپنے رنگ مین کامل نہین اس کے اندر بھی ایک

نیم مرگی کا عالم ہے جو مجھے داغ دے رہا ہے اور پریشان کر رہا ہے چراغ بزم کے نمود سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دن نکلنے والا ہے اور اب صبح کا اجالا ہو چلا ہے۔ لہذا رات اپنے رنگ مین کامل نہین۔

کرتی ہی عاجزی سفر سوختن تمام   پیراہن خسک مین غبار شرر ہی آج

عاجزی میرے جلنے کے سفر کو تمام کر رہی ہے اور مجکو جلائے دیتی ہے میرے لئے ایسی ہے جیسے تنکے کے دامن مین شرر کا غبار جا پڑے اور وہ غبار اس کے سفر سوختن کو تمام کر دے لفظ غبار محض سفر کی رعایت کے لئے لایا گیا ہے۔

تا صبح ہے بہ منزل مقصد رسیدنی   دود چراغ خانہ غبار سفر ہے آج

صبح کے وقت تک مجھے اپنی منزل مقصود پر پہونچنا ہے گھر کے چراغ کا دھوان مجھے غبار سفر معلوم ہوتا ہے منزل مقصود خواہ صبح کے ہونے ہی کو قرار دے لیجئے۔ خواہ موت کو کہ صبح تک مین تمام ہو جاؤن گا۔ اور اپنی زندگی کا سفر تمام کر دون گا۔

دور اوفتادہ چمن فکر ہے اسد   مرغ خیال بلبل بے بال و پر ہے آج

اے اسد آج میرا مرغ تخیل چمن فکر سے دور پڑا ہے اور بے بال و پری کے عالم مین ہے یعنی آج مجھ سے کوئی فکر غزل نہین ہو سکتی۔

جنبش گلبرگ سے ہی گل کے لب کو اختلاج   حب شبنم سے صبا ہر صبح کرتی ہی علاج

پھول کی پنکھڑیون کو جو جنبش ہوتی ہے وہ گویا گل کے لب کو اختلاج ہوتا ہے اور باد صبا جو ہر صبح پھول پر قطرۂ شبنم گراتی ہے وہ گویا ہر صبح اس اختلاج کے لئے جوب کھلاتی ہے۔ اگرچہ محض خیالی مضمون ہو لیکن نہایت خوب کہا ہو۔

شاخ گل جنبش مین ہی گہوارہ آسا ہر نفس   طفل شوخ غنچہ گل بسکہ ہی وحشت مزاج

پھولون کی شاخ ہر وقت گہوارہ کی مانند ہل رہی ہے اور یہ محض اس وجہ سے ہے کہ

طفل شوخ غنچہ نہایت ہی وحشی مزاج ہو لہذا اُس کو سلانے کے لئے یہ سامان ہوتا ہے۔

سیر ملک حسن کر میخانہا نذر خمار   چشم مست یار سے ہی گردن مینا پہ باج

میخانون کو چھوڑ ان مین کیا دھرا ہے انہین نذر خمار کر کے دیار حسن کی سیر کر کیونکہ گردن مینا چشم مست معشوق کی فرمان بردار اور باجگذار ہی اور اُس کے سامنے کوئی چیز نہین۔

گریہ ہائے بیدلان گنج شرر در آستین   قہرمان عشق مین حسرت سے لیتے ہین خراج

بیدلون کے نالے جن کی آستین مین شرارے پنہان ہین بہ لپٹے عشق کے قہرمان مین حسرت سے ہمیشہ خراج وصول کرتے ہین گنج شرر در آستین ہو واسطے کہا کہ آنسو ہمیشہ آستین سے پونچھے جاتے ہین اس لحاظ سے گویا شرارون کا ایک خزانہ آستین مین پنہان ہے حسرت سے خراج وصول کرنا حسرت سے فائدہ اٹھانا۔ یعنی بیدلون کے نالے ہمیشہ اپنی حسرتون سے متمتع ہوتے رہتے ہین۔

ہی سواد چشم قربانی مین یک عالم مقیم   حسرت فرصت نے بخشا بسکہ حیرت کو رواج

قربان ہونے والے کی آنکھ کی سیاہی مین ایک عالم نظر آتا ہے کیونکہ حسرت کی فرصت نے حیرت کو رواج دیدیا اور پھیلا دیا ہے لہذا اس کی آنکھون مین ایک دنیائے حیرت نظر آتی ہے۔

اے اسد ہی مستعد شانہ گشتن بہر زلف   پنجہ مژگان بخود بالیدنی رکھتا ہی آج

اے اسد پنجہ کو آج ناز کا زیبا اور بجا ہے کیونکہ وہ زلف کے لئے آج سراپا شانہ بننے کے لئے تیار ہے پنجہ مژگان کو شانہ سے تشبیہ دینا بہت لطیف ہی۔

ردیف جیم فارسی

جنون آئینہ مشتاق یک تماشا ہے   ہمارے صفحہ پہ بال پری سے مسطر کھینچ

آئینہ کا جون ایک تماشا چاہتا ہے یعنی مشتاق ہے کہ کوئی اس کو دیکھے لہذا ہمارے آئینہ پر جو ایک صفو سادہ کی صورت ہے چاہئے کہ پری کے پر سے مسطر کھینچا جائے تاکہ کم سے کم اس کو نظر آئے کہ کوئی حسین مجکو دیکھ رہا ہے۔

خمار منت ساقی اگر یہی ہے اسد — دل گداختہ کے میکدے مین ساغر کھینچ

اے اسد ساقی کے احسانات کا اگر یہی خمار ہے تو اس جھگڑے کو چھوڑ اور اس شراب احسان سے جس کا خمار اتنا گران ہے بے نیاز ہو جا اور اپنے دل گداختہ کے شراب خانے مین ساغر پی اور اوسی پر قناعت کر۔

ایدل نہ ناز وحشت جیب دریدہ کھینچ — جون بوئے غنچہ یک نفس آرمیدہ کھینچ

اے دل گل کی مانند وحشت مین گریبان تار تار کرنے کا ناز نہ اٹھا بلکہ بوئے غنچہ کی طرح آرام کے ساتھ ایک ٹھنڈی اور راحت کی سانس لے یعنی اپنی دیوانگی کا اظہار نہ کر بلکہ غنچہ کا انداز اختیار کر۔

یک دشت خون ہے پرتو خور سے تمام دشت — درد طلب بہ آبلۂ نادمیدہ کھینچ

سورج کی سنہری کرنون کے عکس سے تمام جنگل ایک دشت خون بن کر رہ گیا ہو لہذا تجکو بھی لازم ہے کہ آبلۂ نادمیدہ کا انتظار کرے اور اس کا درد طلب برداشت کرے جیسے کہ جنگل آبلۂ آفتاب کے انتظار مین سراپا خون ہے۔

برق بہار سے ہون مین پا در حنا ہنوز — اے خار دشت دامن شوق رمیدہ کھینچ

برق بہار نے میرے پاؤن مین مہندی لگا دی ہو جس کی وجہ سے مین اٹھ اور چل نہین سکتا اے خار دشت خدا کے لئے اس شوق کا جو میرے پاس سے رم کر رہا ہے دامن کھینچ لے۔

بیخود بہ لطف چشمک عبرت ہے چشم صید — یک داغ حسرت نفس ناکشیدہ کھینچ

عبرت کی چشمک زنی سے چشم حیرت خود رہی ہے تجھکو چاہئے کہ وہ بھی
نہ جو تونے اس کی ہمدردی میں یا اس چشمک عبرت کی لذت اٹھانے کی وجہ
میں جلدی سے یک داغ اٹھائے مطلب یہ ہوا عبرت کا اسے یہ تو نے تجھ
میں اٹھایا اس کا تجھکو افسوس کرنا چاہئے۔

یا بساط دعوت سیلاب ہے اسد   ساغر بہ بارگاہ ناز مستی

اے اسد دریا ایک فرش یا ایک دسترخوان ہے جسپر سیلاب کو دعوت
دی گئی ہو تجھکو چاہئے کہ اس ناز سے اس کی بارگاہ میں ساغر نوشی کرے یعنی تجھ
چاہئے کہ تو اس سمجھ جانے کی خوشی کرے

شمع سفر ہستی و آرام فنا ہیچ   رفتار نہیں بیشتر از لغزش پا ہیچ

تو وادی ہستی کی مسافت طے کرے یا قصد فنا میں آرام کرے یہ دونوں چیزیں
بیکار اور مہمل ہیں اگر سچ پوچھتا ہے تو کوئی رفتار لغزش پا سے اچھی نہیں ہے لغزش
سے مراد مستی ہوسکے

خوش بود فارغ ز بند کفر و ایمان زیستن
غالب
حیف کافر مردن و آوخ مسلمان زیستن

حیرت ہمہ اسرار پہ مجبور خموشی   ہستی نہیں جز بستن پیمان وفا ہیچ

حیرت ایک چیز ہے جو تمام تر اسرار ہے مگر خموشی نے اس کو مجبور کردیا ہے اس لئے
اس سے کسی راز کا اظہار نہیں ہوسکتا۔ اور اس کے مقابلہ میں ہستی صرف ایک بستن
پیمان وفا کا درجہ رکھتی ہے باقی کچھ بھی نہیں ہے۔

تمثال گداز آئینہ ہے عبرت بینش   نظارہ تحیر چمنستان بقا ہیچ

وہ آئینہ جو تصویر کو گداختہ کر دیتا ہے وہ بینش کے لئے ایک سامان عبرت ہے۔
نظارہ کچھ بھی نہیں اور چمنستان بقا بالکل ہیچ ہے یا یہ کہ بینش کی عبرت ایک آئینہ تمثال

گداز ہوا اور اسی کی وجہ سے نظارہ ایک تحیر ہے اور چمنستان بقا ہیچ ہے۔

گلزار دمیدن شررستان رمیدن فرصت تپش و حوصلۂ نشو و نما ہیچ

اُگنے یعنی پیدا ہونے کا گلزار اور رمیدن یعنی بھاگنے اور چلے جانے کا ایک شررستان ہو اس کی فرصت صرف تپش کا درجہ رکھتی ہے جو بالکل بے قیام شے ہے اور اس کی نشو و نما کا حوصلہ سراسر ہیچ اور بیکار ہے۔

کس بات پہ مغرور ہے اے عجز تمنا سامان دعا وحشت و تاثیر دعا ہیچ

اے تمنا کے عجز و الحاح آخر تجھے کس بات کا غرور ہے دعا کا سامان سراسر وحشت ہے اور دعا کی تاثیر ہیچ ہے لہذا تیرا یہ غرور بیجا اور فضول ہے۔

آہنگ اسد مین نہین جز نغمۂ بیدل عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

اسد کی آواز مین نغمۂ بیدل کے سوا اور کچھ نہین ہے جیسا کہ وہ کہتا ہے کہ دنیا تمام ہمارا افسانہ ہو رہی ہے اور ہم جو اپنے آپ کو دیکھتے ہین تو ہم کچھ بھی نہین۔

ردیف ح

دعوی عشق بتان سے بہ گلستان گل و صبح ہین رقیبانہ بہم دست و گریبان گل و صبح

گلستان مین گل اور صبح کو عشق بتان کا دعوی ہے اور دونون عشق بتان کے مدعی ہین اور رقیبون کی طرح دونون کے دونون باہم دست و گریبان ہو رہے ہین چونکہ صبح گریبان گل کو چاک کرتی ہو اس وجہ شبہ کے سبب سے اس کو ہاتھ اور گل کے چاک کو گریبان فرض کیا گیا۔

ساق گلرنگ سے اور آئینۂ زانو سے جامہ زیبون کے سدا ہین تہ دامان گل و صبح

ساق بلورین کو گل سے اور آئینۂ زانو کو صبح سے تشبیہ دی گئی ہو کہتے ہین کہ ساق اور

آئینہ زانو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گل و صبح دونوں معشوقوں کے دامن کے نیچے ہیں۔

وصل آئینہ رخاں ہم نفس یک دیگر ہیں دعاہائے سحرگاہ سے خواہاں گل و صبح

گل اور صبح آئینہ رخوں کے وصل کے طالب ہیں اور دونوں ان کی مدد کی تمنا ہے اور صبح کی دعاؤں کے ذریعہ سے اس کی استدعا کرتے رہتے ہیں۔

آئینہ خانہ ہے صحن چمنستان یکسر بسکہ ہیں بیخود و وارفتہ و حیراں گل و صبح

چمنستان اس سرے سے اس سرے تک ایک آئینہ خانہ بن گیا ہے کیونکہ گل اور صبح دونوں بیخود اور وارفتہ اور حیران ہیں۔ انہیں کی حیرانی سے یہ صورت پیدا ہوتی ہے۔

زندگانی نہیں بیش از نفس چند اسد غفلت آرامی یاراں پہ ہیں خندان گل و صبح

زندگانی چند نفس سے زیادہ نہیں ہے اہل زمانہ جو غفلت میں پڑے ہوئے آرام کر رہے ہیں اُس پر گل اور صبح دونوں خندہ زن ہیں اور پھول دونوں خندہ لبی سے تعبیر کئے جاتے ہیں۔

ردیف دال

تھی نگہ میری نہاں خانۂ دل کی نقاب بے خطر جیتے ہیں ارباب ریا میرے بعد

میری نگاہ نکتہ رس اچھی طرح نہان خانۂ دل کی ہر چیز کو سمجھ رہی اور معلوم کر رہی تھی اور سب کو تمام رازہائے درون دل معلوم تھے۔ گویا میری نگاہ نقاب تھی اب جو مر گیا ہوں تو اہل ریا کو کوئی خوف و خطر باقی نہیں رہا اور وہ بے خطر زندگی بسر کر رہے ہیں۔
اسی مضمون کو فارسی میں یوں کہا ہے

نگہم نقب ہمی زد بہ نہان خانۂ دل
مژدہ باد اہل ریا را کہ ز میدان رفتم

تھا میں گلدستۂ احباب کی بندش کی گیاہ متفرق ہوئے میرے رفقا میرے بعد

جیسے گھاس کی بندش سے پھول ایک جگہ جمع رہتے ہیں اور ان کا گلدستہ بنتا [illegible] بالکل اسی طرح میرے ہونے سے میرے احباب ایک گلدستہ کی صورت [illegible] تھے [illegible] نہ ہونے سے میرے تمام رفیق پریشان ہو گئے۔

طرفہ موزونی ہے صرف جنگجوئی ہائے یار ہے سر مصرع صافِ تیغ خنجر مستزاد

یار کی جنگجوئی اور سامان حرب ایک عجیب قسم کی موزون چیز ہے اس نے جو تلوار [illegible] خنجر دونوں باندھ رکھے ہیں وہ دونوں حاشے شعر معلوم ہوتے ہیں گویا کہ ایک تیغ ایک مصرع ہے اور خنجر [illegible] مستزاد کا کام کر رہا ہے۔ لہذا کہا جا سکتا ہے کہ اس جنگجوئی [illegible] بڑی موزون صرف ہوئی ہے

ہاتھ آیا زخم تیغ یار سا پہلو نشین کیوں نہ ہو آج کے دن بیکسی کی روح شاد

زخم تیغ یار سا ایک پہلو نشین اس کے ہاتھ آگیا ہے لہذا آج بیکسی کی روح شاد نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے یعنی بیکسی کو ایک رفیق تو ملا۔

کیجئے آہوئے ختن کو خضر صحرائے طلب مشک ہے سنبلستان زلف میں گرد سواد

سنبلستان زلف گویا ایک منزل مقصود ہے جہاں ہم کو پہونچنا ہے مگر وہاں پہونچنے کے واسطے ایک رہنما کی ضرورت ہے لہذا ہم کو چاہئے کہ آہوئے ختن کو اپنا خضر بنائیں کیونکہ اس شہر کا گرد سواد مشک ہے۔ گرد سواد وہ جو شہر کے قریب ایک غبار دور [illegible] معلوم ہوا کرتا ہے

ہے سہ زخم جگر پہ بھی زبان پیدا نہ کی گل ہوا ہے ایک زخم سینہ پر خواہان داد

[illegible] اور اپنا مقابلہ کر کے کہا ہے کہ ایک ہم ہیں کہ سیکڑوں زخم جگر کھائے اور زبان [illegible] اور گل کو دیکھئے کہ ایک زخم سینہ پر کھایا ہے اور اس سے بے قرار ہے دنیا سے

اس کی داد طلب کر رہا ہے۔

ابسکہ ہین در پردہ مصروف سیہ کاری تمام آستر ہی خرقہ زہاد کا صوف مداد

یہ زاہدان گوشہ نشین چونکہ بڑے ہی سیہ کار اور مکار ہین اور در پردہ ہمیشہ سیہ کاریون مین مصروف و مشغول رہتے ہین تو گدڑی کا استر ایسا سیاہ ہو کر رہ گیا ہے جیسے سیاہ روشنائی کے صوف ہوتے ہین یہ اس سیہ کاری کا اثر ہی جو در پردہ کی جاتی ہو۔

تیغ بر لعب کف بلب آتا ہی قاتل اس طرف مژدہ باد اے آرزو مرگ غالب مژدہ باد

ہاتھ مین تلوار ہی غصہ سے منہ مین کف بھرے ہوے ہین اور قاتل جوش شوق قتل مین چلا آ رہا ہے اے مرگ غالب تجھے مبارک ہو۔ مبارک باد کی وجہ یہ ہے کہ تجھے کوئی بہانہ نہ ملتا تھا۔

تو پست فطرت اور خیال بسا بلند اے طفل خود معاملہ قد سے عصا بلند

تو پست فطرت ہے اور تیرے خیال اس قدر بلند ہین کہ حد و انتہا نہین اے طفل خود غرض اس پست فطرتی پر یہ خیال ایسے معلوم ہوتے ہین کہ جیسے کوئی اپنے قد سے اونچی لاٹھی لئے ہوتا ہے جو نہایت ناموزون اور بری معلوم ہوتی ہے۔

ویرانے جز آمد و رفت نفس نہین ہے کوچہ ہاے نے مین غبار صدا بلند

کوئی ویرانی آمد و رفت نفس سے زیادہ دنیا مین نہین ہے۔ یہی ویرانی بڑی ویرانی ہے۔ دیکھو نے کے کوچہ مین اسی آمد و رفت نفس کی وجہ سے غبار صدا بلند ہو رہا ہو اگر آمد و رفت نفس نہو تو یہ غبار صدا بلند نہ ہو تو معلوم ہوا کہ باعث ویرانی یہی آمد و رفت نفس ہے۔

رکھتا ہو انتظار تماشاے حسن دوست مژگان باز ماندہ سے دست دعا بلند

حسن دوست کی دید کا انتظار ان پلکون سے جو چشم باز ماندہ عاشق مین ہین دست دعا

بلند کر رہا ہے گویا کہ یہ پلکین دست دعا ہین جو بلند ہو رہے ہین اور دیدار کی دعائین مانگ رہے ہین۔

موقوف کیجیئے یہ تکلف نگاریان ہوتا ہے ورنہ شعلۂ رنگ حنا بلند

آپ یہ جو ہاتھ پاؤن پر مہندی سے ازراہ تکلف نقش و نگار بناتے ہین بہتر یہی ہے کہ نہ بنایئے ورنہ مجھے ڈر ہے کہ اب کوئی دم مین رنگ حنا کا شعلہ بلند ہو جائے گا اور دنیا مین آگ لگ جائے گی۔

قربان اوج ریزیِ چشم حیا پرست یک آسمان ہے مرتبہ پشت پا بلند

اُس کی چشم حیا پرست کی اوج بخشی کے قربان جایئے کس قدر اس کی حیا پرستی مین اوج بخشی کی تاثیر ہے کہ بوجہ حیا و شرم جو اس نے گردن جھکا رکھی ہے اور وہ نگاہ پشت پا پر پڑ رہی ہے تو اس کے اثر کی وجہ سے پشت پا کا مرتبہ ایک آسمان کی برابر بلند ہو گیا ہے۔

ہو دلبریِ کمینگر ایجادِ یک نگاہ کار بہانہ جوئی چشم حیا بلند

دلبری گھات مین لگی ہوئی ہے کہ کسی طرح ایک نگاہ ایجاد ہو جائے مگر اس کی چشم حیا پرست برابر بہانہ جوئی مین مصروف ہے اور ایک نگاہ کی بھی روادار نہین ہے خدا اس کو مرتبہ بلند عطا کرے۔

بالیدگی نیاز قدِ جانفزا اسد در ہر نفس بقدر نفس ہے قبا بلند

بالیدگی اور نشو و نما اس کے قد جانفزا کی نیاز مند ہو اور اُس پر قربان ہے۔ مین دیکھ رہا ہون کہ ہر نفس مین بقدر نفس اس کی قبا بلند ہوتی جا رہی ہے۔ بوجہ بالیدگی کے۔

حسرت دستگہ و پائے تحمل تا چند رگ گردن خط پیمانۂ بے مُل تا چند

یہ مقدرت کی حسرت اور یہ پائے تحمل کا ارمان تا کجے یہ سب فضول ہو اس کی خیالی

ایسی ہے کہ جیسے ایک بغیر شراب کے خالی پیالے میں خلا پڑا ہوتا ہے آخر اس کا غرور کب تک رہیگا یہ سب جاہل حرکتیں ہیں نہ پارے تحمل سے کچھ ہوتا ہے اور نہ حسرت مقدرت سے کچھ ہو سکتا ہے۔

ہے گلیم سیہ بخت پریشان کاکل — مو ئینہ باستن ریشۂ سنبل تا چند

اُنکے نصیبے کی گلیم سیاہ پریشان کاکل ہو رہی ہے سنبل کہاں تک یہ موئینہ باقی کرے گا اور کہاں تک اس حال پریشان کو چھپائے گا۔ موئینہ کسی اونی چیز کو یا اون کو کہتے ہیں موئینہ بافی اون کا کپڑا بننا سنبل کی پریشانی کو گلیم سیہ بخت اور اس کی پیچیدگی کو موئینہ بافی کہنا بے انتہا لطیف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پریشان حالی چھپائے چھپ نہیں سکتی۔

کوکب بخت بجز روزن پُر دود نہیں — عینک چشم جنون حلقۂ کاکل تا چند

ہمارے نصیب کا ستارہ سوائے روزن پر دود کے اور کوئی نہیں ہے۔ روزن پر دود تک رسائی ہو تو نصیبہ سمجھے یہ حلقۂ کاکل کا خیال جو ہمارے چشم جنون خیز کا حلقہ بنا ہوا ہے اس سے کب تک کام چلے گا اور کس وقت تک یہ ہمارا ساتھ دے گا

چشم بے خون دل۔ دل تہی از جوش نگاہ — بزبان عرض فسون ہوس گل تا چند

آنکھ میں خون دل نہیں اور دل میں جوش و شوق نگاہ نہیں۔ پھر جب یہ کیفیت ہو تو ہوس گل کی یہ فسون خوانی کب تک کام آسے گی اور کیا کرے گی یہ بالکل فضول ہے عرض شوق سے کیا کام چل سکتا ہے اور ہوس گل کا کام کیا ہے اور کس کو اس کا دماغ ہے یہ جو ہوس گل صرف زبان سے عرض فسون کاری کر رہی ہے یہاں اس سے کیا کام نکل سکتا ہے۔ اس کے لئے دیدۂ پر خون اور دل پر ذوق چاہیئے۔

بزم داغ طرب و باغ کشادِ پر رنگ — شمع و گل تا کے و پروانہ و بلبل تا چند

بزم صرف ایک داغ طرب ہے اور باغ صرف مرغ رنگ کی کشادِ پر ہے یہ دونوں چیزیں انتہائی تکلیف دہ ہیں لہذا کیا بھروسہ کیا جا سکتا ہے شمع و گل پر اور

کیا کہا جا سکتا ہے بلبل و پروانہ کے بارے مین - اب بھلا یہ دونون کب تک بچارہ سکتے ہین اور ان کے قیام کی کیا امید ہو سکتی ہے -

نالہ دام ہوس و درد اسیری معلوم　　شرح بر خود غلطیہائے تحمل تا چند

نالہ صرف ایک دام ہوس ہے اور درد اسیری کی حالت جو کچھ ہے وہ ظاہر ہے یعنی بہت جانگداز ہے یہ تحمل جو برابر کیا جا رہا ہے بیکار ہے سے شرح بر خود غلطی ہا سکو چھوڑ تحمل کب تک کیا کرے گی تو کچھ کام کر - شرح بر خود غلطی ہا کو مخاطب کرنا نہایت لطف رکھتا ہے یا یہ کہ نالہ اور درد اسیری کی حالت جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ ایک دام ہوس ہے اور ایک بالکل ہیچ لہذا اس تحمل کی بوا لفتہ غلطیون کی شرح کہان تک کیجائے

جوہر آئینہ فکر سخن ملے دماغ　　عرض حسرت پس زانوئے تامل تا چند

اے جوہر آئینہ کچھ فکر کر اور اس بات کے ادا کرنے اور کہنے کی فکر کر جو تیرے لئے موے دماغ بنکر تکلیف دے رہی ہے آخر تو زانوے تامل کے پیچھے بیٹھ کر تا کہے عرض حسرت کیا کرے گا یا یہ کہ آئنہ زانوے تامل کے جوہر دماغ کے لئے تکلیف دہ ہو گئے ہین اس حالت مین اس آئنہ کے پیچھے بیٹھکر کہان تک عرض حسرت کیا کرون -

---

سادگی ہے عدم قدرت ایجاد غنا　　ناکسی آئینۂ ناز - توکل تا چند

بے نیازی یا مقدرت اور ثروت کی ایجاد پر قدرت نہ رکھنا کوئی بڑی اچھی بات نہین ہے بلکہ حقیقتاً یہ سادگی اور بے وقوفی ہے اے توکل تو اس ناکسی نالایقی اور بیقدری کو کب تک اپنے لئے آئینہ ناز بنائے رہے گا یہ بات تیری حماقت مین شمار ہو گی -

اسد خستہ گرفتار دو عالم اوہام　　مشکل آسان کن یک خلق تغافل تا چند

غریب دردمند اسد کو لاکھون اوہام نے گھیر رکھا ہے اور پریشان ہو رہا ہے اے دنیا بھر کی مشکلون کے آسان کرنے والے کب تک یہ تغافل برتے گا اور کب تک اسد کو

ان اوہام باطلہ میں جو اس تغافل سے اس کے دل میں بھرے ہوئے ہیں گرفتار رکھے گا۔

ہے کام دل کریں کس طرح گمرہاں فریاد　　　ہوئی ہے لغزشِ پا لکنتِ زبانِ فریاد

جو لوگ گمراہ ہیں وہ اپنے دل کی خواہش کے مطابق کس طرح فریاد کر سکتے ہیں اُن کی لغزشِ پا جس نے انھیں گمراہ کر دیا ہے وہ اُن کے لئے لکنتِ زبان بن گئی ہے اور کچھ کہنے نہیں دیتی۔ واصیبتا۔

کمالِ بندگیِ گل ہے رہنِ آزادی　　　زِ بستِ مشت پر و خارِ آشیان فریاد

وہ کمال جو گُل کی بندگی میں بننا چاہئے آزادی کی ... تمہارا خدا اثر کرے اس مشتِ پر اور آشیان کے تنکوں کا جنھنے اُس کو رہنِ آزادی بنا رکھا ہے مشت پر سے پر ... اور خار آشیان آشیان کے تنکے سے مراد لی گئی ہے پہلے ... کے الفاظ نہایت ہی گنجلک ہیں جو مطلب کو صحیح ادا نہیں ہونے دیتے اسیرِ بندگیِ گل اور اضافتوں نے اور بھی ستم توڑا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ... یا بندۂ گل ہونا چاہئے نہ کہ مطیعِ مشتِ پر و خار۔

نوازشِ نفسِ آشنا کہاں ورنہ　　　برنگِ نے ہے نہاں در ہر استخوان فریاد

میری ہر ہڈی میں فریاد اس طرح بھری ہوئی ہے جیسے نے کے اندر نغمہ بھرا ہوتا ہے مگر مجھے کوئی ایسا آشنا نہیں ملتا جو اپنے نفس سے مجھے پُر صدا کرے اور نوازش فرمائے۔ نوازشِ نفس میں ایک نہایت ہی لطیف ایہام ہے جو دونوں معنی دے رہا ہے بجانا اور مہربانی کرنا۔

بھرے ہیں میں شکووں سے یوں راگ سے جیسے باجا
اک ذرا چھیڑیئے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے

تغافل آئینہ دارِ خموشیِ دل ہے　　　ہوئی ہے محو بہ تقریبِ امتحان فریاد

اُن کا تغافل یعنی جان بوجھ کر غفلت کرنا میری خموشی کا آئینہ دار ہے گویا میرا

امتحان ہو رہا ہے اور اس امتحان کی تقریب نے میری خموشی کو محو کر دیا ہے اسلئے قفل خاموشی دل کا آئینہ دار بن گیا ہے۔

ہلاک بےخبری نغمۂ وجود و عدم جہان و اہل جہان سے جہان جہان فریاد

اہل جہاں اپنی بیخبری سے ہلاک ہیں اور نغمۂ وجود و عدم گا رہے ہیں کیا کہا جائے ان بیخبروں کو فریاد ہے اس جہان اور اس جہان والوں سے فریاد ہے اور بہت فریاد ہے۔

جواب سنگدلیہاے دشمنان ہمت زدست شیشہ دلیہاے دوستان فریاد

شاعر سنگدلی ہائے دشمن کو بیان کرتا اور کہتا ہے کہ جواب سنگدلی ہائے دشمنان تو ہمت کرتا ہوں میں اپنے دشمنوں کو اپنی ہمت سے جواب دے سکتا ہوں اور پھر افسوس کرتا اور کہتا ہے کہ ہائے دوستوں کے دل بالکل شیشہ ہیں مگر وہ میرے دشمنوں ان کی سنگدلی سے زیادہ ہیں ان کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔ اور ہمت سے وہاں کام نہیں نکل سکتا فریاد ہے۔

ہزار آفت و یک جان بے نوائے اسد خدا کے واسطے اے شاہ بیکسان فریاد

ہزار آفتیں ہیں اور غریب اسد کی ایک جان بے نوا ہے خدا کے واسطے اے شاہ بیکسان امداد کیجئے۔ فریاد ہے۔

ردیف رائے مہملہ

اسد اے بے تحمل عربدہ بیجا ہے ناصح سے کہ آخر بیکسوں کا زور چلتا ہے گریبان پر

اس شعر کو صاف کر کے اس طرح کہا گیا ہے اور یہی اس کی شرح ہے۔

نہ از ناصح سے غالب کیا ہوا گر اسنے شدت کی ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریبان پر

خط نوخیز نیل چشم زخم صافی عارض لیا آئینہ نے حرز پر طوطی بہ چنگ آخر

میرے معشوق کا خط زہر ستہ نیل ہے جو رخسارہ پر اسنے کھینچ یا ہے کہ کہو نظر بد نہ لگے اور چشم بد کو رنج جائے یار رخسار ایک آئینہ صفا تھا۔ اس نے پر طوطی سے نمونہ حفاظت حاصل کیا ہے آئینہ کو طوطی سے یہ تعلق ہے کہ آئینہ کے سامنے طوطی کو رکھ کر بولنا سکھاتے ہیں۔

ہلال آسا تہی رہ گر کشادہ دل چاہیے ہوا مہ کثرتِ سرمایہ اندوزی سے تنگ آخر

اگر تجھے دل کی کشادگی کی تمنا ہے تو ہلال کی طرح تہی دست رہ اسکے مقابلہ میں ماہ یعنی چودہوین کے چاند کو دیکھ کر سرمایہ اندوزی نوبت اس کی کیا حالت ہو اسکی کشادگی بالکل جاتی رہی ہے اور وہ تنگ ہو گیا ہے تنگ ہونا ایک یہ کہ اس مین کشادگی کی گنجایش نہین رہی دوسرے یہ کہ رنجیدہ اور تنگدل ہے۔

تڑپ کر مر گیا وہ صیدِ بال افشان کہ مضطر تھا ہوا ناسورِ چشمِ تعزیت زخمِ خدنگ آخر

وہ شکار جو پھڑپھڑا تا تھا تڑپ کر مر گیا۔ اس کے زخمِ خدنگ ناسورِ چشمِ تعزیت بن گیا یعنی زخم تیر ناسور چشم تعزیت کے مانند ہمیشہ بہتا رہا

لکھی یاروں کی بدمستی نے میخانے کی پامالی ہوئی قطرہ فشانی ہائے باراں سنگ آخر

یاروں کی بدمستی نے میخانے کو پامال اور ویران کر دیا اور مے سے جو انھوں نے قطرہ فشانی کی اُس قطرہ فشانی نے باران سنگ کا کام دیا یعنی شراب ضائع اور بیکار گری اور میخانہ تباہ و برباد ہو گیا۔ قطرہ فشانی سے مراد لہو و لعب مین چھینٹے اڑانا۔

اسد پردے مین بھی آہنگِ شوقِ یار قائم ہے نہین ہے نغمے سے خالی خمیدنہاے چنگ آخر

اے اسد اس پردے مین بھی آوازِ شوقِ یار اس مین موجود ہے۔ خمیدنہاے چنگ نغمے سے خالی نہین ہے یعنی وہ خمیدہ ہو گیا ہے مگر اس پردہ مین بھی وہی شوق قائم ہے۔ میرے نزدیک پردے کے بجاے یہان پیری کا لفظ ہو گا جس کی وجہ سے خمیدنہاے چنگ نہایت ہی بامعنی ہو جاتا ہے اگرچہ پردۂ چنگ کو بھی غلط نہین کہا

جا سکتا مگر پھر بھی مشکوک ہے۔

دیا یارون نے بیہوشی مین درمان کا فریب آخر　　ہوا سکتے سے مین آئینۂ دست طبیب آ

یارون نے بیہوشی مین مجھے علاج کا فریب دیا یا چارہ گر کو میرے علاج
کا فریب دیا نتیجہ یہ ہوا کہ مین سکتے کی وجہ سے دست طبیب مین آئینہ بن کر رہ گیا۔
سوائے اس کے اور کچھ نہین کہ چارہ گر حیرت کے ساتھ مجھے دیکھ رہا ہے اور کچھ نہ
کر سکتا حیران ہے۔ مین اُسکے ہاتھ مین آئینہ کی طرح ہون۔

رگ گل جادۂ تار نگہ سے حد موافق ہے　　ملینگے منزل الفت مین ہم اور عندلیب

رگ گل گل کی پتیون کے اندر نازک نازک ریشے کو کہتے ہین شاعر اُسی سے
کی تشبیہ دیتا اور کہتا ہے کہ رگ گل اور جادۂ تار نگاہ دونون آخر مین بالکل یکسان
نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم اور بلبل منزل الفت پر پہونچکر ملین گے کیونکہ وہ جادۂ رگ گل کی مانند
اور میرا تار نگاہ بھی ویسا ہی جادہ ہے لہذا پہونچنا دونون کو ایک ہی جگہ ہے۔

غرور ضبط وقت نزع ٹوٹا بیقرارانہ　　نیاز بال افشانی ہوا صبر و شکیب

مین اپنی زندگی بھر ضبط کرتا رہا اور کبھی بازوے طلب نہین ہلائے یا
مین بال افشانی نہین کی مگر کیا کیا جائے کہ یہ غرور ضبط نزع کے وقت بیقرار
طرح ٹوٹ ہی گیا اور وہ صبر و شکیب سب اس وقت کی بال افشانی یعنی تڑپ ا
کی نذر ہو کر رہ گیا۔

اسد کی طرح میری بھی بغیر از صبح رخساران　　ہوئی شام جوانی اے دل حسرت نصیب

جیسے غریب اسد کی شام جوانی یونہی گزر گئی اور کبھی کسی صبح رخسار کا د
غریب کو نصیب نہوا ایسے ہی اے دل حسرت نصیب میری بھی شام جوانی نا
مین گزر گئی۔ اسمین صنعت تجرید ہے یعنی اسد کوئی اور ہے قائل کوئی اور ہے۔

فسون یکدلی ہے لذت بیداد دشمن پر　　کہ وجد برق جون پروانہ بال افشا

دشمن کے دل مین جو میرے اوپر ظلم کرنے کی لذت بھری اُس سے یکدلی اور دوستی کا شبہ ہوتا ہے کیونکہ بجلی جس کے دل مین میرے خرمن کے برباد کرنے کی لذت بیداد جاگزین ہے وہ اس طرح وجد مین آکر اور جھوم جھوم کر میرے خرمن پر گر رہی ہو جیسے تسخیر کا عمل کر دیا ہو اور کوئی کسی کے عشق و محبت مین بیتاب پھرے کیا خوب خیال ہے سبحان اللہ

تکلف خار خارِ التماس بیقراری ہے　　　　کہ رشتہ باندھتا ہی پیرہن انگشت سوزن پر

خود پیراہن سیتے کے وقت انگشت سوزن کے اوپر ایک رشتہ لپیٹ دیتا ہے اور یہ ایک قسم کا تکلف ہے مگر یہ تکلف دراصل اس بے قراری کا عرض کرنا ہو جو پیراہن یا سوزن کے دل مین بھری ہوئی ہے اور جو دل کے چاک ہونے کی خبر دیتی ہے۔

یہ کیا وحشت ہے اے دیوانے پیش از مرگ واویلا　　　　رکھی بیجا بنائے خانۂ زنجیر شیون پر

کہتا ہے کہ دیوانے آخر یہ کیا وحشت ہے اور کیا جنون ہے یہ تو پیش از مرگ واویلا والا مضمون ہے شیون و ماتم کیا جاتا ہے کسی کے مرنے کے بعد مگر قربان جائیے آپ کی وحشت کے کہ آپ نے زنجیر کے گھر کی بنیاد ہی شیون کے اوپر رکھی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جب زنجیر بنانے والا بنائے گا تو ساتھ ہی اس مین صدا بھی پیدا ہو گی۔ کیا گہری اور کتنی اچھی تخئیل ہے یہ کہ گویا خانۂ زنجیر کی بنا ہی شیون و ماتم پر ہے۔

شیشۂ آتشین رُخ پر نور　　　　عرق از خط چکیدہ روغن مور

اُس کا رُخ پر نور شیشۂ آتشی ہے گویا اُس کے خط سے جو عرق ٹپک رہا ہو وہ روغن مور نکل رہا ہے خط کو مور سے تشبیہ دی ہے۔

بسکہ ہون بعد مرگ بھی نگران　　　　مردمک سے ہی خال بر لب گور

چونکہ مجھے بعد فنا بھی انتظار ہے اور میری آنکھیں منتظر ہین لہذا میری پتلی میرے لب گور پر ایک خال سیاہ معلوم ہوتی ہے۔

مژہ ہے رشتۂ رز انگور   بار لاتی ہے دانہاے سرشک

مژگان انگور کی شاخ کی طرح لدی ہوئی یہ معلوم ہوتی ہے کہ خوشہ ہائے انگور رسیلے ہی ہے مگر افسوس یہ ہے کہ اسکے دانہائے انگور اشک ہین۔

نہین شاہان عشق کا دستور   ظلم کرنا گدائے عاشق پر

جو لوگ کشور حسن کے حکمران ہین اُن کے یہان یہ دستور نہین ہے کہ بیچارے عاشق پر جو فقیر ہوتا ہے ظلم و ستم روا رکھین یہ بڑی زیادتی ہے۔

دشمنی ہے وصال کا مذکور   دوستو مجھ ستم رسیدہ سے

اے دوستو مجھ ستم کش کے سامنے کوئی وصل کا ذکر نہ کرو یہ میرے ساتھ دشمنی ہے کیونکہ مین یہ سنکر اور زیادہ مضطرب اور بیقرار ہوتا ہون۔ وصال کے مذکور مین تنوع معانی ہے جس کو یہ بھی خیال کیا جا سکتا ہے کہ میرے لئے وصل کی تدبیرین اور فکرین ہرگز ہرگز نہ کرو۔ یا یہ کہ اپنے وصل کا ذکر نہ کرو۔ نہایت پراثر شعر ہے۔

ہے کہان قیصر اور کہان فغفور   زندگانی پہ اعتماد غلط

زندگی پر بھروسہ کرنا دراصل ایک بڑی سخت غلطی ہے نہ قیصر باقی رہا نہ فغفور رہا پھر جب ایسے ایسے جلیل القدر بادشاہون کو موت نے نہ چھوڑا تو ہماری کیا حقیقت ہے قیصر زمانہ سابق مین شاہ روم اور فغفور شاہ چین کا لقب تھا جیسے کہ فراعنہ شاہان مصر کا۔

اے اسد ہے ہنوز دلی دور   کیجئے جون اشک اور قطرہ زنی

ابھی تو آنسوؤن کی طرح آپ قطرہ زنی کئے جائیے یعنی ابھی تو مدتون تک روان دوان رہئے کیونکہ ہنوز دلی دور ہے یعنی ابھی مدتون رونا چاہئے تب کہین منزل مقصود پر رسائی ہوگی۔

بسکہ مائل ہی وہ رشک ماہتاب آئینہ پر ہی نفس تار شعاع آفتاب آئینہ پر

چونکہ وہ رشک ماہتاب آئینہ پر عاشق ہے اور آئینہ دیکھتا رہتا ہے لہذا اس کی ہر سانس جو آئینہ پر پڑتی ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ آئینہ پر آفتاب کی شعاع پڑی۔

بازگشت جادہ پیمائے رہ حیرت کہاں غافلاں غش جان کر چھڑکیں ہیں آب آئینہ پر

بھلا وہ شخص جو راہ حیرت کا مسافر اور رہ نورد ہے اس کی بازگشت کی کیا صورت ہے اور وہ کیونکر پلٹ کر آسکتا ہے۔ غافل بیہوش جان کر آئینہ پر پانی چھڑک رہے ہیں قاعدہ ہے کہ جب غش آتا ہی تو منہ پر چھینٹے دیتے ہیں کہ ہوش آ جاوے اسی لئے کہتا ہو کہ میں کوئی غش تو ہوا نہیں ہوں کہ مجھے پھر ہوش آ جائے اب میری بازگشت محال ہے یہ بھی رسم ہی کہ مسافر جب سفر کے لئے نکلتا ہے تو اس کے اقارب و احباب شگون واپسی کے لئے آئینہ پر پانی چھڑکتے ہیں کہ بامراد واپس آ جاوے اسی لئے کہتے ہیں کہ غافلوں نے یہی سمجھا ہے کہ میں واپس آ جاؤں گا۔ حالانکہ رہ نوردان حیرت کبھی واپس نہیں آتے۔ اور اس غشی سے کسی طرح پر ہوش نہیں ہو سکتا۔

بدگمان کرتی ہی عاشق کو خودآرائی تری بیدلوں کو ہی برات اضطراب آئینہ پر

آپ کی خودآرائی عاشق کو بدگمان کرتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ برات عاشقاں برشاخ آہو خیر یہ تو ہوگا مگر یہ یاد رکھئے کہ بیدلوں کو جو حصہ اضطراب تقسیم ہوتا ہے تو حالت خودآرائی میں آئینہ دیکھنے سے ہوتا ہے۔

ناز خودبینی کے باعث خونی صد بیگناہ جوہر شمشیر کو ہی پیچ و تاب آئینہ پر

میرے محبوب کی خودبینی کی وجہ سے آئینہ کو ناز ہے اور اسی وجہ سے وہ سیکڑوں بلکہ ہزاروں بے گناہوں کو قتل کرتا ہے اور اتنا خونی ہوگیا ہے کہ اب آئینہ کے جوہر پر جوہر شمشیر بھی رشک سے پیچ و تاب کھاتا ہے۔

مدعی میرے صفائے دل سے ہوتا ہی خجل ہی تماشا زشت رو یونکا عتاب آئینہ

مدعی یعنی دشمن میرے دل کی صفائی دیکھکر کٹا جاتا ہے اور غصہ کرتا ہے کیا تماشا ہو کہ یہ بدصورت آئینہ پر عتاب کرتے ہین۔ حالانکہ ان کی بدصورتی مین آئینہ کا کوئی قصور نہین ہی۔

سد سکندر ہوا زبہر نگاہ گلرخان　　گر کرے یون امر نہی بوتراب آئینہ پر

اگر امر بوتراب نہی کے بارے مین جاری ہو تو آئینہ گلرخون کے لئے سد سکندر بنجاے اور وہ اپنی نگاہ کو آئینہ کے پار نہ کرسکین۔

دل کو توڑا جوش بیتابی سے غالب کیا کیا　　رکھدیا پہلو بوقت اضطراب آئینہ پر

اے غالب حالت بیتابی مین تم نے دل کو توڑ ڈالا یہ کیا کیا گو یا بیتابی کے وقت آئینہ پر پہلو رکھدیا ہے جس سے وہ چور چور ہوکر رہ گیا۔

ہر کسوتِ عروج تغافل کمال حسن　　چشم سیہ بہ مرگ نگہ سوگوار تر

حسن کا کمال تغافل کی بلندی کے لئے ایک لباس ہو معشوق کی چشم سیاہ نگاہ کے مرجانے سے سوگوار بنی ہو کیونکہ اسطے تغافل نگاہ کے لئے ایک موت کے برابر ہے یعنی تغافل مین نگاہ نہین کی جاتی۔ اور یہی سوگواری چشم سیاہ کا سبب ہے۔

سعی خرام کاوش ایجاد جلوہ ہے　　جوش چکیدن عرق آئینہ کار تر

یہ جو خرام ناز مین سعی فرمائی جارہی ہے یہ ایجاد جلوہ کے لئے ایک کاوش ہی یعنی یہ کاوش محض جلوہ گری کے واسطے ہے پسینہ اسکی تائید کرتا ہوا اور چہرہ کو آئینہ بنا رہا ہے۔

ہر گردباد حلقۂ فتراک بیخودی　　مجنون دشت عشق تحیر شکار تر

ہر بگولا اس کو حصول بیخودی کے لئے فتراک کا ایک حلقہ معلوم ہوتا ہے یعنی ہر بگولہ اس کے لئے ایک بیخودی کو پھانس رہا ہو اس طرح سے عشق کے جنگل کا مجنون اور زیادہ حیرت کا شکار کر رہا ہے۔ اور دشت گردی سے اوسکی وحشت بڑھ رہی ہے۔

اے چرخ خاک بر سر تعمیر کائنات　　لیکن بنائے عہد وفا استوار تر

اے آسمان چاہے تو تعمیر کائنات کو خاک مین ملا دے کچھ پروا نہین مگر عہد وفا کی بنا کو اور زیادہ بلند کر جتنا بلند کر سکے۔

ہیچ ہے قدر جنون آشفتہ سامانی بغیر　　ننگ وحشت ہے گریبان چاکدامانی بغیر

جب تک پریشانی اور آشفتہ سامانی نہو اُس وقت تک جنون کی کچھ قدر نہین وہ گریبان جس مین چاک دامانی نہو وہ وحشت عشق کے لئے باعث ننگ و عار ہے۔

پائے بند عشق رسم و رہ سے آزاد ہین　　کرتے ہین ذکر تیرا سبحہ گردانی بغیر

وہ لوگ جو عشق کے پابند ہو چکے ہین وہ زمانہ کی رسوم کی قید سے آزاد ہین اُنکو یہ ضرورت نہین ہو کہ تیرا ذکر بھی کرین جب تسبیح لین بلکہ بغیر تسبیح وہ برابر تیرے ذکر مین مشغول ہین۔ کیونکہ وہ عشق کے پابند ہین نہ ر سبیح ے

محشر آشوب رسوائی ہے انداز کرم　　مجرمون کا دل نہین رہتا پشیمانی بغیر

یعنی تیرے کرم کا انداز فتنۂ رسوائی کا ایک محشر ہو اگرچہ تو نے مجرمون کو انداز کرم بخش دیا ہو مگر وہ اس سے مطمئن نہین ہوے اور پشیمان ہو رہے ہین اور یہی پشیمانی اُن کیلئے ایک آشوب قیامت اور قیامت آشوب ہو اسی قسم کا فارسی کا یہ شعر ہے ؎

ہفت دوزخ در نہاد شرمساری مضمر است
انتقام است اینکہ با مجرم مدارا کردہ

دل کا پہلے خوگر آلام ہونا شرط ہے　　کوئی مشکل رہ نہین سکتی ہو آسانی بغیر

یعنی دنیا مین کوئی ایسی مشکل نہین ہو جو آسان نہو سکے مگر اصل یہ ہے کہ پہلے دل کا خوگر آلام ہونا بہت زیادہ ضروری اور لازمی ہو ظاہر ہو کہ جب دل خوگر آلام ہو گیا تو پھر خود بخود ہر مشکل آسان ہو گئی۔ غالب نے خود ہی ایک جگہ اس مضمون کو یون کہا ہو ؎

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں

ہو گدائے عجز ہمت اے غرور معصیت   سنگ خارا بھی نہیں آئینہ حیرانی بغیر

اے معصیت کے غرور تجھے چاہیئے کہ تو عاجزی ہمت کے لئے فقیر بنجائے یعنی تجھے چاہیئے کہ عجز ہمت کو حاصل کرے کیونکہ آئینہ میں جب تک کہ حیرانی نہو وہ سنگ خارا کے درجہ سے بھی گرا ہوا ہے - یا آئینہ تو آئینہ وہ پتھر بھی نہیں

ہو ندامت آشنائے عشق ممکن ہی نہیں   فکر ایجاد گریبان ذوق عریانی بغیر

یہ ممکن نہیں ہے کہ ندامت عشق کی آشنا ہو جائے اور ایجاد گریبان کا ذوق بغیر ذوق عریانی پیدا ہو سکے یعنی عشق میں عشق کی پیدائش کے ساتھ ہی ذوق رسوائی بھی پیدا ہوتا ہو -

....   اے اسد دشوار ہے جینا گرانجانی بغیر

ردیف زائے ہوز

بیگانۂ وفا ہے ہوائے چمن ہنوز   وہ سبزہ سنگ پر نہ اگا کوہکن ہنوز

چمن کی ہوا بھی وفا سے بیگانہ ہے اور یہاں کہیں وفا کا نام نہیں اے کوہکن کیوں پتھر کے اوپر تو اس سبزہ کو ڈھونڈھتا ہو وہ سبزہ ہنوز پتھر پر نہیں اگا اس فضول کام سے باز آ۔

یارب یہ درد مند ہے کس کی نگاہ کا   ہے ربط مشک و داغ سواد ختن ہنوز

اے خدا یہ کس ظالم کی نگاہ کا تیر کھا کر درد مند ہوا ہے کہ آج تک مشک اور داغ سواد ختن کا ربط و ضبط باقی ہے آخر یہ درد مند کس کی نگاہ سے ہوا تھا۔

جوں جادہ سر بکوئے تمنائے بیدلی   زنجیر پا ہے رشتۂ حب الوطن ہنوز

جادہ کی طرح مین کوئے بیدلی کی طرف رخ کئے ہوئے ہون - اور اُسی طرف جارہا ہون
گر کیا کیا جائے کہ وطن کی محبت کی زنجیر اب تک پاؤن مین پڑی ہی اور اس سے چھٹکارا نہین ہے
اس صورت مین کہ زنجیر حب وطن پاؤن مین پڑی ہو اپنی تشبیہ جادہ سے دینا نہایت ہی نازک
خیالی ہے -

مین دور گرد قرب بساط نگاہ تھا — بیرون دل نہ تھی تپش انجمن ہنوز

مین دور گرد اُس وقت بساط نگاہ کے قریب تھا یعنی اُس وقت نگاہ مین تھا جبکہ
انجمن کو دل کی تپش دل سے باہر بھی نہ آنے پائی تھی یعنی جب دوسرے عشاق موجود بھی
نہ تھے اُس وقت کا عاشق ہون -

تھا مجکو خار خار جنون وفا اسد — سوزن مین تھا نہفتہ گل پیرہن ہنوز

اے اسد مجھے اُس وقت بھی بے انتہا جنون وفا پیدا ہو گیا تھا - جب کہ گل پیرہن کا
مقام سوزن مین تھا - یعنی کتم عدم مین تھا یعنی مین چاک گریبانی پر اُس وقت آمادہ تھا جبکہ
خود دامان و گریبان بھی نہ تھا -

فانوس شمع ہے کفن کشتگان شوق — در پردہ ہے معاملہ سوختن ہنوز

فانوس شمع کشتگان شوق کا کفن بن چکا ہے حالانکہ سوختن کا معاملہ ابھی تک پردہ
ہی مین ہے اور اس کا کہین مذکور بھی نہین -

کو یک شرر کہ ساز چراغان کرون اسد — بزم طرب ہے پردگی سوختن ہنوز

ایک شرر کہان سے لاؤن کہ چراغان کا سامان کرون بزم طرب اُس وقت تک جلنے
کے لئے پردہ بنی ہوئی ہو یا یہ کہ جلنے سے ہنوز پردہ کرتی ہو -

فریب صنعت ایجاد کا تماشا دیکھ — نگاہ عکس فروش و خیال آئینہ ساز

صنعت ایجاد کے اس فریب کو ذرا غور سے دیکھئے نگاہ عکس فروش ہو اور خیال آئینہ ساز ہے

ظاہر ہو کہ آنکھ میں جو عکس پڑتا ہو وہی ظاہر کرتی ہو یا یہ کہ نگاہ برابر عکس معشوق دکھا رہی ہے اور خیال آئینے تیار کرتا جا رہا ہے یعنی میرے فریب دینے کے لئے دونوں آمادہ ہیں

زبسکہ جلوۂ صیاد حیرت آرا ہے — اڑی ہے صفحۂ خاطر سے صورت پرواز

چونکہ جلوۂ صیاد حیرت آرائی کرتا ہے اور جلوۂ صیاد نے مجھے حیران کر دیا ہے لہذا میرے صفحۂ خاطر سے صورت پرواز محو ہو کر رہ گئی ہے۔

ہجوم فکر سے دل مثل موج لرزے ہے — کہ شیشہ نازک و صہبا ہے آبگینہ گداز

فکر کے ہجوم سے دل موج کی مانند کانپتا ہے کیونکہ دل ایک شیشہ کی طرح ہے اور اسکے اندر شراب محبت بھری ہے جو اس قدر تیز اور تند ہے کہ شیشہ کو بھی گلا دیتی ہے اسیو جسے فکر اور پریشانی کا ہجوم ہو رہا ہے اور دل موج کی مانند لرز رہا ہے۔

اسدؔ سے ترک وفا کا گمان وہ معنی ہے — کہ کھینچیے پر طائر سے صورت پرواز

اسد کی طرف سے یہ گمان کرنا کہ یہ ترک وفا کرے گا یہ معنی رکھتا ہے اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے طائر کے پر سے پرواز کی طاقت کوئی سلب نہیں کر سکتا اسی طریقہ پہلے مجھ سے بھی ترک وفا ممکن نہیں ہے۔

آئی اک عمر سے معذور تماشا نرگس — چشم شبنم میں نہ ٹوٹا مژہ خار ہنوز

نرگس غریب ایک عرصے بینائی سے معذور ہے مگر شبنم جو تمام چمن کا نظارہ کرتی ہے اب تک وہ اندھی نہیں ہوئی اور اس کی آنکھ میں کوئی خار نہ چبھا۔

کیوں ہوا تھا طرف آبلۂ پا یا رب — جادہ ہے واشدن پیچش طومار ہنوز

آخر جادہ نے آبلہ پا سے کیوں شرط لگائی تھی کہ آج تک کسی ایسے طومار کا کھلنا معلوم جس میں کھیلنے پر بھی پیچ و تاب باقی ہے طومار کسی لمبے اور لپٹے ہوئے کاغذ کو کہتے ہیں جو کھلنے کے بعد بھی لپٹتا رہتا ہے۔

حسن خود آرا کو ہے مشق تغافل ہنوز   ہے کف مشاطہ مین آئینۂ گل ہنوز

ہنوز حسن خود آرا تغافل کی مشق کر رہا ہے کیونکہ مشاطہ کے ہاتھ مین گل کا آئینہ ہو۔

سادہ و پرکار تر غافل و ہشیار تر   مانگے ہی شمشاد سے شانۂ سنبل ہنوز

میرا محبوب کس قدر سادہ ہو اور کس قدر پرکار اور ہوشیار ہو کہ شمشاد سے شانۂ سنبل کی فرمایش کر رہا ہو حالانکہ جانتا ہے کہ شانۂ سنبل شمشاد کہان سے بہم پہونچا سکے گا۔ اُس کی پرکاری یہ ہے کہ وہ کسی وقت اپنی زینت سے غافل نہین ہوا، نہ سادگی یہ ہو کہ شمشاد سے ایک ایسی چیز کی طلب ہے جو اسکے لئے محال ہے۔

ساقی و تعلیم رنج محفل و تمکین گران   سیلی استاد ہی ساغر بے مل ہنوز

ساقی کا کام یہ ہو کہ رنج کی تعلیم دے رہا ہے اور تمکین و تمکن والے لوگ اپنی تمکین مین مصروف ہین تو گویا کہ خالی پیالہ بے شراب دینا اُستاد کے طمانچہ کا کام دیتا ہے جو شاگردون کو تعلیم دینے کے لئے لگایا جاتا ہے۔

چاک گریبان کو ہو ربط تامل ہنوز   غنچہ مین دل تنگ ہے حوصلۂ گل ہنوز

چاک گریبان ابھی تامل سے ربط رکھتا ہو یعنی ابھی چاک نہین ہوا تو گویا ابھی گل کا حوصلہ حالت غنچگی مین گھٹتا ہوا تکلیف دے رہا ہو۔

داغ اطفال ہو دیوانہ بہ کہسار ہنوز   خلوت سنگ مین ہو نالہ طلبگار ہنوز

دیوانہ کہسار مین اب تک طفلان سنگ انداز کی وجہ سے بیقرار اور پریشان ہو کیونکہ پردۂ سنگ مین طلبگار نالہ ہو یا یہ کہ طفلان سنگ انداز کی جدائی مین دیوانہ ہنوز کہسار مین بیقرار ہو کیونکہ نالہ ابھی خلوت سنگ مین اُس کا طلبگار رہا اور وہ اس جدائی کی وجہ سے اُس سے جدا ہے۔

خانہ ہے سیل سے خو کردۂ دیدار ہنوز   دور بین در زدہ ہو رخنۂ دیوار ہنوز

سیل کی وجہ سے میرا گھر اسوقت تک خوگر ویرانی بنا ہوا ہے وہ رخنہ جو سیلاب آنے سے دیوار میں پیدا ہوا تھا وہ گویا ایک دیدہ بن گیا ہے جو انتظار دیدار میں بیٹھا ہے

دل کی صدائے شکست سازِ طرب ہے اسد　　شیشۂ بے بادہ سے چاہے ہے قلقل ہنوز

اے اسد دل کے ٹوٹنے کی آواز ایک سازِ طرب ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ تو شیشۂ بے بادہ سے قلقل کا خواستگار ہے گویا دل ایک شیشۂ بے بادہ ہے جس کی صدائے شکست تیرے نزدیک صدائے قلقل ہے۔

دل میں ہے سودائے زلفِ مستِ تغافل ہنوز　　ہے ثمرۂ خوابناک ریشۂ سنبل ہنوز

اس شعر میں دو چیزوں کو دو چیزوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ سودائے زلف کو ریشۂ سنبل سے اور ریشۂ سنبل کو ثمرۂ خوابناک سے کہتا ہے کہ میرے دل میں سودائے زلف اسوقت تک مست تغافل پڑا ہوا ہے اور وہ ریشۂ سنبل معلوم ہوتا ہے جو اس غفلت اور بیخبری کی وجہ سے ثمرۂ خوابناک بنا ہوا ہے۔

آئینۂ امتحان نذرِ تغافل اسد　　شش جہت اسباب ہے وہمِ توکل ہنوز

اے اسد تو نے آئینۂ امتحان کو نذر تغافل کر دیا ہے حالانکہ اسباب شش جہت موجود ہے مگر تو ابھی تک توکل کے وہم و خیال میں گرفتار ہے اور سمجھ رہا ہے کہ میں توکل کر رہا ہوں اس کو تغافل یعنی جان بوجھ کر غفلت کرنا کہتے ہیں۔

کو بیابانِ تمنا و کجا جولانِ عجز　　آبلے پا کے ہیں یاں رفتار کو دندانِ عجز

بھلا کہاں تمنا کا بیابان اور کہاں عجز کی جولانی کوئی نسبت اور مناسبت ہی نہیں آبلے جو پاؤں میں پڑ گئے ہیں وہ رفتار کے لئے دندان عجز بن گئے ہیں یعنی جیسے کہ عاجز ہو کر کوئی دانت نکال دیتا ہے بالکل ایسی ہی صورت ہے کہ رفتار نے بیابان تمنا سے عاجز ہو کر دانت نکال دیے ہیں یہی عجز کی جولانی ہے۔

ہو قبول کم نگاہی تحفۂ اہل نیاز　　ایدل و ایجان ناز اے دین اے ایمان عجز

اے دل و جان ناز سلے میرے عجز کے دین و ایمان اہل نیاز کے تحفے کے لئے کم نگاہی کو حکم دے کہ قبول کرے اور ان غریبوں کے پاس کیا رکھا ہے بس یہی ہو۔

بوسہ یا انتخاب بدگمانی ہائے حسن   یاں ہجوم عجز سے تا سجدہ ہے جولان عجز

اس میں ایک چھوٹا سا واقعہ درج کیا ہے جیسے کہ ایک عاشق ستم رسیدہ اشتیاق و شوق تمنا سے عاجز ہو کر کسی روز معشوق کے قدموں پہ جھک پڑا معشوق کو خیال ہوا کہ یہ پاؤں چومنا چاہتا ہے جب اس کو یہ معلوم ہوا تو کہنے لگا کہ میں اور بوسہ یا استغفر اللہ ایسا کب ہو سکتا ہے بدگمانی حسن کا انتخاب تہمت ہے یہاں تو عجز دنیا تک تا ہجوم ہے۔ عجز کی اگر بہت بڑی دوڑ ہے تو صرف سجدہ تک کیا بوسہ لینے کے لیے ہوگی۔

حسن کو غنچوں سے ہے پوشیدہ چشمی ہائے ناز   عشق نے وا کی ہے ہر یک خار سے مژگان عجز

حسن غنچوں سے چھپکے چھپکے دزدیدہ نگاہیاں کر رہا اور ناز کے ساتھ نظریں لڑا رہا ہے عشق اس کی دزدیدہ نگاہیاں دیکھ رہا ہے اور در حقیقت سر ایک خار سے مژگان عجز بنا کر آنکھیں کھولے ہوا باتیں دیکھ رہا ہے غنچوں کے لحاظ سے حسن کی پوشیدہ چشمی کہنا نہایت ہی مناسب ہے خار کو مژگان عجز کہنا بھی ایک تازگی رکھتا ہے۔

اضطراب نارسائی مایۂ شرمندگی   ہے عرق ریزی خجلت جوشش طوفان عجز

نارسائی کی بیقراری باعث شرمندگی ہوتی ہے اور اس شرمندگی سے جو عرق ریزی ہوتی ہے وہ گویا طوفان عجز کی جوشش ہے یعنی طوفان عجز میں جوش اور تلاطم اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ بیقراری کا اضطراب شرمندگی کا سامان بنتا ہے اور اس شرمندگی کی وجہ سے پسینہ آتا ہے

وہ جہاں مسند نشین بارگاہ ناز ہو   قامت خوباں ہو محراب نیازستان عجز

میرا محبوب جس جگہ بارگاہ ناز میں مسند نشین ہو وہاں تمام سرو قدوں کے قد جھک کر نیازستان عجز کی محراب بن جائیں حاصل کلام یہ کہ جہاں میرا محبوب جلوہ گر ہوگا اس جگہ

[illegible] ہیں کے

بسکہ بے پایاں ہے صحرائے محبت اے اسد   گردباد اس راہ کا ہے عقدۂ پیمان عجز

صحرائے محبت کی کوئی حد و نہایت نہیں ہے اور یہ ایک کف دست میدان بے پایاں ہے۔ اس راہ میں جو بگولے نظر آتے ہیں وہ بگولے نہیں ہیں بلکہ عقدے ہیں جو پیمان عجز کے کہے جاتے ہیں یعنی عہد کرنے میں یاد داشت کے لئے گرہ لگائی گئی ہیں۔

نہ ہوا تھا بعدم نقش دل مور ہنوز   تب سے ہے یاں دہن یار کا مذکور ہنوز

یعنی جبکہ عدم میں دل مور کا نقش بھی پیدا نہ ہوا تھا اس وقت سے اس وقت تک برابر دہن یار کا ذکر ہوتا چلا آتا ہے دہن یار کے مذکور اور دل مور میں بوجہ تنگی اور چھوٹے ہونے کے مناسبت ہے وہ ظاہر ہے

سبزہ ہے نوک زبان دہن گور ہنوز   حسرت عرض تمنا میں ہوں رنجور ہنوز

میں حسرت عرض تمنا میں مر گیا تھا اس کا اثر بعد مردن بھی ظاہر ہے کہ وہ سبزہ جو دہن گور پر اگا ہے سبزہ نہیں ہے بلکہ نوک زبان گور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں حسرت عرض تمنا میں ابھی تک رنجور ہوں۔

صد تجلی کدہ ہے حسرت جبین غربت   پیرہن میں ہے غبار شرر طور ہنوز

میری جبین غربت میں سو تجلی کدے پوشیدہ ہیں گویا کہ میرے پیراہن میں اس وقت تک غبار شرار طور مخفی اور موجود ہے جبین غربت میں شائد تجلی کدہ بوجہ درخشانی گرد غربت بتایا گیا ہے جو پیشانی پر موجود ہے۔

زخم دل میں ہے نہاں غنچۂ پیکان نگار   جلوۂ باغ ہے در پردۂ ناسور ہنوز

میرے دل کے زخم میں ایک ناسور (نقش پائے معشوق) کے پیکان کا غنچہ مخفی اور مستور ہے لہذا کہا جا سکتا ہے کہ اس ناسور کے نیچے ایک باغ کا جلوہ یا نگارستان ہے۔

پا پُر از آبلہ راہِ طلبِ مے میں ہوا کہ ہاتھ آیا نہیں یک دانۂ انگور ہنوز

طلب مے میں دوا دوش کرتے کرتے پاؤں میں اتنے آبلے پڑے کہ پاؤں آبلوں سے بھر گیا مگر محرومی کو دیکھئے کہ اس وقت تک ایک دانہ انگور بھی ہاتھ نہیں آیا۔ پاؤں کا آبلوں سے بھرا ہونا اور ایک انگور ہاتھ نہ آنا ایک لطف رکھتا ہے جو طبع سلیم پر پوشیدہ نہیں ہے۔

گُل کھلے غنچے چٹکنے لگے اور صبح ہوئی سرخوشِ خواب ہے وہ نرگسِ مخمور ہنوز

پھول کھلنے لگے بلکہ کھل گئے غنچے چٹکنے۔ صبح نمودار ہوگئی مگر ہنوز میرے معشوق کی چشم مخمور مصروف خواب راحت و آرام ہے۔

اے اسدؔ تیرگیِ بختِ سیہ ظاہر ہے ✓ نظر آتی نہیں صبحِ شبِ دیجور ہنوز

اے اسد میرے نصیب کی تاریکی اس سے ظاہر ہے کہ میری شب دیجور فرقت کی اس وقت تک صبح نہیں ہوئی یا یہ کہ اے اسد بخت سیاہ کی تاریکی ظاہر ہے اور اسکو دیکھ کر یقین ہوتا ہے کہ میری شب تاریک غم کی سحر ابھی تک نہیں ہوئی۔

ردیف (س)

کب فقیروں کو رسائی بتِ میخوار کے پاس ✓ تونبے بو دیجئے میخانہ کی دیوار کے پاس

فقیروں کی رسائی بت میخوار کے پاس کب ہوسکتی ہے بس ایک یہی ترکیب ہے کہ میخانے کی دیوار کے پاس ایک تونبی کا درخت بو دیا جائے تونبی چونکہ استعمال شراب میں آتی ہے لہذا یہ وہاں تک پہونچیگی اور چونکہ تونبی فقیروں کے بھی کام آتی ہے اس لئے گویا فقیروں کی ایک چیز کا گزر بت میخوار تک ہو جائے گا۔ ورنہ اور کوئی صورت رسائی کی نہیں ہے یا یہ کہ تونبی چونکہ فقیروں کے پاس رہتی ہے اس لئے جب وہ بڑھے گی اور میخانے کی دیوار سے گزر کر میخانے میں جائے گی تو بت میخوار تک اس کی رسائی ہوگی اور پھر اسی کے

ذریعہ سے فقیر دن کا بھی حصہ مل رہے گا۔

حاصل دلبستگی ہے عمر کوتاہ اور بس — وقف عرض عقدہ ہائے متصل تار نفس

یعنی دل لگانے کا حاصل بس عمر کوتاہ ہے اور کچھ بھی نہین ہے گو یا تار نفس ایک رشتہ گرہ دار ہے جو دمبدم پیش ہو رہا ہو کر دنیا دیکھ سکے کہ دل بستگی سے عمر کے یون ٹکڑے اڑ جاتے ہین اُس کو بار بار جوڑا گیا ہو تب جا کر یہ صورت بنی ہے تو گو یا آثار انفاس اُن گرہون کو پیش کر رہا ہے جو متصل رشتۂ عمر مین پڑی ہوئی ہین۔

کیون نہ طوطی طبیعت نغمہ پیرائی کرے — باندھتا ہے رنگ گل آئینہ بر چاک قفس

پھر کیا سبب ہو کر طوطی طبیعت نغمہ پیرائی نہ کرے جب رنگ گل نے قفس کے سامنے ایک آئینہ رکھ چھوڑا ہے یعنی رنگ گل ایک آئینہ معلوم ہوتا ہے اور آئینہ کو دیکھ کر طوطی نغمہ پردازی مین ہمیشہ مصروف و مشغول ہوتا ہے اسی طرح میری طبیعت بھی جوش مین آجاتی ہے۔

اے ادا فہمان صدا تنگی فرصت سے ہے خون — ہے بصحرائے تحیر چشم قربانی جرس

اے ادا فہمو اور طے رمز شناسو ذرا اس رمز کو سمجھو کہ وہ جانور جو ذبح ہوتا ہو یا وہ شخص جو مذبوح و قربان ہوتا ہو اُس کی آواز نہ نکلنے کی وجہ کیا ہوتی ہے وجہ یہ ہو کہ صحرائے حیرت مین چشم قربانی سے جرس کا کام لیا جاتا ہے اور بس وہان کے لئے یہی جرس ہو۔
دوسرے معنی جو زیادہ قرین قیاس ہین یہ ہین کہ اے ادا فہمو اس بات کو سمجھو کہ صحرائے حیرت مین فرصت کی تنگی کی وجہ سے صدا خون ہو کر رہ گئی ہے اور جرس چشم قربانی کی طرح بے صدا ہو کر رہ گیا ہے۔

تیز تر ہوتا ہے خشم تند خویان عجز سے — ہے رگ سنگ فسان تیغ شعلہ خار و خس

جتنی عاجزی کیجیے تند خویون کا غصہ اور بھی زیادہ تیز ہوتا ہے دیکھو کہ خار و خس جو ذلیل عجز مین وہ شعلہ کی تلوار کے سنگ فسان کے واسطے رگ سنگ بن جاتے ہین جن سے

شت ... و تیز ہوتا ہے سنگ فسان وہ پتھر جس پر تلوار چھری وغیرہ تیز کرتے ہین رگ سنگ وہ ہلکی
لکیرین یا خط جو پتھر پر پڑی ہوتی ہین خار و خس کو ذلیل عجز اس واسطے کہا کہ وہ خود ایک
بہت حقیر اور ذلیل چیز ہے یا یہ کہ عاجز ہوتے وقت تنکا دانتون مین دبا لیا کرتے ہین جیسا کہ
خود مرزا نے کسی جگہ کہا ہے ؎

دکھائی سطوت قاتل بھی مانع میرے نالونکو
لیا دانتون مین جو تنکا ہوا ریشہ نیستان کا

یا

داغ پشت دست عجز شعلہ خس بدندان ہے
اے ہوس مبارک ہو کار عشق آسان ہے

یا

خموشی ریشہ صد نیستان سے خس بدندان ہے

غرضکہ تنکے کو ذلیل عجز ٹھہرانا ایک مضمون معروف ہے اور ایک جگہ اس مضمون کو مرزا نے کہا ہے

سختی راہ محبت منع دخل غیر ہے   پیچ و تاب جادہ ہے یان جوہر تیغ عسس

یعنی راہ محبت کی سختی خود غیرون کو اس مین داخل ہونے سے باز رکھتی ہے یہان کے
جادہ راہ کا پیچ و تاب تیغ عسس کے جوہر کا کام دیتا ہے عسس کو توال کو کہتے ہین جو محافظت
شہر و اہل شہر کے لئے ہوتا ہے اسی لئے وہ جوہر تیغ عسس برابر سیاست مین مشغول ہے اور کسی غیر
کو اس راہ پر نہین آنے دیتا۔

اے اسد ہم خود اسیر رنگ و بوئے باغ ہین   ظاہرا صیاد ناداں ہے گرفتار ہوس

اے اسد اصل واقعہ یہ ہے کہ ہم خود اسیر رنگ و بوئے باغ ہو کر رہتے ہین اور صیاد
نادان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم نے گرفتار کر رکھا ہے یہ باطل خیال خام ہے اس طرح وہ خود قید ہوس

دشت الفت مین ہے خاک کشتگان محبوس بس   پیچ و تاب جادہ ہے خط کف افسوس بس

دشت الفت مین بس کشتون کی خاک قید ہے اور کچھ بھی نہین جادے کا پیچ و تاب سمجھو بلکہ
یہ محبوسون کے دست افسوس کے خطوط نمایان ہو رہے ہین جو برابر اپنے حال پر افسوس کر رہے ہین

دست افسوس وہ ہاتھ جو افسوس سے ملے جائیں۔

ہے تصور میں نہاں سرمایۂ صد گلستاں   کاسۂ زانو ہے مجھکو بیضۂ طاؤس

میرے تصور میں سرمایۂ صد گلستان پوشیدہ اور مخفی ہے اور میں جو اپنے کاسۂ زانو پر متوجہ ہوکر سر جھکائے ہوئے ہوں تو یہ کاسۂ زانو میرے لئے بیضۂ طاؤس بن گیا ہے جس میں سیکڑوں رنگ مخفی و مستور ہیں بیضۂ طاؤس سے کاسۂ زانو کو اس لئے تشبیہ دی کہ اس میں رنگا رنگی ہوتی ہے اور اسی رنگینی اور رنگا رنگی کو سرمایۂ صد گلستان مانا گیا ہے۔

کفر ہے غیر از وفور شوق رہبر خواستن   راہ صحرائے حرم میں ہے جرس ناقوس و بس

سوائے وفور شوق کے کیسکو اپنا راہنما اور رہبر بنانا گناہ اور کفر ہے راہ صحرائے حرم میں صرف جرس کو ناقوس سمجھنا چاہیئے کیونکہ جرس سے وفور شوق نمایاں ہے۔ لہذا یہی رہبر ہے ناقوس کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک جہان گل تختۂ مشق شگفتن ہے اسد   غنچۂ خاطر رہا افسردگی مانوس و بس

ایک زمانہ کے باغ اور گل تختۂ مشق شگفتن بنے ہوئے ہیں یعنی زمانہ بھر میں پھول کھل رہے ہیں مگر اے اسد غنچۂ خاطر ابتک افسردہ ہے اور وہ کسی طرح نہیں کھلتا اس کو برابر اپنی افسردگی سے اُنس ہے اور افسردگی ہی میں خوش ہے۔

کرتا ہے بہ یاد بت رنگین دل مایوس   رنگ نظر رفتہ حنائے کف افسوس

میرا مایوس دل اُس بت رنگین ادا کی یاد میں اس رنگ زمانہ کو جو نظر کے سامنے سے غائب ہو چکا ہے اپنے کف افسوس کے لئے حنا بنا رہا ہے اور اس سے دست افسوس کو زینت دے رہا ہے حاصل یہ ہے کہ رنگ رفتہ زمانہ کی وجہ سے کف افسوس مل رہا ہوں اور اس بت رنگین ادا کو یاد کر رہا ہوں۔

تھا خواب میں کیا جلوہ نظر جوش زلیخا   ہے بالش دل سوختگان میں پر طاؤس

یعنی خواب میں زلیخا نے کونسے جلوہ کا نظارہ کیا تھا کہ آج تک دل
ہو [illegible] لوگوں کے [illegible] بیٹھ پر طاؤس [illegible] [illegible] جلوہ دیکھا تھا
اور اس نظر کو جوش میں ڈال دیا تھا [illegible] تنگان غم کے
[illegible] پر طاؤس میں [illegible] [illegible] ہو گیا [illegible]
کے باشندے پر طاؤس [illegible] جوش میں کہانی
زلیخا [illegible] کونسے جلوے نے محو بنا دیا تھا کہ وہ خواب [illegible] دیوانی ہو گئی تھی۔

حیرت رخ دوست سے ازبسکہ ہیں بیکار　　تو قطرۂ شبنم میں ہے [illegible] شمع بفانوس

چونکہ جلوۂ رخ دوست نے حیران کر دیا ہے اور اسی وجہ سے وہ بیکار ہو گیا ہے تو آب
آفتاب قطرۂ شبنم کے اندر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ شمع [illegible] فانوس میں چھپی ہوتی ہے

دریافتن صحبت اغیار غرض ہے　　اے نامہ رساں چاہئے جاسوس

مطلب یہ ہے کہ وہ یعنی نامہ بر یہ دیکھ آئے کہ اس کی اغیار سے کیسی صحبت رہتی ہے
اور کیونکر گذرتی ہے اے نامہ بر نامہ بر جاسوس ہونا چاہئے۔
یا یہ کہ نامہ بر ایسا ہو جو غیر کی صحبت [illegible] [illegible] سالات معلوم کر لے
لہذا نامہ بر کو جاسوس ہونا چاہئے

بے شوق اسد دستگہ وصل کہاں منظور　　ہوں [illegible] [illegible]

اے اسد [illegible] [illegible] [illegible]
کے لئے [illegible] ہو رہا ہوں کیونکہ [illegible]
اور شوق دستگاہ وصل ہے۔

ہوتی ہے بسکہ صرف رشتہ تمکین بہار آتش　　یہ انداز [illegible] ہے [illegible] دست چنار آتش

آگ چونکہ بہار کی [illegible] تمکین میں مصروف ہے تو چنار کے ہاتھ پر [illegible] سے
مراد ہے حنا کی طرح لگ رہی ہے چنار کے پتے کو شعرا پنجہ چنار کہتے ہیں اور [illegible]

کہ اس کو سرخ بھی مانا ہو۔

نہ لے بے گدازِ موم ربطِ پیکر آرائی　　نکالے کیا نہالِ شمع بے تخمِ شرار آ

بغیر گدازِ موم کے پیکر آرائی اس سے ہو ہی نہیں سکتی ظاہر ہے کہ نہالِ شمع ...
تک تخمِ شرار نہ بویا جائے گا اس وقت تک آگ نہیں جل سکتی۔

خیالِ دود تھا سر جوشِ سودائے غلط فہمی　　اگر رکھتی نہ خاکستر نشینی کا غبار آ

دھوئیں کے خیال سے میرے سودائے غلط فہمی کا سر چکرا جاتا اور اس ...
قسم کا جوش پیدا ہو جاتا ہے اگر کہیں آگ کے اندر خاکستر نشینی کا غبار موجود نہ ...
میری غلط فہمی کو اس کے دھوئیں سے طرح طرح کے خیال پیدا ہو جاتے مگر ...
ہوئی کہ آگ میں اس کی خاکستر نشینی کی وجہ سے مادۂ غبار بھی موجود ہے جو عشاق
قسم کے لوگوں میں نہیں ہوتا اس لئے اب کوئی غلط فہمی اس کی طرف سے نہیں ہو ...

ہوائے پرفشانی برقِ خرمنہائے خاطر ہے　　ببالِ شعلہ بیتابی ہے پروانہ زار آ

آگ کے دل میں پرفشانی کی ہوا سما گئی ہے اور یہ اس کے واسطے برقِ خر...
ہوئی ہو گویا وہ اس کے بازو ہیں اور ان بازوؤں کی وجہ سے وہ پروانہ زار بر...
یعنی یہی اڑنے کی خواہش اس کے لئے برقِ خرمن ہو کر اس کے وجود کو جلا...
اور یہ صاف ظاہر ہے کہ شعلہ افشانی ہی آگ کو آگ بناتی اور جلاتی ہے۔

نہیں برق و شرر جز وحشت و ضبطِ تپیدن ہا　　بلا گرداں بے پروا خرامی ہائے یار

برق و شرر دونوں کیا ہیں یہ ضبط و تپیدن کی وحشت کے سبب سے پید...
ہیں گویا آگ یار کی بے پروا خرامی پر بلا گرداں ہو رہی ہے یعنی آگ کی وحشت ا...
تپیدن کی وجہ سے یہ دونوں چیزیں پیدا ہوئی ہیں۔

دھوئیں سے آگ کے اک ابر دریا بار پیدا ہو　　اسد حیدر پرستوں سے اگر ہووے دوچا

صاف شعر ہے کہ اگر آگ ہم حید رپرستوں کے مقابل آ کر کوئی گزند پہونچانے کا ارادہ کرے تو اس کے دہوین سے اک ابر دیا بار پیدا ہو جائے اور وہ خود اس سے نقصان اٹھائے یا کچھ بھی نہ کر سکے۔

اقلیم سخن ہو جلوہ گر د سواد آتش کہ ہو دود چراغان سے ہویدا ابر آتش

آگ اقلیم سخن مین گرد سواد کا جلوہ معلوم ہوتی ہے یعنی اقلیم سخن کی گرد و [illegible] گرد دھوا دود ہوا ہی یا وہ غبار جو منزل کے قریب دکھائی دیا کرتا ہے تو گویا آتش کے جلوہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقلیم سخن کے قریب آ پہونچے اور یہ قریب [illegible] جاتے ہین اور چراغون کے دہوین سے یہ پتہ چلتا ہے کہ [illegible] روشنائی کا [illegible] ہے جو سخن کی منزل سے بہت ہی نزدیک کر دیا ہو۔ دود چراغ [illegible] خاص لطف رکھتا ہے اس لئے کہ ایک تو ظاہری صورت سے وہ تاریک [illegible] سے اشبہ ہے دوسرے اسی دہوین کے کاجل سے روشنائی [illegible] اور بھلا ما خیال ہو جیسے کہ ؎

گمس کو باغ مین جانے نہ دیجیو
کہ ناحق خون پروانے کا ہو گا

کرے ہو لطف انداز برہنہ گوئی خوبان بہ تقریب نگارش ہائے سطر شعلہ یاد آتش

آتش سطر شعلہ لکھ لکھ کر یا سطر شعلہ لکھنے کی تقریب مین انداز برہنہ گوئی یعنی صاف گوئی اور فاش گوئی خوبان یاد کر رہی ہے [illegible] سطر شعلہ [illegible] یاد دلاتی

دیا داغ جگر کو آہ نے رنگ اور شگفتن کا نہو بالیدہ غیر از جنبش دامان باد آتش

آہ نے میرے داغ کو رنگ دیا اور رنگ بھی شگفتن کا کہ جس سے وہ گل کی طرح شگفتہ ہو گیا سچ ہے آگ پر جب تک دامان باد نہ جھپکا یا جائے اس وقت تک اس مین شگفتگی اور بالیدگی پیدا نہین ہو سکتی ہے۔ گویا میرا داغ جگر آگ ہے اور آہ دامان باد ہے۔

اسد قدرت سے حیدر کی ہوئی ہر گبر و ترسا کو   شرار سنگ بت ہی بر بنائے اعتقاد آتش

اے اسد حیدر کرار کی یہ دستگاہ اور یہ قدرت قابل دید ہے کہ بت پرستی چونکہ آپ کے نزدیک ممنوع ہے اور اس کی پاداش میں بت پرستون کو آگ مین جلایا جائے گا اس لئے خود بتون کے پتھر سے آگ نکلنے لگی اور وہ ہر بت پرست کے لئے عذاب آتش بن گئی گویا شرار سنگ بت وہ آگ ہے جس سے اعتقاد آپ نے خوف دلایا تھا۔

ردیف (ع)

شمع سے ہی بزم انگشت تحیر در دہن   شعلۂ آواز خوبان پر بہ ہنگام سماع

شمع کی وجہ سے بزم انگشت حیرت در دہان معلوم ہوتی ہے اور یہ حیرت شعلۂ آواز خوبان کے سماع کی وجہ سے ہے۔

بسکہ ہر دو قبلۂ آئینہ محو اختراع   ہے چمن پر طاؤس جوہر تختہ مشق رنگ ہے

وہ قبلۂ آئینہ چونکہ اداؤن کا اختراع کر رہا ہے اس لئے جوہر آئینہ کا ایک رنگ آتا ہے اور ایک جاتا ہے اور گویا وہ تختہ مشق رنگ بن گیا ہے اور پر طاؤس کی سی رنگینی پیدا کر دی ہے جوہر کے رنگ کا تغیر اس کی درخشانی اور تابانی کی وجہ سے ہے۔

رنجش حیرت سرشتان سینہ صافی پیشکش   جوہر آئینہ ہی یان گرد میدان نزاع

حیرت سرشتون کی رنجش عام لوگون کی سی رنجش نہین ہے اور ان کا کوئی کام عوام سے ملتا جلتا نہین ہے وہ قطعاً ان سے جدا ہے ان کی رنجش مین سینہ صافی ہے گویا انکے نزاع کے میدان کی گرد جوہر آئینہ ہے۔

چارسوے دہر مین بازار غفلت گرم ہی   عقل کے نقصان سے اٹھتا ہی خیال انتفاع

یعنی زمانہ کے ہر گوشہ مین غفلت کا بازار گرم ہے اور اہل زمانہ غافل ہین یہ کم بخت نہین سمجھتے کہ خیال انتفاع کی حقیقت ہی بس اتنی ہے کہ اس زمانہ مین وہ عقل کے نقصان کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی ہستی نہین ہے۔

آشنا غالب نہین ہین درد دل کے آشنا ۔۔۔ ورنہ کس کو میرے افسانے کی تاب استماع

اے غالب اصل مین میرے دوست درد دل سے واقف ہی نہین ہین اور ان کو معلوم نہین ہے کہ درد دل کہتے کس کو ہین ورنہ بھلا یہ کب ممکن تہا کہ وہ میرے افسانے کو نہ سنتے

ردیف (غ)

عشاق اشک چشم سے دہوئین ہزار داغ ۔۔۔ دیتا ہے اور جون گل و شبنم بہار داغ

چاہے عاشق اپنی آنکھون کے آنسوؤن سے ہزار طرح داغ کو دہوئین مگر اس سے کیا ہوسکتا ہے وہ مٹ نہین سکتا بلکہ ان آنسوؤن سے اور بھی ترقی پذیر ہوتا جاتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے پہول پر اوس پڑی ہو۔

جون چشم باز ماندہ ہے ہر یک بسوئے دل ۔۔۔ رکھتا ہے داغ تازہ کا یان انتظار داغ

میرے ہر داغ کی صورت یہ ہے کہ جیسے کوئی چشم وا ماندہ ہوتی ہے تو گویا میرا ہر داغ دل چشم وا ماندہ ہے جو دل کی طرف تک رہا ہے اور یہ تکنا بلا وجہ نہین ہے بلکہ میرے ہر ایک داغ کو ایک نئے داغ کا انتظار ہے اور ہر ایک داغ چشم براہ داغ ہے۔

بے لالہ عارضان مجھے گلگشت باغ مین ۔۔۔ دیتی ہے گرمی گل و بلبل ہزار داغ

مین جب باغ مین گل گشت کے لئے جاتا ہون اور گل و بلبل کی گرمی محبت کو دیکھتا ہون تو مجھے اپنے محبوبون کی یاد آتی ہے اور چونکہ وہ ہمراہ نہین ہوتے اور ان سے جدائی ہوتی ہے تو یہ جدائی میرے لئے باعث رنج ہوتی ہے اور میرے دل مین اس سے ہزارون داغ پڑ جاتے ہین۔

جون اعتبار نامہ وخط کا ہو مہر سے   یون عاشقون مین ہی سبب اعتبار داغ

جس طرح کہ خط کا اعتبار اس وقت کیا جاتا ہے جب اُس کے اوپر مہر لگی ہوتی ہو اسی طرح عاشق کے عشق کا بھی اُسیوقت اعتبار کیا جاتا ہے جبکہ اس کے دل مین داغ پڑے ہون گویا کہ یہی مہر ہے اور یہی عشق صادق کی سند ہے۔

ہوتے ہین نیست جلوہ خور سے ستارگان   دیکھ اسکو دل سے مٹ گئے بے اختیار داغ

جیسے کہ سورج کے طلوع ہونے پر تمام ستارے چھپ جاتے اور نیست و نابود ہو جاتے ہین اسی طرح اس کے آتے ہی دل سے تمام داغ مٹ گئے۔

وقت خیال جلوۂ حسن بتان اسد   دکھلاتے ہین مجھے دو جہان لالہ زار داغ

اے اسد جس وقت کہ مین جلوۂ حسن بتان کا خیال کرتا ہون اس وقت مجھے دونون جہان لالہ زار داغ معلوم ہوتے ہین یا یہ کہ جلوۂ حسن بتان کو لالہ زار داغ کے دکھانے کا فاعل مانا جائے اس حالت مین بھی معنی درست ہین۔

بلبلون کو دور سے کرتا ہی منع بار باغ   ہو زبان پاسبان خار سر دیوار باغ

باغبان دور سے بلبلون کو باغ مین داخل ہونے سے منع کر رہا ہے گویا کہ اس کی زبان خار سر دیوار باغ ہی جو مانع دخل باغ ہوتی ہی خار سر دیوار وہ کانٹے وغیرہ جو دیوار پر اس لئے لگا دیتے ہین کہ کوئی دوسرا شخص اس مین داخل نہو سکے۔

کون آیا جو چمن بیتاب استقبال ہے   جنبش موج صبا ہی شوخی رفتار باغ

اے خدا کون چمن مین آرہا ہے کہ چمن اس کے استقبال کے لئے بیتاب ہی کیونکہ جنبش موج صبا سے پتہ چلتا ہی کہ وہ رفتار باغ کی شوخی ہے گویا چمن اُس آنے والے کے استقبال کے لئے جا رہا ہے۔

مین ہمہ حیرت جنون بیتاب دوران خمار   مردم چشم تماشا نقطۂ پرکار باغ

ہر حیرت ہوں اور جنون دوران غبار سے بیتاب ہو اور چشم تماشا کی مردمک گویا باغ
قطرہ ہے کہ اس کا تمام جلوہ یہیں آکر ٹھہرتا ہے یا یہ مراد ہے کہ گویا میں صرف چشم
ت تماشائے باغ ہے۔

ے رخ ہر گل کو بخشے ہے فروغ   ہو دم سرد صبا سے گرمئی بازار باغ

ول کی آتش رنگ رخ کو فروغ بخش رہا ہے اور بہار بھی کار رہا ہے گویا کہ باد صبا کا دم
ے لئے گرمی بازار ہے یعنی اسی کے سبب سے تمام کاروبار باغ رونق پذیر ہے اور
حسن اسی سے نکھر رہا ہے۔ نہایت ہی عمدہ شعر ہے اگرچہ رعایات لفظی بھی اس میں
لر اس قسم کی رعایات حسن کلام ہوتی ہیں۔

ے ضعف و خاموشی بلبل کہہ سکے   نے دہان غنچہ گویا۔ نے زبان خار باغ

ا کون ہو کہ بلبل کی ضعف اور خاموشی کا گلہ ہے۔ اظہار کر سکے اور اس کی مجبوریوں کا اظہار
واسطے کہ نہ غنچہ کے دہن سے کوئی بات نکل سکتی ہے اور نہ زبان خار باغ گویا ہے
یسے حالات یوں کا اظہار ہو تو کیونکر ہو۔

ا کرتا ہے استقبال تحریر اسد   زیر مشق شعر ہے نقش از پے احضار باغ

سد کی تحریر کا بہار باغ استقبال کرتی ہے۔ اور بہار اس کے کلام کی عزت کرتی ہے اس کی
، کہ اس کے شعر کا زیر مشق ایک نقش ہے جو احضار باغ کے لئے لکھا گیا ہے
ن شعر تعویذ حاضرات باغ ہے آخر کیا سبب ہے کہ باغ میرے کلام کا استقبال

-

یرانہ ہے فصل خزاں میں صحن باغ   خانۂ بلبل بغیر از خندۂ گل بے چراغ

زاں کے زمانہ میں صحن باغ ویرانہ سے بدتر معلوم ہوتا ہے اور بلبل کا نشیمن گل کے خندہ
بے چراغ معلوم ہوتا ہے کس قدر عمدہ اور موزوں الفاظ ہیں کہ شعر ہمہ صنع موتیوں
دم ہوتا ہے۔

پتہ پتہ اب چمن کا انقلاب آلودہ ہے — نغمۂ مرغ چمن نالہ ہے صدائے بوم و زاغ

انقلاب کا یہ اثر پھیلا ہے کہ چمن کے پتے پتے میں انقلاب کی آندھیاں چھپی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ نغمۂ مرغ چمن زار بھی اس انقلاب کی وجہ سے صدائے بوم و زاغ بنکر رہ گیا ہے۔

ہاں بغیر از خواب مرگ آسودگی ممکن نہیں — رخت ہستی باندھ تا حاصل ہو دنیا سے فراغ

کس غم میں مبتلا ہے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ بغیر خواب مرگ کے آسودگی حاصل ہو سکے اگر تجکو آسودگی کی تمنا ہے اور چاہتا ہے کہ اس دارالمحن سے نجات پاکر آسودگی حاصل کرے تو اسباب ہستی کو باندھ اور سامان سفر درست کر یا یہ کہ جس وقت تک دنیا سے فراغ حاصل ہو اسوقت تک رخت ہستی باندھ کہ وقت پر دقت اور دیر نہو۔

شور طوفان بلا ہو خندۂ بے اختیار — کیا ہو گل کی بے زبانی کیا ہو سینہ لالے کا داغ

او بے خبر تو جس کو خندۂ بے اختیار سمجھا ہے وہ خندۂ بے اختیار نہیں ہو بلکہ طوفان بلا کا ایک شور ہے اگر تجھے باور نہیں آتا تو غور کر اور دیکھ کہ گل باوجودیکہ زبان رکھتا ہے (پتیوں کو زبان سے تشبیہ دیتے ہیں) لیکن اس پر بھی ساکت اور دم بخود ہے لالہ باوجودیکہ ہنستا ہوا معلوم ہوتا ہو گر داغدار ہے آخر یہ سب کیوں ہے معلوم ہوا کہ خندۂ بے اختیار خندۂ بے اختیار نہیں ہے بلکہ وہ شور طوفان بلا ہو اور تو دھوکہ کھا رہا ہے۔

چشم پُرنم رہ زمانہ منقلب ہے اے اسد — اب یہی ہو بس مے شادی سے پُر ہونا ایاغ

اے اسد زمانہ پلٹ گیا ہے اور زمانہ کی ہر شے بدل گئی ہے تجکو چاہئے کہ ہر وقت آنکھیں آنسوؤں سے بھری رکھ اس زمانہ میں مے عشرت سے بھرا ہوا ساغر اگر ہے تو یہی چشم پرنم ہے۔ ورنہ ساغر لبریز مے عشرت کا ملنا اور کسی طرح سے ممکن ہی نہیں ہے۔

ردیف (ف)

نامہ بھی لکھتے ہو تو بخط غبار حیف   رکھتے ہو مجھ سے اتنی کدورت ہزار حیف

اس شعر میں صرف الفاظ کا گورکھ دھندا ہے کہتے ہیں کہ اگر تم مجھے خط بھی لکھتے ہو تو خط غبار میں لکھتے ہو اور اس سے تمھارے دل کی کدورت کا پتہ چلتا ہے افسوس کہ تم کو میری طرف سے اتنا رنج ہے اور اس قدر کدورت تم میری طرف سے رکھتے ہو۔

پیش از نفس بتاں کے کرم نے وفا نہ کی   تھا محمل نگاہ بدوش شرار حیف

افسوس ہے کہ معشوقوں کی مہربانی نے ایک سانس سے زیادہ وفا نہ کی انہوں نے میری طرف نگاہ ضرور کی مگر وہ نگاہ گویا آمادہ رفتن تھی اور اس کا محمل بدوش شرار پر بندھا ہوا تھا جو بہت ہی تیز رو ہے اور ایک دم سے زیادہ اس کا قیام نہیں ہے نگاہ کا محمل دوش شرار پر اس واسطے کہا گیا ہے کہ نگاہ حسن شعلہ بار ہے جو دم بھر میں ہوش و خرد کو جلا دیتی ہے۔

تھی میرے ہی جلانے کو اے آہ شعلہ ریز   گھر پر پڑا نہ غیر کے کوئی شرار حیف

اے آہ تو کیا میرے ہی جلانے کے واسطے تھی اور کیا تیرا مقصود میرا ہی جلا دینا تھا غیر کے گھر پر تیری آگ کا کوئی شرارہ نہ گرا۔ اور تیری تمام شعلہ ریزی مجھی پر ختم ہوئی افسوس۔

گل چہرہ ہے کسی خفقانی مزاج کا   گھبرا رہی ہے بیم خزاں سے بہار حیف

یہ معلوم ہوتا ہے کہ گل کسی خفقانی مزاج کا چہرہ ہے گویا بہار خزاں کے خوف سے گھبرا رہی ہے اسی وجہ سے گل کے چہرہ سے یہ وحشت اور بھیانک پن ظاہر ہو رہا ہے۔

ہیں میری مشت خاک سے اس کو کدورتیں   پائی جگہ بھی دل میں تو ہو کر غبار حیف

میری مشت خاک سے اس کو بڑی کدورتیں ہیں مجھے اپنی قسمت پر افسوس ہے کہ اگر میں نے اس کے دل میں جگہ بھی پائی تو غبار ہو کر جگہ پائی افسوس صد افسوس۔

تمنا اسد میں سرمۂ چشم رکاب یار　　آیا نہ میری خاک پہ وہ شہسوار حیف

اے اسد میں چشم رکاب یار کا سرمہ بن جاتا میرے دل میں یہ آرزو تھی مگر افسوس کہ وہ شہسوار سمند ناز کبھی میری خاک پر آیا ہی نہیں اور مجھے موقع ہی نہ ملا کہ اس کی رکاب تک پہونچ سکوں

عیسیٰ مہربان ہے شفا ریز یکطرف　　درد آفریں ہے طبع الم خیز اک طرف

میرا عجب عالم ہے کہ ایک طرف تو مسیحا مہربان ہو کر میرے لئے سامان شفا بہم کر رہا ہے اور ایک طرف میری طبیعت جس کا خاصہ ہی درد آفرینی ہے میرے لئے درد پیدا کر رہی ہے۔

سنجیدنی ہے ایک طرف رنج کوہکن　　خواب گران خسرو پرویز یک طرف

اے دیکھنے والو ذرا ہمت کی دو رنگی کو دیکھنا اور ان دونوں باتوں کا موازنہ کرنا کہ کتنا بڑا ان دونوں میں فرق ہے ایک طرف تو کوہکن کی جانکاہی اور مشقت و محنت کی برداشت کا موازنہ کرو اور دوسری طرف خسرو پرویز کے خواب عشرت کو دیکھو اور اس سرشت و ترکیب کو نظر میں رکھو۔

خرمن بباد دادۂ دعویٰ ہیں ہم سو ہو　　ہم اک طرف ہیں برق شرر بار اک طرف

ہم ان لوگوں میں ہیں جو خرمن دعویٰ کو برباد کر چکے اور بنا چکے۔ اب ہم کو کوئی غم نہیں ہے اب تو جو کچھ ہو سو ہو۔ ایک طرف ہم ہیں اور ایک طرف برق تیز ہم کو دیکھ سکے اور ہم اس کو سمجھ لیں۔

مفت دل و جگر خلش غمزہ ہائے ناز　　کاوش فروشی مژہ تیز یک طرف

اس کی مژگان تیز کی کاوش فروشی تو ہے ہی خلش غمزہ ہائے ناز دل و جگر کے لئے مفت نذر ہو گئی ہیں۔

ردیف (ک)

تا قیامت شب فرقت مین گذر جائے گی عمر ✓ سات دن ہم پہ بھی بھاری ہین سحر ہونے تک

شب فرقت اتنی دراز ہے کہ ہماری تمام عمر اس مین گذر جائے گی اور یہ اُس وقت ختم ہو گی جبکہ قیامت آئے گی لہٰذا معلوم ہوا کہ صرف سات دن ہمارے اوپر بھاری ہین یعنی ہفتہ کے پورے دن ظاہر ہے کہ عمر انھین سات دنون کے دور مین تمام ہوتی ہے۔

آئے ہین پارہائے جگر درمیان اشک ✓ لایا ہے لعل بیش بہا کاروان اشک

رونے مین اشکون کے ساتھ جگر کے ٹکڑے آئے ہین جس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اشک کا کاروان لعل بیش بہا لیکر آیا ہے۔

ظاہر کرے ہے جنبش مژگان سے مدعا ✓ طفلانہ۔ ہاتھ کا ہے اشارا زبان اشک

جیسے کہ بچہ بول نہین سکتا اور ہاتھ کے اشارے سے مدعائے دلی کا اظہار کرتا ہے اسی طرح میرا طفل اشک جنبش مژگان سے اپنا مُدعا ظاہر کرتا ہے یعنی طفل اشک بھی زبان نہین رکھتا ہے مگر یہ جنبش مژہ اُس کے ہاتھ کا کام دیتی ہے اور یہی اُس کے ہاتھ کا اشارہ ہے۔

مین وادیٔ طلب مین ہوا جملہ تن عرق ✓ ازبسکہ صرف قطرہ زنی تھا بسان اشک

صحرائے طلب مین چونکہ اشک کی طرح مین قطرہ زنی یعنی دوا دوش کرتا رہا اور ہمیشہ تیز چلا کیا تو اب میری یہ کیفیت ہے کہ وادیٔ طلب مین تمام تر عرق عرق ہو رہا ہون اور پسینہ مین ڈوبا ہون جیسا کہ اشک قطرہ زنی سے عرق عرق ہو رہا ہے۔

دل خستگان کو ہے طرب صد چمن بہشا ✓ باغ بخون طپیدن آب روان اشک

خستہ دلون کا خون مین لوٹنا اور اشکون کے پانی کا روان ہونا سیکڑون باغ و بہار کا لطف دکھاتا ہے باغ و بہار بلحاظ رنگینی خون کھا گیا اور اشک کی روانی سے چشمہ ہائے آب کی روانی

خیال کی گئی یعنی عشاق کو خون مین لوٹنے اور رونے سے اُتنی ہی مسرت اور خوشی حاصل ہوتی ہے جتنی کہ بہار باغ اور چشمہ ہاے آب روان کے دیکھنے سے ہوسکتی ہے۔

رونے نے طاقت اتنی نچھوڑی کہ ایک بار ... مژگان کو دون فشار پے امتحان اشک

مین روتے روتے اس قدر کمزور اور ناتوان ہوگیا ہون کہ اب ایک بار اس آزمایش کے لئے کہ دیکھون آنکھون مین اشک ہے یا نہین یا اشک نکل سکتا ہے یا نہین ایک بار پلک بھی نہین ہلا سکتا تھا یہ انتہاے نا طاقتی ہے۔

سیل بنائے ہستی شبنم ہے آفتاب ... چھوڑے نہ چشم مین تپش دل نشان اشک

بعض حکما کا مقولہ ہے کہ شبنم آفتاب سے پیدا ہوتی ہے اور بمصداق کل شئی یرجع الی اصلہ آفتاب ہی کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ اسی بنا پر شاعر خیال کرتا ہے کہ شبنم کی بنا کو تباہ اور برباد کرنے کے لئے آفتاب ایک سیلاب ہے اسی صورت سے میری تپش دل جو بوجہ گرمی کے بمنزلہ آفتاب ہے میرے دل مین اشکون کا نشان جو اوس یا شبنم کی طرح ہین چھوڑ نہین سکتی

ہنگام انتظار قدوم بتان اسد ... ہے برسر مژہ نگران دیدبان اشک

بتون کے آنے کے انتظار مین اے اسد میرے اشک مژہ پر بیٹھے ہوے استقبال اور دیدبانی کی خدمت انجام دے رہے ہین یعنی اُدھر محبوب کی آمد آمد ہے اور ہر مین اشک بہار ہا ہون

ردیف کاف فارسی (گ)

اے آرزو شہید وفا خون بہا نہ مانگ ... جز بہر دست و بازوے قاتل دعا نہ مانگ

اے شہید وفا آرزو یعنی اوہ آرزو کہ تجھے وفا نے شہید کر دیا ہے یا وفا کی وجہ سے تو شہید ہوئی ہے بہتر یہ ہے کہ تو قاتل سے دیت اور خون بہا کی تمنا اور طلب نہ کر تیرا کام یہ ہے کہ تو قاتل یعنی اپنے محبوب کے دست و بازو کے لئے دعائے خیر کئے جا اس کے سوا اور کچھ نہ مانگ۔

گستاخی وصال ہے مشاطۂ نیاز ... یعنی دعا بجز خم زلف دوتا نہ مانگ

شب وصال ہے عاشق و معشوق بے حجاب سرگرم عیش و نشاط ہیں اس عالم میں عاشق نے جذبات سے مجبور ہو کر معشوق کی زلف پر خم تک ہاتھ بڑھاتا ہے جس کو گستاخی سمجھ کر اس کے اوپر معشوق کی طرف سے ایک الزام قائم کر دیا جاتا ہے اُس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ وہ گستاخی وصال جس کو گستاخی سے تعبیر کیا گیا ہے در اصل گستاخی نہیں ہے بلکہ وہ مشاطۂ نیاز ہے یعنی آرایش دہندۂ نیاز ہے۔

مطلب اس سے یہ ہے کہ عجز و نیاز کی حالت میں عاشق کو کسی اور محراب و خم محراب میں دعا کرنا گناہ ہے اُس کے لئے یہی خم محراب زلف دُعا مانگنے اور عجز و نیاز کے اظہار کی جگہ ہے اور کوئی نہیں یا یہ کہ گستاخی وصل کا محض مدعا یوں ہے کہ خم زلف میں دعائے نیاز کی جائے۔

برہم ہے بزم غنچہ بیک جنبش نشاط — کاشانہ بسکہ تنگ ہے غافل ہوا نہ مانگ

اے ناداں تو کیوں نادانی کرتا ہے اور کاشانۂ تنگ کی تنگ دامنی سے عاجز ہو کر کیوں ہوا کی خواہش کرتا ہے ایسا نہ کرنا چاہئے کیا تو دیکھتا نہیں ہے کہ غنچہ نے اس کاشانہ تنگ کی حالت میں ہوا کی خواہش کی تو ایک ہی جنبش نشاط میں اُس کی محفل نشاط درہم و برہم ہو گئی ظاہر ہے کہ ہوا غنچہ کو کھلاتی ہے اور کھل جانے کے بعد وہ حالت غنچگی قائم و باقی نہیں رہتی۔

عیسیٰ طلسم حسن تغافل ہے زینہار — جز پشت چشم نسخہ عرض دوا نہ مانگ

عیسیٰ علیہ السلام جن کا معجزہ احیائے موتی ہے وہ حسن تغافل کے طلسم ہیں اُن سے کسی دوا کی تمنا و التجا نہ کر بلکہ اگر تجھکو مانگنا ہے تو پشت چشم ہی کا نسخہ اُن سے طلب کر یعنی اُن سے صرف اسی بات کی استدعا کر کہ وہ آنکھ پھیر لیں اور واپس جائیں اس نسخہ کے سوائے اور کسی نسخہ کی تمنا نہ رکھ مطلب یہ ہے کہ اگر تجکو یہ بھی معلوم ہو کہ کسی سے کوئی کام نکل سکتا ہے تب بھی کام نکلنے کی اُمید نہ رکھ ہرگز وہ تیری تمنا کے موافق نہ ہوگا۔

میں دور گرد عرض رسوم نیاز ہوں — دشمن سمجھ ولے نگہ آشنا نہ مانگ

میری حالت یہ ہے کہ عرض رسوم نیاز کے لئے میں در در پھرا ہوں اور میرا تجربہ ہے کہ دنیا میں آشنا نہیں ہو اب میں یہی کہتا ہوں کہ جس کو دیکھے اُس کو تو دشمن سمجھ لے مگر کہیں

آشنا کی جستجو نہ کر اس کا کہیں پتہ نہیں۔

یا یہ کہ میں عرض رسوم نیاز سے اب دور ہوں تجھے اختیار ہے کہ مجھے دشمن سمجھ کر مجھ سے نگاہ آشنا کی تمنا نہ رکھ۔

نظارہ دیگر و دل خونیں نفس دگر　　آئینہ دیکھ جوہر برگِ حنا نہ مانگ

نظارہ اور اپنی صورت کو آئینہ میں دیکھنا یہ دوسری چیز ہے اور طلب دل خونیں نفس اور چیز ہے یہ نظارہ سے بالکل الگ ہے تیرا نظارۂ آئینہ اس طرح ہوتا ہے کہ دل خونیں نفس مانگتا ہے یعنی دلوں کو خون کر رہا ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تو آئینہ کو آئینہ کی طرح دیکھ دل خون شدہ آئینہ مانگ۔ جوہر برگ حنا استعارتاً دل خونیں نفس کو کہا گیا ہے۔

یا یہ کہ نظارہ اور چیز ہے مگر وہ دل جو خون ہو گیا ہو وہ دوسری چیز ہے آئینہ مل سکتا ہے اور اس کو دیکھ سکتا ہے مگر تجھے دل خونیں نفس نہیں مل سکتا۔ اس کے دیکھنے کی تمنا نہ کر۔

یک بخت اوج نذر سبکباری اسد　　سر پر وبال سایۂ بال ہما نہ مانگ

ہم جانتے ہیں کہ ہما اگر سر پر سایہ ڈالے تو بڑا عروج اور اوج بخت نصیب ہوتا ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ جب تک وہ سایہ سر پر نہیں ہے اس وقت تک سبکباری ہے اس واسطے ہمارے خیال میں یک بخت اوج یا اوج بخت اس سبکباری کے اوپر قربان کر دینا چاہئے سایۂ بال ہما ایک وبال ہے اسے سر کے لئے تجویز نہ کر اے اسد اپنے سر کو اس وبال سے گرانبار نہ بنا۔

دردسر کے واسطے ہر چند کہ صندل ہے مفید　　اس کا گھسنا اور لگانا دردسر یہ بھی تو ہے

ردیف (ل)

دیوانگاں کا چارہ فروغ بہار ہے　　ہے شاخ گل میں پنجۂ خوباں بجائے گل

دیوانوں کا علاج آمد بہار اور نشو نمائے فصل بہار ہے مگر اس سے یہ دھوکا نہ کھانا چاہیئے کہ صرف بہار ان کا علاج کر سکتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شاخ گل میں گل پنجۂ خوباں کی مانند معلوم ہوتا ہے اس واسطے وہ یعنی دیوانے اس سے تسکین پاتے ہیں ورنہ بہار سے ان کا

کیا علاج ہو سکتا تھا۔

مژگان تک رسائی لخت جگر کہاں　　　اے وائے گر نگاہ نہ ہو آشنائے گل

بڑا افسوس ہو اگر ہماری نگاہ گل پر نہ پڑ سکے اس لئے کہ اگر ایسا نہو تو اس کا بدل صرف یہی ہے کہ پھر ہم لخت جگر کو دیکھ کر یادِ گل تازہ کریں سوخت جگر کی رسائی مژگان تک ہو کہاں سکتی ہے یعنی لخت جگر مژگان تک آکر رک سکتا ہے اس کا مژگان تک نہ آنا خواہ بوجہ ناطاقتی کے ہو اور خواہ بوجہ ضبط کے اس میں تنوع معانی ہے جو کچھ خیال کر لیجئے۔

بدر ہے آئینۂ طاق ہلال　　　غافلان نقصان سے پیدا ہے کمال

ہلال ایک طاق ہے اور بدر اس طاق کا آئینہ ہے پہلے طاق ہلال پیدا ہوا تو اسمیں آئینہ بدر رکھا گیا ہے لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں جو کمال پیدا ہوتا ہے اس کی بنا اور اسکی اصل اس کا پہلا نقصان ہی ہوتا ہے۔

ہے بیاد زلف مشکین سال و ماہ　　　روز روشن شام آنسوئے خیال

اس کی زلف عنبر بار کی یاد میں دنوں سے یہ روز روشن ایک ایسی شام ہے جو خیال اور گمان کے ماورا ہے یعنی ایسی شام ہے جو خیال سے باہر اور الگ ہے۔

بسکہ ہے اصل و مید نہا غبار　　　ہے نہال شکوہ ریحان سفال

چونکہ سفال یعنی ٹھیکرے کی اصل بھی مٹی اور غبار ہے اور شکوہ کی اصل بھی غبار دل ہے لہٰذا زیادہ سے زیادہ نہال شکوہ کو ریحان نقش و نگار سفال کہا جا سکتا ہے جیسے ریحان سفال ایک بیکار چیز ہے ویسی ہی شکوہ بھی فضول ہے

صافی رخسار سے ہنگام شب　　　عکس داغ شب ہوا عارض پہ خال

اس کے رخسار اس قدر صاف اور پر نور ہیں کہ رات کے وقت اس کے رخسار کا خال سیاہ رات کے داغ کا عکس معلوم ہوتا ہے یعنی نورانی معلوم ہوتا ہے۔

یا یہ کہ اسکے عارض کی صفائی اس درجہ پر ہے کہ شب کو داغ شب کے عکس سے اُسکے رخسار پر تل پیدا ہو گیا۔ یعنی اسقدر نورانی ہے کہ وہ کسی تاریک چیز کے عکس کا بھی تحمل نہیں ہو

نور سے تیرے ہے اُس کی روشنی ورنہ ہے خورشید یک دست سوال

خورشید کو شعرا پنجہ سے تشبیہ دیتے ہیں بوجہ اس کی شعاعوں کے۔ چنانچہ پنجہ خورشید پنجہ نور لکھا جاتا ہو اسی بنا پر مرزا نے یہ کہا ہے کہ خورشید میں روشنی صرف تیرے نور کی وجہ سے ہے اور وہ تجھ سے اکتساب نور کرتا ہے ورنہ وہ خالی ایک دست سوال ہے۔ دست سوال کہنے سے یہ لطف پیدا کیا ہے کہ وہ تجھ سے نور کی دریوزہ گری کرتا ہے۔

شور حشر اس فتنہ قامت کے حضور سایہ آسا ہو گیا ہے پائمال

شور محشر اس فتنہ قامت کے سامنے سایہ کی طرح پائمال ہو کر رہ گیا ہے

ہو جو بلبل پیرو فکر اسد غنچہ منقار گل ہو زیر بال

اگر بلبل اسد کی خوش بیانی کی پیروی کرے تو اس کی منقار بازوؤں کے نیچے گل کی طرح کھلجائے یعنی اس کو گل کی احتیاج نہ ہو وہ خود صورت گل ہو جائے۔

ہر عضو غم سے ہے شکن آسا شکستہ دل جوں زلف یار ہوں میں سراپا شکستہ دل

میری حالت یہ ہے کہ غم کی وجہ سے شکن کی مانند ہر ایک عضو دل شکستہ معلوم ہوتا ہو گویا کہ میں زلف یار کی طرح سر سے پاؤں تک دل شکستہ ہو رہا ہوں۔

ہے سرنوشت میں رقم وا شکستگی ہوں جوں خط شکستہ بہر جا شکستہ دل

میری تقدیر ہی میں شکستگی ہے اور جس حالت میں جس جگہ ہوں شکستہ دل ہوں جیسے خط شکستہ کہ وہ خواہ کہیں ہو مگر شکستہ ضرور ہوگا۔

امواج کی جو یہ شکنیں آشکار ہیں ہے چشم اشک ریز سے دریا شکستہ دل

تم جو دریا میں یہ موجیں آشکارا دیکھتے ہو اور ان میں یہ شکستگی دکھائی دیتی ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ اپنی چشم اشک ریز کی وجہ سے دریا دل شکستہ ہو رہا ہے یہ امواج دراصل دریا کی دل شکستگی کا نشان ہیں۔

ناسازی نصیب و درشتی غم سے ہے   امید نا امید تمنا شکستہ دل

میری ناسازی بخت اور میرے غموں کی سختی کی وجہ سے میری امید نا امید معلوم ہوتی ہے اور میری تمنا دل شکستہ ہے گویا ہر طرح میرا حال زبون ہے۔

ہے سنگ ظلم چرخ سے میخانہ میں اسد   صہبا فتادہ خاطر و مینا شکستہ دل

اے اسد میخانے میں سنگ ظلم چرخ کی وجہ سے یہ حالت ہے کہ شراب فتادہ خاطر ہے اور شیشہ دل شکستہ ہے صہبا کو فتادہ خاطر لکھنا جس قدر لطیف ہے سلیم طبع لوگ اچھی طرح اس کا اندازہ کرینگے۔

ہوں بہ وحشت انتظار آوارۂ دشت خیال   اک سفیدی مارتی ہے دور سے چشم غزال

عالم وحشت میں مجھے میرے انتظار نے آوارۂ دشت خیال کر دیا ہے اور اب میری وحشت اور آوارگی کا یہ عالم ہے کہ چشم غزال جو خود ایک وحشی مزاج ہے مجھے دور سے ایک سفیدی سی معلوم ہوتی ہے یعنی میں اس سے بھی بہت دور رہوں اور اُس کے عالم وحشت سے میرا عالم وحشت جدا ہے۔

ہم غلط سمجھے تھے لیکن زخم دل پر رحم کر   آخر اس پردہ میں تو ہنستی تھی اے صبح وصال

ہم نے جو کچھ سمجھا تھا وہ غلط تھا مگر اے صبح وصال تجھے دل کے زخم پر رحم کرنا چاہئے اس کا تیرے اوپر حق ہے کیونکہ تو اسی زخم دل کے پردہ میں ہنستی ہے

یا یہ کہ ہم نے خندۂ زخم دل کی حقیقت جو کچھ سمجھی وہ یقینی غلط تھی ہم سمجھے تھے کہ وہ زخم ہے مگر حقیقت یہ تھی کہ اے صبح وصال تو اس پردۂ زخم میں ہنس رہی تھی مگر پھر بھی اے صبح وصال اب اُس کے اوپر رحم کرنا چاہئے تیری ہنسی اُس کے لئے باعث ضرر ہے۔

حاصل یہ ہوکہ صبح وصال کا طلوع زخم جگر سے بتو اہر جیسے کہ طلوع صبح محشر چاک ہوئے میرے گریبان کا

بیکسی افسردہ ہون اے ناتوانی کیا کرون　　جلوۂ خورشید سے ہو گرم پہلوے ہلال

اے ناتوانی آخر مین کیا کرون مجھے میری بیکسی نے افسردہ کردیا ہے چاند کے پاس سورج ہے اور اس کے پہلو کو وہ گرم کر رہا ہے مگر میرے پاس میرا محبوب نہین ہے اس لئے مین افسردہ ہون۔ یہان گرم اور افسردہ کا تقابل لطیف ہے۔

شکوہ درد و درد داغ اے بیوفا معذور رکھ　　خون بہا یک جہان امید ہے تیرا خیال

میرا شکوہ مٹ کر درد بنا اور درد کی صورت بدل کر داغ ہو گیا لہذا اے بے وفا تو مجھے معاف کر اگر مین تیرا خیال کئے ہون اس لئے کہ تیرا خیال میری دنیائے امید کا جو مٹ گئی ہے ایک خون بہا ہے گویا تمام کو مٹا کر صرف تیرا خیال مجھے دیدیا گیا ہے۔

عرض درد بیوفائی وحشت اندیشہ ہے　　خون ہوا دل تا جگر یا رب زبان شکوہ لال

بے وفائی کے درد کا بیان کرنا میرے اندیشہ اور خیال کی وحشت اور رمیدگی کی وجہ سے ہے کہ خیال وحشی ہوا تو درد بے وفائی کا بیان زبان پر آگیا دل سے لیکر جگر تک اس غم مین خون ہو گیا اے میرے خدا شکوہ کی زبان یا شکوہ کرنے والی زبان گونگی ہو جائے کہ مجھے اس نے تباہ کر دیا۔

اس جفا مشرب پہ عاشق ہون کہ سمجھے ہے اسد　　مال سنی کو مباح اور خون صوفی کو حلال

شعر کے معنی بالکل صاف ہین کوئی ایسا دقیق مضمون نہین ہے کہ اس کی شرح کی جائے مگر یہ لطیفہ بیان کے قابل ہے کہ اس شعر کے کہنے کی وجہ سے گویا حکیم مومن خان کے عشق کا مزا اسے توارد ہوا ہے وہ بھی کہتے ہین ؎

دل ایسے شوخ کو مومن نے دیدیا ہے کہ جو
محب حسینؑ کا اور دل رکھے شمر کا سا

بہرعرض حال شبنم ہے رقم ایجاد گل — ظاہرا ہی اس چمن مین لال مادرزاد گل

شبنم کے عرض حال کرنے کے لئے پھول کچھ لکھ رہا ہے اور اس کی تحریر وہی ہے جو اُس کے اوپر گلکاری معلوم ہوتی ہے یا پتون مین جو رگون اور نسون کی وجہ سے لکیرین معلوم ہوتی ہین تو اس لکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ زبان سے کہہ نہین سکتا بلکہ ظاہرا وہ مادرزاد گونگا پیدا ہوا ہے-

گر کرے انجام کو آغاز ہی مین یاد گل — غنچے سے منقار بلبل وار ہو فریاد گل

اگر پھول اپنے ابتداے کار مین اپنے آل کو یاد کرے اور پیش نظر رکھے تو اُسکے غنچہ سے اس طرح فریاد نکلنے لگے جیسے کہ منقار بلبل سے فریاد نکلتی ہے- گل شدن ظاہر نہ

گر بہ بزم باغ کھینچے نقش روئے یار کو — شمع سان ہو جائے قط خامہ بہزاد گل

بہزاد ایک نقاش کا نام تہا کہتے ہین کہ اگر بہزاد باغ مین میرے محبوب کے عارض مصفی کی تصویر بنائے تو اس کا اثر یہ ہو کہ اس کے قلم کی نوک پر شمع کی مانند گل پیدا ہو جائے- گل پیدا ہونے مین دو صورتین نکلتی ہین یا یہ کہ جیسے شمع گل کے آجانے سے بیکار اور رکار رفتہ ہے- اسی طرح اس کا قلم بیکار ہو جائے یا یہ کہ اُس پر پھول آجاوین یعنی اس مین بہار آجائے بہرحال اس شعر مین اس قدر تناسب الفاظ کے پھیر مین پڑ گئے ہین کہ معنی سے دور ہو گئے ہین- بزم- باغ- نقش- شمع- قط- خامہ- بہزاد- گل- یہ سب الفاظ شطرنج کے مہرون کی طرح ایک دوسرے کے زور مین ہین-

دست رنگین سے جو رخ پر کہولے زلف سا — شاخ گل مین ہو نہان جون شانہ در شمشاد گل

اگر وہ دست رنگین سے اپنی رُخ پہ زلف کھول دے تو گل اس طرح شاخ گل مین چھپ جائے جس طرح کہ شانہ شمشاد مین چھپا ہوا ہے- شانہ شمشاد مشہور ہین یعنی اُس کے دست رنگین کی شرم سے گل بھی چھپ جائے-

سعی عاشق ہو فروغ افزائے آب روئے کار — ہو شرار تیشہ بہر تربت فرہاد گل

عاشق کی سعی اُس کے کام کی زیب و زینت مین امداد کرتی اور ترقی دیتی ہے دیکھ کر تیشہ کے خرار تربت فرہاد کے لئے گل بنے ہین اور اس کا جو کچھ نام و نشان ہے وہ تیشہ ز ہی سے ہے۔

بے تصور صافی قطع نظر از غیر یار — تختۂ دل سے لائے ہے شمع خیال آباد گل

تصور غیر دوست اور ماسوائے محبوب سے قطع نظر کرنے کے واسطے ایک صافی کی طرح ہو ثبوت یہ ہے کہ گل جو اپنے محبوب کے تصور مین مستغرق ہے وہ اپنے خیال آباد مین عام شمعین جلا جلاتا بلکہ اپنے تخت دل کی شمع جلا کر اسکو منور کرتا ہے اور ماسوا سے کوئی غرض نہین رکھتا۔

گلشن آباد دل مجروح مین ہو جائے ہے — غنچہ پیکان شاخ ناوک صیاد گل

دل مجروح گلشن آباد سے مشابہ ہے اور اس گلشن آباد مین ناوک صیاد کی شاخ مین غنچہ پیکان آتے ہی پھول بن جاتا ہے یعنی میرے مجروح دل کے گلشن مین جو غنچہ پیکان آتا ہے وہ ایک اور گل زخم کھلا دیتا ہے۔

برق سامان نظر ہے جلوہ بیباک حسن — شمع خلوتخانہ کیجئے ہر جہ باد اباد گل

حسن بیباک کا جلوہ اور اس کا ظہور نظر کے واسطے برق سامان ہے یعنی نظر مین بجلی کی طرح کوندرہا ہے ہر جہ باداباد اب خلوت خانے کی شمع زبردستی گل کر دینا پڑے گی یعنی جب حسن بیباک کی یہ جلوہ افروزیان ہین تو کیونکر ہم خلوت مین رہ سکتے ہین یا یہ کہ حسن جو خلوت خانہ مین تھا اب وہ بیباک بن کر برق نظر ہوا اور جلوہ گر ہونے لگا مجبوراً خلوت خانہ کی شمع گل کر دینا چاہئے۔

خاک سے عرض بہار صد نگارستان اسد — حسرتین کرتی ہین میری خاطر آزاد گل

اے اسد جیسے خاک سیکڑون نگارستان بہار کے جلوے عالم کے لئے پیش کر رہی ہے ایسی ہی میری خاطر آزاد سیکڑون حسرتون کے گل کھلاتی اور جلوے دکھاتی ہے۔ گل کردن فارسی کا محاورہ ہے جو ظاہر کرنے اور ظاہر ہونے کے معنی پر آتا ہے یہان اردو مین بجنسہٖ اس کا

ترجمہ کر کے پیش کر دیا گیا ہے اس مین نشاں از زاد کا خاک سے اور جستجو کے ظہور کا ظہور رہا ہے استعارہ کیا ہے۔

گرچہ ہے یک بیضۂ طاؤس آسا تنگ دل — ہے چمن سرمایۂ بالیدن صد رنگ دل

دل اگرچہ ایک بیضۂ طاؤس کی مانند تنگ ہے مگر پھر بھی دل ایک چمن ہے جس مین سرمایۂ بالیدن صد رنگ موجود ہے یعنی پھر بھی سیکڑون رنگون کی نشو نما اس مین ہوتی ہے۔

بیدلوں سے ہے تپش جوں خواہش آب از سراب — ہے شرر موہوم اگر رکھتا نہو وے سنگ دل

جو لوگ کہ بے دل ہین اُن مین تپش کا ڈھونڈھنا بمنزلہ سراب سے پانی کی خواستگاری کرنے کے ہے یعنی اگر دل نہین ہے تو پھر تپش کیسی یہ امید فضول اور نادانی ہے پتھر کے اندر دل موجود ہے اسی واسطے اس سے شرارے نکلتے ہین ورنہ اگر بیدل ہوتا تو یہ شرارے نہ نکلتے۔

رشتۂ فہمید ممسک ہے بہ بند کوتہی — عقدہ ساں ہے کیسۂ پر زر خیال تنگدل

ممسک یعنی بخیل کی سمجھ کا سلسلہ قید کوتاہی اور عاقبت اندیشی سے ملتا ہے کیونکہ اس کا یہ کیسۂ پر زر ایک گرہ ہے۔ اور بخیل کا کیسہ حاسد کے دل تنگ کی طرح ہے جو ایسے ہی عقدون اور خیالون سے بھرا رہتا ہے یا یہ کہ تنگدل کا خیال عقدہ کی مانند ایک کیسۂ پر زر معلوم ہوتا ہے۔

ہون زپا افتادۂ انداز یاد حسن سبز — کسقدر ہے نشہ فرسائے خمار بنگ دل

مین انداز یاد حسن سبز مین مدہوش اور از پا در افتادہ ہو رہا ہون۔ ذرا دیکھئے کہ میرا دل کس قدر خمار نشۂ بنگ مین مبتلا ہے۔ بنگ استعارہ ہے حسن سبز سے اور خمار از پا افتادگی سے۔

شوق بے پروا کے ہاتھون مثل ساز نادرست — کھینچتا ہے آج نالے خارج از آہنگ دل

شوق بے پرواکے ہاتھون نادرست اور بے سُرے باجے کی طرح آج میرا دل نالہائے خارج از آہنگ کھینچ رہا ہے۔ شوق کو بے پروا اس لیے کہا کہ اس کو نالون سے مطلب ہے درستی اور نادرستی کی کوئی پروا نہین کرتا۔

اے اسد خاموش ہے طوطی شکر گفتار طبع　　ظاہر رکھتا ہے آئینہ سیر زنگ دل

اے اسد میرا طوطی شیرین گفتار طبع خاموش ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ دل کے آئینہ پر زنگ لگ گیا ہے اسی سے یہ سب خرابی پیدا ہوئی ہے۔

ردیف (م)

اثر کمندِ ہی فریاد نارسا معلوم　　غبار نالہ کمین گاہ مدعا معلوم

میری فریاد نارسا جیسا کہ اثر کو پھانسنے کی قدرت رکھتی ہے وہ تو ظاہر ہے اور ہم سب جانتے ہین جیسا کہ ہمارا نالہ کمین گاہ مدعا مین ہے یعنی یہ کچھ بھی نہین ہے۔

تکلف آئینہ دو جہان مدارا ہے　　سراغ یک نگہ قہر آشنا معلوم

تکلفات ظاہری سے یہ معلوم ہوا کہ انھون نے ہمارے واسطے دو جہان مہیا کر لیے ہین ایسی حالت مین ہم نگاہ قہر آشنا کا پتہ کیا لگا سکتے ہین اُنکی مدارات مین ایک نگاہ قہر کو کیا ہم تلاش کر سکتے ہین۔

اسد فریفتۂ انتخاب طرز جفا　　وگرنہ دلبری وعدۂ وفا معلوم

اسد فریفتہ ہے اس بات پر کہ اس کی یہ جدید طرز جفا بھی انتخاب ہو وگرنہ وعدۂ وفا کی دلبری معلوم ہو نہ اُس سے کوئی خاص اثر گویا اس کا وعدہ کرنا بھی ایک طرز جفا ہے۔

بسکہ ہین بدمست بشکن بشکن میخانہ ہم　　موئے شیشہ کو سمجھتے ہین خط پیمانہ ہم

چونکہ ہم شکن شکن میخانہ کے بدمست ہین لہذا وہ بال جو شیشہ مین اس حالت مین پڑتے

ہین اُن کو ہم خط پیمانہ سمجھتے ہین شکن بشکن جشن کو کہتے ہین جس مین تمام ساز و سامان مہیا ہون۔ جو ہم بشکن بشکن سجانے کے عاشق ہین اور شکن کے دوسرے معنی ہین۔ ترڑ جوار ہو شکستگی کا لہذا اُس تمام کے اثر سے مو سے شیشہ جو شکن شکن کا اثر ہے اور بڑی چیز ہے وہ بھی ہم کو خط جام کی طرح پیالا معلوم ہوتا ہے خط جام وہ لکیرون کے نشانات جو پیالے وغیرہ مین ہوتے ہین۔

بسکہ ہر اک موئے زلف افشان سے ہے تار شعاع پنجہ خورشید کو سمجھے ہین دست شانہ ہم

چونکہ اُس کی زلف کا ہر ایک بال افشان کی وجہ سے تار شعاع معلوم ہوتا ہے اسی لحاظ سے ہم پنجہ خورشید کو دست شانہ یعنی وہ ہاتھ جو شانہ کرے۔ یا شانہ محض سمجھتے ہین۔

مشق از خود رفتگی سے ہین بہ گلزار خیال آشنا تعبیر خواب سبزہ بیگانہ ہم

اے دوست اے ہمارے آشنا ہم نے از خود رفتگی کی اتنی مشق کی ہے کہ آج گلزار خیال مین سبزہ بیگانہ کے خواب کی تعبیر بن گئے ہین۔ چونکہ سبزہ کو سبزہ خوابیدہ بھی کہا جاتا ہے اس لئے خواب سبزہ کہا گیا۔ سبزہ بیگانہ وہ سبزہ جو خود اُگ آیا ہو۔ ظاہر ہے کہ سبزہ بیگانہ کے خواب کی تعبیر عدم ہی ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ اے آشنا ہم از خود رفتگی کی مشق کرتے کرتے آج بالکل فنا اور نیست ہو گئے ہین۔

فرط بیخوابی سے ہین شبہائے ہجر یار مین جون زبان شمع داغ گرمی افسانہ ہم

بیخوابی کی وجہ سے یار کی جدائی کی راتون مین ہم شمع کی زبان کی طرح گرمی افسانہ کی وجہ سے داغ بن کر رہ گئے ہین یعنی جیسے زبان شمع افسانہ کہتے کہتے جل گئی ہے اسی طرح ہم کو گرمی افسانہ نے پھونک دیا ہے یعنی افسانے نے بجائے خواب آوری کے ہمارے اوپر یہ اثر کیا ہے۔

جانتے ہین جوشش سودائے زلف یار مین سنبل بالیدہ کو موئے سر دیوانہ ہم

زلف یار کے عشق کے جنون مین سنبل بالیدہ جو باغ مین پھیلا ہوا ہے وہ ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ کسی دیوانے کے بال بکھرے ہوتے ہین۔

بسکہ وہ چشم و چراغ محفل اغیار ہے　　چپکے چپکے جلتے ہیں جوں شمع ماتم خانہ ہم

ہمارا محبوب چونکہ بزم غیر کا چشم و چراغ بنا ہوا ہے اس لئے مجبوراً ہم ماتم خانہ کی شمع کی مانند چپکے جل رہے ہیں۔

رہتے ہیں افسردگی سے سخت بیدردانہ ہم　　شعلہ ہانہ زسمندر بلکہ آتش خانہ ہم

ہم افسردگی کی وجہ سے نہایت جمود کی زندگی گزار رہے ہیں اور یہ تمام شعلے بلکہ آتش خانہ کا آتش خانہ سمندر کی نذر ہو رہا ہے ہم یوں افسردگی کی زحمتیں اٹھا رہے ہیں اور ایک چھوٹا سا کیڑا یوں پورے آتش خانے پر قابض ہے سمندر کیڑے کا نام ہے

حسرت عرض تمنا یاں سے سمجھا چاہیے　　دو جہان حشر زبان خشک ہیں جوں شانہ ہم

اگر ہماری حسرت عرض تمنا کا حال معلوم کرنا چاہتا ہے تو اس سے معلوم کر کہ جیسے شانہ باوجود ہزاروں زبانیں ہونے کے خشک ہو کر دو جہان محشر زبان خشک بن گیا ہے اسی طرح ہم بھی خاموش بن شانے کی زبانیں و ہی دندانے۔ دو جہان محشر زبان خشک اُسکے دونوں رخوں کی وجہ سے کہا گیا ہے۔

وحشت بے ربطی پیچ و خم ہستی نہ پوچھ　　ننگ بالیدن ہیں جوں موئے سر دیوانہ ہم

ہستی کے پیچ و خم کی بے ربطی کی وحشت ہم سے تو کیا پوچھتا ہے دیوانے کے سر کے بالوں کی طرح بالیدن ہمارے لئے باعث ننگ ہے یعنی جیسے سودائی اور مجنونوں کے بالوں میں الجھنیں اور پیچ و خم ہوتے ہیں اسی طرح سے ہماری ہستی کا پیچ و خم ہے اور یہی بے ربطی باعث وحشت ہوئی ہے جس کی وجہ سے ہم ننگ بالیدن ہیں۔

از انجا کہ حسرت کش یار ہیں ہم　　رقیب تمنائے دیدار ہیں ہم

اس وجہ سے کہ ہم کو یار کی حسرت کشی کی عادت ہے اور سوائے اس کے اور کوئی کام ہی نہیں ہے لہذا ہم تمنائے دیدار کے رقیب اور مخالف ہیں یعنی صرف یار کے خواہان

ہیں یار کے دیدار کی تمنا کے مخالف ہیں

رسیدن گل باغ واماندگی ہے — عبث محفل آرائے رفتار ہیں ہم

رسیدن یعنی پہونچ جانا۔ واماندگی یعنی پڑ رہنے اور تھک جانے کا دیباچہ ہے۔ ہم بیکار محفل آرائے رفتار ہو رہے ہیں اور فضول راہ نوردی میں مصروف ہیں یعنی پہونچے تو یہی نتیجہ ہوگا کہ رہ جائیں گے اور پڑ رہیں گے۔

نفس ہو نہ معزول شعلہ درودن — کہ ضبط تپش سے شرر کار ہیں ہم

نفس کو چاہئے کہ برابر شعلہ دروی کرتا رہے اور کبھی شعلہ حاصل کرنے سے معزول نہ ہے کیونکہ ہم ضبط تپش سے شرر کار ہو گئے ہیں اور سراپا شرار ہو گئے ہیں لہذا نفس کسی قدر شعلہ افشانی کرتا رہے ہم کو کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا ہے۔

تماشائے گلشن تمنائے چیدن — بہار آفرینا گنہ گار ہیں ہم

• اے بہار پیرائے عالم بیشک ہم تیرے گنہ گار ہیں اور یقینی تیرے عاصی ہیں کہ تیرے ماسوا ہم کو پھول چننے یا گلشن کے تماشے کی تمنا ہے۔ ہم کو چاہئے تھا کہ تیرے سوا اور کسی کی تمنا نہ رکھتے۔

نہ ذوق گریباں نہ پروائے داماں — نگاہ آشنائے گل و خار ہیں ہم

اب نہ گریبان کا ذوق ہے نہ دامن کی پروا ہے۔ ہم گل اور خار کے دیکھنے والے ہیں دامن کانٹوں میں جذب ہو کر رہ گیا۔ اور گریبان کو پھولوں نے بھلا دیا۔

اسد شکوہ کفر و دعا ناسپاسی — ہجوم تمنا سے لاچار ہیں ہم

اے اسد حالانکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ شکوہ کرنا کفر ہے اور دعا کرنا ناشکری ہے مگر کریں کیا کہ ہجوم تمنا سے ہم لاچار ہیں مجبوراً شکوہ بھی کرنا پڑتا ہے اور دعا بھی کرنا پڑتی ہے۔

جسدم کہ جادہ وار ہو تار نفس تمام پیمائش زمین رہِ عمر بس تمام

جس وقت کہ جادہ کی طرح تارِ نفس تمام ہو جاے تو وہین زمین راہ عمر کی پیمائش تمام ہو جاتی ہے یعنی وہین منزل عمر ختم ہو جاتی ہے۔

کیا دے صدا کہ الفت گم گشتگان سے آہ ہے سربسر گرد رہ بہ گلوے جرس تمام

کیا صدا دے سکتا ہے کہ گم شدہ لوگون کی محبت مین جرس گرد راہ سے سر بسر در گلو ہو رہا ہے۔

ڈرتا ہون کوچہ گردیِ بازار عشق سے ہین خار راہ جوہر تیغ عسس تمام

بازار عشق کی کوچہ گردی سے مین ڈرتا ہون کیونکہ میرے لئے خار راہ جوہر تیغ عسس ہین یعنی خار راہِ عشق اتنے ہین کہ کوچہ گردیِ بازار عشق سے مین ڈرتا ہون اور وہ مجھے وحشت گردی نہین کرنے دیتے۔

اے بال اضطراب کہان تک فسردگی یک پر زدن تپش مین ہے کار قفس تمام

اے بال اضطراب یعنی اے اضطراب کے بازو آخر تو افسردہ کہان تک رہے گا عالم تپش مین تڑپ کر جہان تو نے ایک پر مارا بس قفس کا کام تمام ہو جاے گا یعنی اے اضطراب جہان تو نے حالت کرب مین ذرا توجہ کری فوراً قفس ٹوٹ کر برابر ہو جائے گا۔

گزرا جو آشیان کا تصور بوقت بند مژگان چشم دام ہوے خار و خس تمام

قید ہونے کے وقت جو آشیانے کا خیال بندھا تو چشم دام کی مژگان یعنی حلقہاے دام کے ابھرے ہوے تاگون نے فوراً خار و خس کی صورت اختیار کر لی اور ایک آشیانہ بن گیا۔

اُٹھنے نہ پاے ضعف سے شور جنون اسد اگلی بہار کا یونہی گذرا برس تمام

اے اسد ضعف نے آتنا بے بس اور اتنا عاجز کر دیا کہ ہم ہو حق مستانہ بھی نہ کر سکے اور جنون کے شور سے بھی باز رہے اگلی بہار کا پورا سال یونہی گزر گیا۔

ردیف (ن)

خوش وحشتے کہ عرض جنون فنا کرون جون گرد راہ جامۂ ہستی قبا کرون

وہ وحشت بڑی اچھی جس کے ذریعہ سے یا جس کی وجہ سے مین اپنے جنون فنا کا اظہار کرسکون اور جیسے کہ گرد راہ نے جامۂ ہستی کو پاک کر دیا ہے اس طرح سے مین بھی قبائے ہستی کو تار تار کر دون۔

گر بعد مرگ وحشت دل کا گلا کرون موج غبار سے پر یک دشت وا کرون

اگر کہین مین مرنے کے بعد اپنی وحشت دل کا گلہ کرنے پر آؤن تو اپنی موج غبار اور اپنے غبار قبر سے ایک دشت کے پر لگا دون یعنی کہین بعد مرگ وحشت کا شکوہ بھی کرون تو تختۂ دشت کو زیر و زبر کر دون اور جنگل کے جنگل کو لے اڑون۔

آ اے بہار ناز کہ تیرے خرام سے دستار گرد شاخ گل نقش پا کرون

محبوب سے خطاب کر کے کہتا ہے کہ آ اے بہار ناز خدا کے لئے آ۔ کہ تیرے آتے ہی مین اپنی دستار کو شاخ گل نقش پا پر فدا کر دون اور اس کی گرد بنا دون یا اسکے اوپر نثار اور اس کی نذر کر دون۔

خوش افتادگی کہ بہ صحرائے انتظار جون جادہ گرد رہ سے نگہ سرمہ سا کرون

ہائے وہ افتادگی کتنی اچھی ہے کہ انتظار کے جنگل مین مین جادہ کی مانند پڑا ہون اور اپنی آنکھ مین گرد راہ کا سرمہ لگایا کرون۔ حاصل یہ ہے کہ انتظار یار مین رہنا کتنا اچھا ہے۔

صبر اور یہ ادا کہ دل آوے اسیر چاک درد اور یہ کمین کردہ نالہ وا کرون

صبر کا یہ ارادہ ہو کہ دل کو اسیر چاک زخم بنا دون اور درد اس سے کہین نہ نکلے

اور درد اس گھات میں لگا ہوا ہے کہ میں کسی طرح نالہ کرون اور دل کی بھڑاس نکالون۔

وہ بدماغ منت اقبال ہون کہ مین　　وحشت بہ داغ سایۂ بال ہما کرون

مین اقبال کی احسان مندی اور منت پذیری سے اس قدر بیدماغ ہون کہ اگر سایۂ بال ہما کے داغ کو دیکھتی لون تو مجھے وحشت پیدا ہوجاتی ہے حاصل یہ کہ مین کسی کا احسان سر پر نہین لے سکتا۔

وہ التماس لذت بیداد ہون کہ مین　　تیغ ستم کو پشت خم التجا کرون

مین لذت بیداد کے لئے ایک التماس ہون اور وہ التماس ہون کہ میرا جذبۂ بیداد اس درجہ بڑھا ہوا ہے کہ مین تیغ ستم کو وہ پشت خم بنا سکتا ہون جو التجا اور عرض مدعا کے لئے خم کی جاتی ہے یعنی تیغ ستم خود میرے روبرو پشت خم التجا بن کر آئے۔

وہ راز نالہ ہون کہ بشرح نگاہ عجز　　افشان غبار سرمہ سے فرد صدا کرون

مین اپنے نالہ کا ایک راز ہون اور وہ راز ہون کہ نگاہ عجز کی شرح کے لئے اپنی آواز کی فرد یعنی کاغذ پر غبار سرمہ چھڑک دون گا یعنی راز کی اس قدر محافظت کرون کہ فرد صدا جس کا کام اظہار راز ہے اسپر بھی غبار سرمہ چھڑک کر اس کو مردہ دگلو کرکے بے اثر سا دون گا۔

فلک سفلۂ بے محابا ہے　　اس ستمگر کو انفعال کہان

کمینہ آسمان بالکل بے خوف اور بے محابا ہے ظلم کرتا ہے اور اس ظالم کو کبھی شرمندگی نہین ہوتی اور کبھی اپنے افعال سے نہین شرماتا۔

بوسہ مین وہ مضائقہ نہ کرے　　پر مجھے طاقت سوال کہان

اگر مین بوسہ مانگون تو یقین ہے کہ وہ کوئی مضائقہ نہ کرے گا لیکن مصیبت یہ ہے کہ

مجھ مین طاقت سوال نہین ہے۔ طاقت سوال نہ ہونے کی بہت سی توجیہین ہو سکتی ہین خواہ بوجہ ہیبت و رعب حسن۔ خواہ بوجہ غیرت عشق وغیرہ کے۔

آنسو کہوں کہ آہ سوار ہوا کہوں ایسا عنان گسیختہ آیا کہ کیا کہوں

اس شعر مین بیان حال معشوق بھی ہو سکتا ہے مگر میرے نزدیک بیان حال اشک زیادہ مناسب ہو اپنے آنسو کی کیفیت بیان کرتے ہوے کہتے ہین کہ اسے آنسو کہوں یا ہوا سے آہ کا سوار کہوں یعنی ایسا تیز رفتار کہ ہوا کے گھوڑے پر سوار تھا۔ غرض میرا اشک کچھ اس طرح تیز و تند عنان گسیختہ آیا کہ بس کچھ۔ پوچھو کچھ کہا نہین جاتا

مضمون وصل ہاتھ نہ آیا مگر اسے اب طائر پریدہ رنگ حنا کہوں

وصل کا مضمون ہاتھ نہ آیا کہ اس کی کسی سے تشبیہ دے سکون اور بتا سکون کہ وصل کیا چیز ہے البتہ طائر پریدہ رنگ حنا کہا جا سکتا ہے کہ اس کا بھی کوئی وجود نہین ہے

طرز آفرین نکتہ سرائی طبع ہے آئینہ خیال کو طوطی نما کہوں

میرا آئینہ خیال نکتہ سرائی کی طرزین پیدا کرتا ہے اور میری طبیعت کو نکتہ سرائی کے راستے دکھاتا ہے اب اس کی تشبیہ کس سے دوں بہتر یہ ہے کہ آئینہ خیال کو طوطی نما بتاؤں آئینہ اور طوطی مین جو مناسبت ہے وہ ظاہر ہے۔

غالب ہے رتبہ فہم تصور سے کچھ پرے ہے عجز بندگی جو علی کو خدا کہوں

اے غالب حضرت علی کا رتبہ تصور کی فہم اور سمجھ سے پرے ہے اور تصور وہاں تک پہونچ بھی نہین سکتا لہذا یہ میرا عجز بندگی شمار کیا جائے گا اگر مین علی کو خدا کہدوں گا ان کا رتبہ نہ معلوم کیا ہے۔ خدا اپنی جگہ ہے اور علی اپنی جگہ۔

کسو کو زخود رستہ کم دیکھتے ہین کہ آہو کو پابند رم دیکھتے ہین

ہم کو دنیا مین کوئی ایسا نہین ملتا کہ جو خودی کی حدود سے گذر کر آزاد ہو گیا ہو۔

آہو کو دیکھئے ہر چند کہ وہ وحشی ہے مگر پھر بھی پابند رم ہے۔ غرضکہ پابندی دور نہین ہو سکتی۔

آئینہ دام کو پردے مین چھپاتا ہی عبث کہ پریزاد نظر قابل تسخیر نہین

جوہر آئینہ کو دام آئینہ فرض کر کے کہتا ہے کہ آئینہ بیکار دام کو پردے مین چھپائے ہوئے اور بچھائے ہوئے ہے اس کی یہ کوشش سراسر بیکار اور بے سود ہے اس کو واضح رہے کہ نظر وہ پریزاد نہین ہے کہ وہ اس کو دام مین پھانس لے اور تسخیر کرلے وہ اور پریان ہونگی جو مسخر ہو جاتی ہین۔

ہشل گل زخم ہی میرا بھی سنان سے توام تیرا ترکش ہی کچھ آبستنی تیر نہین

تیرا خیال یہ ہے کہ میرا ترکش ہی ایک ایسا ہے جو تیرون سے بھرا ہوا ہے اور جو نوک تیر سے توام ہے یہ غلط ہے اور سراسر غلط ہے اس کی اور بھی مثالین ہین پھول کو دیکھو وہ بھی زخمی ہے اور اس کے زخم مین بھی اب تک اسی طرح سنان موجود ہے جیسے کہ تیرے ترکش مین تیر ہین بلحاظ سرخی و رنگ و چاک پھول زخمی ہے او شاخ گل سنان ہے اور اسی طرح اب تک میرے زخم مین بھی سنان توام موجود ہے۔

میر کے شعر کا احوال کہون کیا غالب جس کا دیوان کم از گلشن کشمیر نہین

ریختہ کا وہ ظہوری ہی بقول ناسخ آپ بے بہرہ ہی جو معتقد میر نہین

اے غالب میر کا حال کیا پوچھتا ہے اس کا حال کیا بتاؤن مجھے اُس کا دیوان گلشن کشمیر معلوم ہوتا ہے یقیناً وہ اُردو کے لئے ظہوری ہے جیسا کہ ناسخ کا یہ مقولہ ہے بالکل صحیح ہے کہ ؎

آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہین

جائیکہ پاے سیل بلا درمیان نہین دیوانگان کو وان ہوس خانمان نہین

دیوانے اس جگہ آبا د ہی نہیں ہوتے اور وہاں گھر ہی نہیں بناتے جہاں سیل کا گذر نہو یعنی اُن کی فطرت میں آزار طلبی کا مادہ بھرا ہوا ہے۔

ہر رنگ گردش آئینہ ایجاد درد ہے　　اشک سحاب جز بوداع خزاں نہیں

گردش دہر کے ہر رنگ میں ایجاد درد کے انداز موجود ہیں ابر بہار کو دیکھئے کہ اس کی اشک افشانی صرف اس لئے ہے کہ خزاں رخصت ہو رہی ہے الحاصل ہر گردش ایجاد درد کا ایک آئینہ ہے۔

جز عجز کیا کروں بہ تمنائے بیخودی　　طاقت حریف سختی خواب گراں نہیں

مجھے بیخودی کی تمنا ہے مگر اس کو اختیار نہیں کر سکتا اور اس کے لئے سوائے اس کے کہ اپنی عاجزی کا اظہار کروں اور کچھ نہیں کر سکتا وجہ یہ ہے کہ میری طاقت اس خواب گراں کو برداشت نہیں کر سکتی۔ مجبوراً میں عجز کا اظہار کرتا ہوں۔

گل غنچگی میں غرقہ دریائے رنگ ہے　　اے آگہی فریب تماشا کہاں نہیں

پھول حالت غنچگی میں دریائے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے اے آگہی فریب تماشا کس جگہ نہیں ہے ہر جگہ یہی حالت ہے۔

ہوئی یہ بیخودی چشم و زباں کو تیرے جلوے سے　　کہ طوطی قفل زنگ آلودہ ہے آئینہ خانے میں

آنکھ اور زبان کو تیرے جلوے سے یہ بیخودی ہوگئی ہے کہ طوطی جس کا کام گویائی ہے وہ آئینہ خانہ میں ایسا بے حس اور بیکار ہوگیا ہے کہ ایک قفل زنگ آلودہ معلوم ہوتا ہے۔

بحکم عجز ابروئے مہ نو حیرت ایما ہے　　کریاں گم کرے جبیں سجدہ فرسا آستانے میں

عاجزی کے حکم سے مہ نو یعنی ہلال اشارے کرتا ہے کہ سجدہ کرنے والی پیشانی

کو اس جگہ آستانے مین گم کر دے۔ اس شعر مین یان کی بجاے ہان زیادہ مناسب ہے جس سے تاکید پیدا ہو جائے گی اور یان کے واسطے کوئی خاص جگہ نہین بتائی گئی

فزون کی دوستون نے حرص قاتل ذوق کشتن مین ۔۔۔ ہوے ہین بخیہاے زخم جوہر تیغ دشمن مین

میرے دوستون نے میرے قاتل کی حرص قتل کو اور زیادہ کر دیا اور اس کے ذوق قتل کو بڑہا دیا ہے گویا کہ وہ بخیہ[1] جو انھون نے میرے زخم مین کی تھی وہ دشمن کی تلوار کے واسطے جوہر ہو گئی ہے یعنی دوستون نے بخیہ کی تھی زخم کے سینے کو مگر چونکہ میری بدنصیبی سے وہ قاتل کو بری معلوم ہوئی اس سے اور اس کی حرص قتل بڑھ گئی ہے اور آخر وہی بخیہ اس کی تلوار کا جوہر بنی۔ تلوار کا جوہر بننے سے مراد یہ کہ اور بھی اس کی تلوار کو میرے اوپر چمکایا۔

تماشا کردنی ہے لطف زخم انتظار اے دل ۔۔۔ سویدا داغ مرہم مردمک ہے چشم سوزن مین

اے دل انتظار کے زخم کا لطف دیکھنے کے قابل ہے کہ اس کا داغ سویدا اور وہ مرہم جو اس زخم پر رکھا گیا ہے وہ چشم سوزن کے لئے پتلی بن گیا ہے یعنی کسی حالت مین اس سے صورت انتظار محو نہین ہوئی۔

پاؤن مین جب وہ حنا باندھتے ہین ۔۔۔ میرے ہاتھون کو جدا باندھتے ہین

میرا محبوب جب اپنے پاؤن مین مہندی لگاتا ہے تو میرے ہاتھون کو علیحدہ باندھ دیتا ہے۔ میرے نزدیک اس شعر مین سوا اس کے کہ پاؤن مین حنا باندھتے ہین تو ہاتھ باندھتے ہین ایک تقابل ہے اور کوئی لطف نہین۔

تیرے بیمار پہ ہین فریادی ۔۔۔ وہ جو کاغذ مین دوا باندھتے ہین

وہ لوگ جو کاغذ مین دوا باندھتے ہین یعنی دوا فروش وہ بھی تیرے بیمار کے لئے رنج و فریاد کرتے ہین۔ یا یہ کہ معشوقون کو بھی رحم آتا ہے۔

قید مین بھی ہے اسیری آزاد ۔۔۔ چشم زنجیر کو وا باندھتے ہین

[1] بخیہ لمکر بھی سنا گیا ہے

قیدی حالت قید میں بھی آزاد ہے اس واسطے کہ چشم زنجیر کو جب کسی نے باندھا
رکھلا ہوا باندھا ہے اس لئے اسیری گویا آزادی ہے۔

...جی کعبہ کا جانا معلوم ہے آپ مسجد میں گدھا باندھتے ہیں

جناب شیخ صاحب خیر آپ کی زیارت کعبہ کا خیال تو ہم کو معلوم ہے کہ آپ کہاں
ان کو آپ کی تعریف اور بی کو ب... سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس قدوم
لزوم کی وجہ سے مسجد کو ایک اصطبل بنا لیا ہے جس میں آپ خود گدھے معلوم ہوتے
یہ کہ شیخ صاحب آپ ... سمجھئے۔ جانے کی بیت ارشاد ہونا سے سبحان اللہ کیا
جا میں کجا کعبہ۔ یہ تو ... بات ہے کہ گویا آپ نے مسجد میں گدھا باندھ دیا
یہ کہ خود شیخ صاحب سے کہا ہے کہ آپ کیا کعبہ جائیں گے آپ کہاں کعبہ کہاں۔

...دل زلف سے بھاگا کیا ہے دست شانہ بہ قفا باندھتے ہیں

... ... دل ... ... ہوا ہے اور ...
شانہ نے اس ... ... کے ہاتھ پیچھے باندھے جاتے
شانہ کے دونوں بازوؤں کو اس کے ہاتھ سمجھتے۔

نزاکت ... گل میں ... ناز چمن ہے غالب گل میں ڈھونڈی ہے خشت دیوار چمن

... ... ہے اس ... خشت دیوار کی ...
... ... معلوم ہوتی ہے ... ... ہے کہ ...
چمن کی دیوار ... ہے ... ایک خشت دیوار ہے۔

تیری آرائش کا استقبال کرتی ہے بہار جوہر آئینہ ہے یاں نقش احضار چمن

تیری آرائش کے استقبال کے لئے بہار آمادہ اور تیار ہے جو بناؤ سنگھار
... آئینہ ... ... جوہر حاضرات بہار کا نقش بن جاتے
... ... باقی ... بناؤ سنگھار کر کے تیرا آئینہ دیکھا بہار پیدا کر دیا۔

بسکہ پائی یار کی رنگین ادائی سے شکست — ہے کلاہ ناز گل برطاق دیوارِ چمن

چونکہ اُس نے یار کی رنگین ادائی سے شکست پائی ہے اس لئے ناز گل کی کلاہ اتر گئی ہے اور دیوارِ چمن کے طاق پر رکھی ہوئی ہے۔ نمو سے بہار مین بالیدگی سے پھولون کا دیوارِ چمن تک پہونچنا گویا اُن کا اپنے غرور و ناز کی ٹوپی اُتار کر رکھدینا ہے جو عجز اور شکست کی دلیل ہے۔ ٹوپی اُترنا یون بھی آبرو اترنے کے معنی مین مستعمل ہوتا ہے۔

وقت ہے گر بلبل مسکین زلیخائی کرے — یوسف گل جلوہ فرما ہے بہ بازارِ چمن

جیسے کہ حضرت یوسف بازار مصر مین آے تھے اور زلیخا نے خریداری کی ٹھی ایسے ہی یہ وہ وقت ہے کہ بلبل کو زلیخا بن جانا چاہئے اس لئے کہ یوسف گل بازار مین بکنے کے لئے آپہونچا۔

وحشت افزا گریہ ہا موقوف فصل گل اسدؔ — چشم دریا ریز ہے میزاب سرکارِ چمن

اے اسد ان وحشت افزا نالون کو فصل گل کے لئے موقوف رکھ کیونکہ تیری چشم اشکبار سرکارِ چمن کی میزاب ہے۔ میزاب پرنالہ کو کہتے ہین جس سے پانی گرتا ہے یعنی بے وقت کا رونا کچھ لطف نہین دیتا۔ میرا ایک شعر ہے ؎

خزان مین چاک گریبان سے فائدہ کیا ہے
مزا بہار کا ہے اک ذرا بہار آئے

جون مردمک چشم سے ہون جمع نگاہین — خوابیدہ بہ حیرت کدہ داغ ہیں آہیں

جس طرح کہ پتلی کی وجہ سے نگاہین جمع رہتی ہین یا پتلی مین نگاہین جمع ہوتی ہین اسی طرح میرے حیرت کدہ داغ مین آہین سو رہی ہین۔

پھر حلقہ کاکل مین پڑین دید کی راہین — جون دود فراہم ہوئین روزن مین نگاہین

حلقہ کاکل مین پھر دیدارئی راہین پیدا ہوگئین یعنی دنیا کی نظر پھر اس کے حلقہ کاکل پر پڑ گئی اور یہ حالت ہوگئی کہ جیسے دہوان روزن مین جمع ہوتا ہے اسی طرح نگاہین اس حلقہ مین جمع ہین۔

پایا سر ہر ذرہ جگر گوشۂ وحشت　　　ہین داغ سے معمور شقائق کی کلاہین

دنیا مین تفحص اور تجسس سے یہ حال معلوم ہوا کہ ہر ذرہ کا سر سودا سے معمور ہے اور وحشت کا لخت جگر اور نور نظر ہے شقائق کو دیکھئے کہ اس کی کلاہ مین بھی داغ سودا ہی شقائق النعمان لالہ کی ایک قسم ہے جسے نعمان بن منذر نے لگایا تھا اور یہ ایک مشہور بات ہے کہ لالہ کی سیاہی کو داغ لالہ سے تعبیر کرتے ہین جس کی صدہا مثالین موجود ہین۔

کس دل پہ ہی عزم صف مژگان خود آرا　　　آئینہ کے پایاب سے اتری ہین نگاہین

آخر تیرے مژگان صف آرا اور جنگجو کا کس دل پر چڑہائی کرنے کا ارادہ ہے کہ نگاہین اب آئینہ سے پایاب ہو رہی ہین۔ پایاب ہونا۔ کسی دریا کے پانی سے گزرنا جس مین کشتی وغیرہ کی احتیاج نہو۔ مطلب یہ ہے کہ تم آئینہ دیکھ رہے ہو آخر یہ پلکین صف آرا ہو کر کس دل کی تباہی کا ارادہ کر رہی ہین۔

دیر و حرم آئینۂ تکرار تمنا　　　واماندگی شوق تراشے ہی پناہین

یہ دیر و حرم دونون تکرار تمنا کے آئینے ہین یعنی ان سے حال کھلتا ہے کہ شوق کو پھر تازہ کیا جائے اور پھر تمنا کا اعادہ کیا جائے گویا کہ شوق کی واماندگی پناہین تراش رہی ہے یعنی شوق جب تھک جاتا ہے تو ان مین سے ایک مین واماندہ ہو کر پڑ رہتا اور اسی کو اپنی پناہ بنا لیتا ہی جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پھر کسی تمنا کا آغاز کیا جائے

یہ مطلع اسد جوہر افسون سخن ہو　　　گر عرض تپاک جگر سوختہ چاہین

حیرت کش یک جلوۂ معنی ہین نگاہین　　　کھینچون ہون سویدائے دل چشم سے آہین

اے اسد میرا یہ مطلع افسون سخن کے لئے جوہر بن جائے اگر تپش جگر سوختہ کو عرض کرنا چاہین اور وہ یہ ہی کہ میری نگاہین ایک جلوۂ معنی کو دیکھ کر حیرت زدہ ہین اور میری آنکھ کے دل سویدا سے برابر آہین نکل رہی ہین یا مین سویدا سے دل چشم سے آہین نکال رہا ہون یعنی جلوۂ معنی نے مجکو اتنا حیرت زدہ کیا ہے کہ میری آنکھ کے دل کے سویدا سے آہین نکل رہی ہین۔ سویدائے دل چشم پتلی کو کہا جا سکتا ہے۔

تن بہ بند ہوس در ندادہ رکھتے ہین — دل ز کار جہان اوفتادہ رکھتے ہین

ہمارے پاس ایسا جسم ہے جو ہوس کے بند مین قید نہین اور ہمارے پاس اس قسم کا دل ہے جو جہان کے کامون سے بالکل جاتا رہا ہے۔

تمیز زشتی و نیکی مین لاکھ باتین ہین — بہ عکس آئینہ یک فرد سادہ رکھتے ہین

کون نیکی اور بدی اچھائی اور برائی کی تمیز کرے اور کون اس جھنجھٹ مین پڑے جیسے کہ آئینہ نیکی و بدی اچھائی برائی کی تمیز کے پھیر مین پڑا ہے ہم نے وہ علت ذہن رکھی بلکہ برعکس اس کے ایک سادہ فرد ہم رکھتے ہین۔

برنگ سایہ ہمین بندگی مین ہی تسلیم — کہ داغ دل بہ جبین کشادہ رکھتے ہین

سایہ کی طرح ہم نے بندگی مین تسلیم و رضا کی خو ڈال رکھی ہے اور جیسے کہ سایہ کی جبین کشادہ پر ایک داغ تسلیم ہے اسی طرح ہم بھی دل کے داغ کو اپنی جبین کشادہ پر خوشی کے ساتھ لئے ہوے ہین۔ سایہ کی جبین کشادہ وہ جگہ جہان سایہ پڑے اور وہ زمین ہے جس کی تشبیہ جبین کشادہ سے نہایت ہی موزون اور مناسب ہے یا یہ کہ ہم کشادہ پیشانی کے ساتھ اپنے دل پر داغ رکھتے ہین جیسے کہ سایہ داغ غلامی اپنی جبین پر رکھتا ہے۔ آخری معنی زیادہ مناسب اور اقرب الی الذہن ہین۔

بہ زاہدان رگ گردن ہی رشتۂ زنار — سر بپائے بت نانہادہ رکھتے ہین

بندگی ست کرکے زاہدون کو غرور پیدا ہوگیا ہے گویا کہ رشتۂ زنار ان کے لیے

رگ گردن (غرور) بن گیا ہو لہذا ہم اس خوف سے کہ ہم مغرور نہ ہو جائین ایسا سر رکھتے ہین کہ کسی بت کے قدم پر اس کو کبھی نہین رکھا یا یہ کہ از زنار پر مغرور ہین جو یہ ہے کسی بت کے قدم پر ہین رکھا

معاف بیہدہ گوئی ہین ناصحان عزیز　　دلے بدست نگارے نداده رکھتے ہین

ہم اپنے ناصحان عزیز کی تلخ نوائی کو معاف کرتے ہین کیا کرین وہ غریب معذور و مجبور ہین انھون نے کبھی کسی معشوق سے دل تو لگا یا نہین پھر وہ ایسی باتین نہ کرین تو کیا کرین۔

برنگ سبزہ عزیزان بدزبان یکدست　　ہزار تیغ بہ زہرآب داده رکھتے ہین

جیسے کہ سبزہ زہرآب مین بجھی ہوئی تلوار لئے ہے ظاہر ہے کہ سبزہ کی پتیان اور گھاس تلوار سے مشابہ ہے اسی طرح ہمارے بدزبان عزیز بھی ہزارون تلوارین ہمارے قتل کے لئے ایسی لئے ہوے ہین جنھین زہرآب مین بجھایا ہے۔

طاؤس نمط داغ کے گر رنگ نکالون　　یک فرد نسب نامۂ نیرنگ نکالون

اگر مین طاؤس کی طرح اپنے داغ دل کے رنگ دکھانے پر آؤن اور بتانا چاہون کہ میرا داغ دل کتنے کتنے رنگون مین رہ چکا ہے تو غالباً یہ نتیجہ نکلے گا کہ نیرنگ یعنی رنگارنگی کا ایک پورا نسب نامہ دکھانا پڑے گا تب بتا سکون گا کہ اب تک داغ دل کا کیا کیا رنگ رہ چکا ہے۔

نے کوچۂ رسوائی و زنجیر پریشان　　اے نالہ مین کس پردے مین آہنگ نکالون

نے (بانسری) ایک کوچۂ رسوائی ہے اور زنجیر ایک پریشان چیز ہے آخر اے نالۂ غم تو ہی بتا کہ مین کون سے پردے سے اپنی آواز نکالون اس مین یہ خرابی ہے اور زنجیر کی جھنکار مین پریشانی ہے۔

یک نشو و نما جا نہین جولان ہوس کو　　ہر چند کہ بمقدار دل تنگ نکالون

دنیا مین کہین اتنی بھی جگہ نہین کہ میری ہوس ایک نشو و نما بھی کر سکے ہرچند اپنے دل تنگ کی مقدار ہی کے موافق مین ہوس نکالون مگر اتنی بھی نہین نکل سکتی

سودائے عشق سے دم سرد کشیدہ ہون شام خیال زلف سے صبح دمیدہ ہون

مین سودائے عشق کی وجہ ایک دم سرد کشیدہ ہون گویا مین وہ صبح ہون جو شام خیال زلف یار سے طلوع ہوئی ہے چونکہ شعرا صبح کے طلوع ہونے کو ایک دم سرد سے تشبیہ دیتے ہین اس لئے کہا ہے کہ چونکہ سودائے عشق سے مین دم سرد کھینچ رہا ہون اس لئے مین بھی ایک صبح معلوم ہوتا ہون۔

دوران سر سے گردش ساغر ہے متصل خمخانہ جنون مین دماغ رسیدہ ہون

دوران سر کی وجہ سے متواتر اور متصل طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مین دور ساغر مین شریک ہون اور پیالہ پر پیالہ چڑھاتا جاتا ہون گویا کہ مین جنون کے خمخانہ مین ایک ایسا دماغ ہون جو نشہ سے سرشار ہے۔

ظاہر ہین میری شکل سے افسوس کے نشان جون شانہ پشت دست بدندان گزیدہ ہون

افسوس کے نشان میری صورت اور شکل سے ظاہر ہو رہے ہین۔ گویا مین شانہ کی مانند ہون جو پشت دست کو اپنے دانتون سے چبائے ڈالتا ہے۔

ہون گرمی نشاط تصور سے نغمہ سنج مین عندلیب گلشن ناآفریدہ ہون

مین اپنے تصور کی خوشی کی گرمی سے نغمہ سنجی کر رہا ہون گویا کہ وہ بلبل ہون جسکے لئے گلشن ہنوز پیدا بھی نہین کیا گیا مگر وہ خوش اور مسرور ہے۔

دیتا ہون کشتگان کو سخن سے سر تپش مضراب تار ہائے گلوئے بریدہ ہون

مین مرنے والون کو اپنی شیرین کلامی سے سر تپش دیتا ہون یعنی تڑپاتا ہون گویا کہ مین مضراب ہون اور گلو بریدہ لوگون کے تارون پر روان ہوتا ہون اسی لئے

گویا مرنے والون کے تڑپانے کا باعث ہون۔

ہے جنبشِ زبان بہ دہن سخت ناگوار خونابۂ ہلاہلِ حسرت چشیدہ ہون

مجھے اپنے دہن مین اپنی زبان کی جنبش سخت ناگوار معلوم ہوتی ہے اور مین اس سے غایت درجہ تلخی اور ناگواری کا احساس کرتا ہون اس واسطے کہ مین زہر حسرت پی چکا ہون۔

جون بوئے گل ہون گرچہ گرانبار مشت زر لیکن اسد بوقت گزشتن جریدہ ہون

اگرچہ مثل گل کی طرح میرے ہاتھ یا میری مٹھی مین بھی زر ہے زرگل یا زرد وہ زرد پتیان جو پھول کے بیچ مین ہوتی ہین جنھین زیرۂ گل بھی کہا جاتا ہے مگر جیسے کہ بو جب رخصت ہوتی اور جاتی ہے تو تنہا جاتی ہے اور کچھ نہین لے جاتی اسی طرح جاتے وقت مین بھی یکہ و تنہا ہون اور کسی چیز یا کسی آدمی کو ساتھ نہ لے جاؤن گا۔

خون در جگر نہفتہ بہ زردی رسیدہ ہون خود آشیانِ طائرِ رنگ پریدہ ہون

مین خون جگر مین چھپائے ہوئے ہون اور زرد ہو رہا ہون گویا اس طائر رنگ کا نشیمن ہون جو پرواز کر چکا ہو۔

ہے دست رد بہ سیر جہان بستن نظر پائے ہوس بہ دامن مژگان کشیدہ ہون

آنکھ بند کر لینا سیر جہان پر دست رد یعنی ہاتھ واپس پھیر دینا ہے یعنی سیر جہان کو نامنظور کرنا ہے اسی لئے مین آنکھ بند کر کے پائے ہوس کو دامن مژگان مین لپیٹ کر بیٹھ چکا ہون یعنی سیر جہان سے قطع نظر کر کے آنکھین بند حیرت زدہ بیٹھا ہون۔

مین چشم واکشادہ و گلشن نظر فریب لیکن عبث کہ شبنم خورشید دیدہ ہون

میری آنکھین کھلی ہوئی ہین اور گلشن جاذب توجہ اور جاذب نظر ہو مگر یہ سب میرے لیے بیکار ہو کیونکہ مین اس شبنم کی مانند ہون جس کو آفتاب کی کشش جذب کر رہی ہو

حاصل یہ ہے کہ باغ جہان کیسا ہی اچھا اور خوشگوار سہی مگر کیا کیا جائے کہ مین تو کسی اور ہی طرف کھنچ رہا ہون۔

تسلیم سے یہ نالۂ موزون ہوا حصول ۔ اے بے خبر مین نغمۂ چنگ خمیدہ ہون

مین حب حکم یار ہے ہر بات پر سر تسلیم خم کرتا رہا۔ اس وقت مجھے یہ نغمۂ موزون جو تو سُن رہا ہے حاصل ہوا ہے اے بے خبر تجھے معلوم بھی ہے مین وہ نغمہ ہون جو چنگ خمیدہ سے نکلا ہون تسلیم کو چنگ خمیدہ سے استعارہ کیا ہے۔ اس استعارۂ بلیغ نے شعر کو نہایت ہی بلند کر دیا ہے۔

پیدا نہین ہے اصل تگ و تاز جستجو ۔ مانند موج آب زبان بریدہ ہون

یہ معلوم نہین کہ میری تگ و تاز اور دوڑ دھوپ کا اصل نشا اور مقصد کیا ہے میری حالت موج دریا کی سی ہو کہ جیسے وہ دوڑ رہی ہے اور ابتک جستجو مین ہو مگر وہ ایک زبان بریدہ کی مانند ہے اس کی منزل اور مقصد کا کسی پر اظہار نہین ہو سکتا۔ بالکل اسی طرح مین بھی ایک زبان بریدہ ہون میرا حال بھی کسی پر نہین کھلتا۔

سر پر مرے وبال ہزار آرزو رہا ۔ یارب مین کس غریب کا بخت رمیدہ ہون

ہزارون حسرتون اور ہزارون تمناؤن کا وبال میری گردن پر ہے اے میرے خدا آخر مین کس غریب کا بخت رمیدہ ہون کہ اس قدر حسرتون کا میرے سر پر وبال لدا ہوا ہے ظاہر ہے کہ غریب کے بخت رمیدہ کے سر بھی ہزارون حسرتون کا ہجوم اور وبال ہوگا۔

مین بے ہنر کہ جوہر آئینہ تھا عبث ۔ پائے نگاہ خلق مین خار خلیدہ ہون

مین بے ہنر جوہر آئینہ کی مانند تھا مگر اس کو لوگون نے سمجھا نہین اور آج مین دنیا کے پائے نگاہ مین ایک کانٹا معلوم ہو رہا ہون۔

میرا نیاز عجز ہے منت بتان اسد ۔ یعنی کہ بندۂ بہ درم ناخریدہ ہون

میرا عجز و نیاز بتون کے لیے سنت ہے یعنی بغیر کسی غرض و مطلب کے ان کے لئے میرا عجز ہے گویا کہ مین درم نا خریدہ غلام ہون ۔

بوحشت گاہ امکان اتفاق چشم مشکل ہے   مہ و خورشید باہم ساز یک خواب پریشان ہے

دنیا ایک وحشت گاہ ہے یہان دو آنکھون کا ملنا ناممکن ہے اب رہا یہ کہ تو یہ اعتراض کرے گا کہ جب یہ بات ہے تو مہ و خورشید باہم کیون آنکھین مار رہے ہین یا یہ دو آنکھین کیون مل رہی ہین سو اس دھوکہ مین نہ آنا ۔ یہ دونون آنکھون کا ملنا ایک خواب پریشان کا سامان ہے ۔

نہ انشا معنی مضمون نہ املا صورت موزون   عنایت نامہ ہاے اہل دنیا ہرزہ عنوان ہین

اہل دنیا کے عنایت نامون کا کیا حال پوچھتا ہے سب کے عنوان بیہودہ ۔ لغو ۔ اور فضول ہین نہ انشا درست نہ املا درست ۔ نہ معنی موزون ۔ نہ حرف صحیح ۔

طلسم آفرینش حلقۂ یک بزم ماتم ہے   زمانے کے شب یلدا سے موے سر پریشان ہین

طلسم آفرینش یعنی مخلوق ایک حلقۂ بزم ماتم ہے اور یہ جو تاریک راتین تو دیکھتا ہے یہ راتین نہین ہین بلکہ دراصل زمانے کے وہ پریشان بال ہین جو ماتم مین پریشان کئے جاتے ہین یعنی زمانے نے موے سر پریشان کرلئے ہین صرف اس لئے کہ حلقۂ ماتم اپنے پورے کمال کے ساتھ جاری رہے ۔

یہ کس ناہید کی تمثال کا ہے جلوہ سیمابی   کہ مثل ذرہ ہاے خاک آئینے پر افشان ہین

یہ کس ناہید طلعت کی تصویر کا جلوۂ سیمابی ہے یعنی پارے کی خاصیت رکھتا ہے کہ خاک کے ذرون کی مانند آئینے اڑنے کی کوشش مین مصروف ہین ۔ یعنی کس برق وش کی تصویر کا جلوہ سیمابی آئینہ کو مائل پرواز کر رہا ہے ۔ ایک ایسا ہی شعر ہے ع

ہے اس مہروش کے جلوۂ تمثال کے آگے
غالب
پرافشان جوہر آئینہ مین مثل ذرہ روزن مین

مگر آتش ہمارا کوکب اقبال چمکاوے — وگرنہ مثل خار خشک مردود گلستان ہین

تا نہ آگ یہ احسان کر سکے کہ ہمارے اقبال کے ستارے کو چمکا دے ورنہ ہم سوکھے ہوے کانٹون کی مانند گلستان کے مردود ہیں یعنی گلستان نے ہم کو رد کر دیا ہے اس مضون کو مرزا نے ادنیٰ تغیر کے ساتھ کئی جگہ کہا ہے چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہین ؎

فنا کو سونپ گر مشتاق ہو اپنی حقیقت کا — فروغ طالع خاشاک ہو موقوف گلخن پر

جلوہ در طالع خاشاک من افتادہ بود
شد غلط جادۂ گلخن بگلستان رفتم — غالب

اسد بزم تماشا مین تغافل پردہ داری ہے — اگر ڈھانپے تو آنکھین ڈھانپ ہم تصویر عریان ہین

اے اسد بزم تماشا مین تغافل پردہ داری کا کام دیتا ہے اگر تجکو پردہ کرنا منظور ہے تو اور سب پردون کو چھوڑ اور آنکھین ڈھانپ کیونکہ ہم تصویر عریان کی مانند ہین یہی پردہ داری زیادہ موزون ہو۔

مرگ شیرین ہو گئی تھی کوہکن کی فکر مین — تھا حریر سنگ سے قطع کفن کی فکر مین

کوہکن کی موت فکر مین نہایت خوشگوار اور شیرین بن گئی تھی وہ جو پتھر کاٹ رہا تھا تو گویا کہ وہ حریر تھا جس سے وہ اپنے کفن کے قطع کرنے کی فکر کر رہا تھا۔ یعنی اس کو قطع سنگ قطع حریر معلوم ہوتا تھا۔

فرصت یک چشم حیرت شہرت آغوش ہے — ہون سپند آسا وداع انجمن کی فکر مین

ایک چشم حیرت کا وا کرنا اور ایک چشم حیرت کے کھولنے کی فرصت اور وقفہ گویا بہت زیادہ شوق اور جوش مین آغوش کا وا کرنا ہے لئے میری صورت بالکل دانہ سپند کی سی ہے کہ جب اُس کو آگ پر ڈالتے ہین تو وہ چٹکتا ہے تو پھٹنے اور شق ہونے سے حالت برشتگی مین گویا کہ ایک چشم حیرت کھولتا ہے اور یہی چشم حیرت کھولنا اس کے لئے آغوش وداع بن جاتا ہے یعنی اُسی کے بعد وہ جل جاتا ہے اور

بلوری انجمن سے رخصت ہو جاتا ہے۔

وہ غریبِ وحشت آبادِ تسلی ہوں جسے ‌ ‌ ‌ کوچہ دیتا ہے زخمِ دل صبحِ وطن کی فکر میں

میں وحشت آبادِ تسلی کا ایک مسافرِ رہ نورد ہوں اور اس قدر واجب الرحم اور بیکس ہوں کہ زخمِ دل بھی اپنی کشادگی اور تفرقی کی وجہ سے میرے لئے راہ بنا رہا ہے اور کوچہ تیار کر رہا ہے تاکہ میں اپنے وطن میں پہونچ سکوں۔ زخم کا کوچہ تیار کرنا نہایت بدیع اور بے مثل خیال ہے۔

سایۂ گل داغ و جوشِ نکہتِ گل موجِ دود ‌ ‌ ‌ رنگ سازی گرمی ہے تاراجِ چمن کی فکر میں

سایۂ گل ایک داغ ہے، اور جوشِ نکہتِ گل ایک موجِ دود ہے گویا کہ رنگِ چمن کی گرم بازاری تاراجِ چمن کی فکر میں ہے۔

اے نوا سازِ تماشا سر بکف جلتا ہوں میں ‌ ‌ ‌ اک طرف جلتا ہے دل اور اک طرف جلتا ہوں میں

اے نوا سازِ تماشا یعنی اے فراہم کنندۂ اسبابِ تماشا۔ میں سر بکف ہو کر جل رہا ہوں ایک طرف میرا دل جلا جاتا ہے اور ایک طرف میں جل رہا ہوں۔

شمع ہوں لیکن بہ پا در رفتہ خارِ جستجو ‌ ‌ ‌ مدعا گم کردہ ہر سو ہر طرف جلتا ہوں میں

میں شمع ہوں لیکن وہ شمع کہ جستجو کرتے کرتے اس کے پاؤں میں کانٹے چبھ گئے یہاں اب میں مدعا گم کردہ ہو کر ہر طرف جل رہا ہوں اور آوارہ پھر رہا ہوں۔ یعنی میں شمع ہوں لیکن صرف شمعِ جستجو بن گیا ہوں اور اپنے مدعا کو گم کر بیٹھا ہوں۔

ہے مساسِ دستِ افسوس آتش انگیزِ تپش ‌ ‌ ‌ بے تکلف آپ پیدا کر کے تف جلتا ہوں میں

دستِ افسوس کا ملنا تپش کی آگ کو بھڑکاتا ہے میں بے تکلف آپ میں تف پیدا کر کے جلتا ہوں

ہے تماشا گاہ سوزِ تازہ ہر یک عضوِ تن ‌ ‌ ‌ جوں چراغانِ دوالی صف بصف جلتا ہوں میں

میرا ہر عضو بدن ایک سوز تازہ کا تماشا گاہ بنا ہے اور ہر ایک چراغان دوالی کی طرح صف بصف جل رہا ہے اسی واسطے ایک صورت تماشا گاہ بنا ہوا ہو۔

شمع ہون تو بزم مین جا پاؤن غالب کیطرح — بے محل اے مجلس آرائے نجف جلتا ہون مین

اگر مین شمع ہون تو غالب کی مانند بزم مین پہونچون مگر اے مجلس آرائے نجف (مراد حضرت علی سے) مین بے محل جل رہا ہون۔ صائب کہتا ہے ؎

سوختیم و سوزش ما بر کسے پیدا نہ شد
چون چراغان شب مہتاب بیجا سوختیم

فتادگی مین قدم استوار رکھتے ہین — برنگ جادہ سر کوے یار رکھتے ہین

افتادگی مین ہمارا قدم نہایت مضبوط اور استوار ہو اور جادہ کی مانند کوے یار کا ارادہ ہے یعنی جیسے کہ جادہ عاجزانہ خاک پر پڑا ہوا ہے مگر کوے یار تک پہونچنے کا ارادہ کر رہا ہے یا پہونچا ہے اسی طرح سے ہم بھی جادہ کی مانند کوے یار کا ارادہ رکھتے ہین اور افتادگی پر استوار ہین۔

برہنہ مستی صبح بہار رکھتے ہین — جنون حسرت یک جامہ دار رکھتے ہین

جس طرح کہ بہار حالت برہنگی مین مست نظر آتی ہے۔ جیسے کہ فصل گل نشے مین چور ہو کر دنیا کے سامنے ہے بالکل اسی طرح ہم ایک حسرت جامہ وار مین مجنون ہین جامہ وار سے مراد یا یہ ہو کر ایک سراپا بہار کی حسرت ہے یا گل داغ جنون کی تمنا ہے۔ جامہ وار ایک منقش اور رنگین کپڑا ہوتا ہے جو بہار سے اشبہ ہے۔ اسی واسطے اپنی برہنگی جنون کو برہنہ مستی بہار سے تشبیہ دی بہار کی برہنہ مستی یہی ہے کہ اس جوش نشو و نما مین مست ہو کر اہل جہان کے سامنے جلوہ گر ہے۔

مطلب یہ ہو کہ ہمارے اندر صبح بہار کی برہنہ مستی ہے اور ایک جامہ وار کی حسرت کے مجنون ہین جیسے کہ صبح بہار برہنہ تھی اور ایک گل بوٹے کی چادر کی احتیاج تھی اسی طرح ہماری برہنگی و عریانی ایک جامہ وار کی تلاش مین ہو۔

ی دل آنسوے ہجوم سرشک　　ہم ایک میکدہ دریا کے پار رکھتے ہین

ہمارے ہجوم سرشک کے ماورا ہمارے دل کی مستی کا ایک طلسم بنا ہوا ہے۔ ہم اشک تو ایک ظاہری چیز ہے اس سے گزر کر جو ایک عالم ہے وہان ہماری مستی ظاہر ہوتی ہے جو گویا ایک طلسم ہے اس کی بالکل ایسی تشبیہ ہے جیسے پار کوئی شراب خانہ ہوتا ہے اسی طرح ہمارے یہان ماورائے ہجوم اشک ل کا طلسم ہے۔

اسیر شرربات ننگ خلعت ہے　　یہ ایک پیرہن زرنگار رکھتے ہین

ہم مجنون ہین اور وہ چنگاریان برساتے ہوے پتھر جو ہمیر پھینکے جاتے ہین گویا ہے واسطے خلعت ہین اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایک پیرہن زرنگار پہنے ہوے ننگ گویا ہمارے لئے یہ پیرہن ہے جو شرر سے بنا ہے اور اس اسیر شرربات کے واسطے ایک سنہرا پیرہن تیار ہو گیا ہے۔

دیدۂ نقش قدم ہے جادۂ راہ　　گزشتگان اثر انتظار رکھتے ہین

جادۂ راہ ایک نگاہ ہے دیدۂ نقش قدم جس سے معلوم ہوتا ہے گزرے ہوے رہنوردان راہ عدم جن کا یہ نقش پا ہے ہمارا انتظار کر رہے ہین۔ جادۂ راہ کی نگاہ سے دی ہے بوجہ شبہ درازی رسائی وغیرہ ہو سکتی ہے نقش قدم کو ایک آنکھ لیا ہے کہ جس کی نگاہ جادہ ہے۔ اسی سے گزشتگان کا اثر انتظار ثابت ہوا۔

گریۂ بیباک ضبط سے تسبیح　　ہزار دل پہ ہم اک اختیار رکھتے ہین

ہمارا وہ گریہ جو نہایت بیباک تھا یعنی جس کو کوئی خوف اور خیال ہی نہ تھا ے ضبط کی وجہ سے تسبیح ہو گیا ہے تسبیح کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے قطرہ اشک ط کیا ہے جو دانون کی صورت ہوتے ہین اور تسبیح دانون ہی سے تیار ہوتی تسبیح ہزار دانون کی بھی ہوتی ہے لہذا معلوم ہوا کہ ہم ایک اختیار ہزار

دلوں پر رکھتے ہیں۔

بساط ہیچ کسی میں بسنگ ریگ رواں ہزار دل بوداع قرار رکھتے ہیں

ہم بساط ہیچ میرزی اور ہیچ کسی میں ریگ رواں یعنی اس ریگ کی مانند جو ہر وقت اڑتا یا چلتا رہتا ہے ہزار دل ایسے رکھتے ہیں جو قرار و صبر کو ہر وقت وداع کرتے رہتے ہیں۔ یعنی ہم ریگ رواں ہیں۔ اور یہ روانی اور اضطرار جو ہم میں ہے یہ ہمارا وداع قرار ہے۔

جنون فرقت یاران رفتہ ہے غالب بسان دشت دل پر غبار رکھتے ہیں

اے غالب ہم کو یاران رفتہ کی فرقت نے مجنوں اور دیوانہ بنا دیا ہے اور ہمارا دل اس جنگل کی مانند ہے جس میں غبار ہو۔ بالکل اسی طرح ہمارے دل میں بھی غبار رنج والم بھرا ہوا ہے۔

چمن نا محرم آگاہی دیدار خوبان ہے سحر گلہائے نرگس چند چشم کور ملتے ہیں

چمن دیدار خوبان کی آگاہی سے نامحرم ہے یعنی اس نے حسینوں کا دیدار دیکھا ہی نہیں ہے۔ صبح کے وقت نرگس کے پھول چند اندھی آنکھیں ملا کرتے ہیں اور یہی دلیل چمن کے نامحرم دیدار خوبان ہونے کی ہے۔

کجا جوہر چہ عکس خط بتاں وقت خود آرائی دل آئینہ زیر پائے خیل مور ملتے ہیں

کیا عکس خط اور جوہر کے جھگڑے میں پڑا ہوا ہے اور کیوں یہ سمجھ رہا ہے کہ آئینہ میں عکس خط پڑتا ہے۔ بات دراصل یہ نہیں ہو بلکہ یہ ظالم معشوق آئینہ کے دل کو خیل مورچہ سے پامال کراتے ہیں۔ یعنی جب معشوق آئینہ دیکھتے ہیں اور انکے خط کا عکس آئینہ میں پڑتا ہے تو گویا جوہر ہوتے نہیں وہ خط جو خیل مور سے مشابہ ہو جوہر یعنی دل آئینہ کو پامال کرتا ہو حاصل یہ کہ معشوق کسی حال میں ظلم سے غافل نہیں ہوتے ان کی ظاہری حالت کچھ اور رہتی ہو اور دلمیں کچھ اور بات ہوتی ہو۔

تماشائے بہار آئینہ پرواز تسکین ہے کف گلبرگ سے پائے دل زنجور ملتے ہین

بہار کا نظارہ ایک آئینہ ہے جس مین تسکین کی پرواز یعنی تسکین کے اڑ جانے کی صورت نظر آتی ہے۔ اس لئے کہ تماشائے بہار کے وقت پھولون کی پتیان حرکت کرتی اور ہلتی نظر آتی ہین اسی سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ کف گلبرگ نہین ہین بلکہ رنجورون کے پاؤن ہین جنھین وہ مل رہے ہین یعنی اشتیاق اس قدر رہے ہین کہ انکی تسکین پرواز کر گئی ہے۔

اسد حسرت کش یک داغ مشک افشان ہے یا رب لباس شمع پر عطر شب دیجور ملتے ہین

اے میرے خدا ایک بیچارہ اسد ہی کہ ایک داغ مشک آلود کی تمنا کر رہا ہو اور میسر نہین حالانکہ شمع کے اوپر ہمیشہ عطر شب دیجور ملا جاتا ہے یعنی شمع کے لئے رات بھی لازمی ہو پھر میرا دل جو مثل شمع کے ہے اس کو ایک داغ مشک آلود سے اب تک خلاف قانون فطرت کیون محروم رکھا ہو۔ داغ کو شمع سے اور مشک کو بوجہ سیاہی کے شب سے تشبیہ دی ہو مگر شب دیجور کو عطر ٹھہرانے کی وجہ میرے خیال مین نہیں آتی مطلب یہ ہو کہ مین بھی ایک داغ سیاہ چاہتا ہون جو سرمایہ فخر عشق ہو۔

ہوئی ہین آب شرم کوشش بیجا سے تدبیرین عرق ریز ترمش ہین موج کی مانند زنجیرین

کوشش بیجا کی شرم سے وہ تدبیرین جو میرے حق مین یا ایک دیوانہ کے حق مین کی گئی تھین پانی ہو گئی ہین یعنی جو زنجیرین کہ دیوانہ کو پہنائی گئی تھین انکو تپش سے عرق آرہا ہو اور اسی عرق خجالت کی وجہ سے زنجیرین موج دریا معلوم ہوتی ہین زنجیر کی تشبیہ موج سے نہایت ہی مشہور مگر لطیف ہو۔

درشتی تامل پنبۂ گوش حریفان ہے وگرنہ خواب کی مضمر ہین افسانے مین تعبیرین

تامل اور غور و فکر کی درشتی حریفون کے لئے پنبہ گوش بن گئی ہے یعنی انکی فکر نے ان کو اصل مقصود تک پہونچنے سے محروم رکھا ہے وگرنہ افسانے مین خواب

کی تعبیریں بھی مستمر ہیں اور کوئی غور و فکر کی ضرورت نہیں۔ دنیا کے ہر آغاز میں ابتداء اور ہر انجام میں مآل کار کی تصویریں دکھائی دیتی ہیں۔

اسد طرز عروج اضطراب دل کو کیا کہئے سمجھتا ہوں تپش کو الفت قاتل کی تاثیریں

اے اسد اضطراب دل کے طرز عروج کو میں کیا کہوں۔ اب حالت یہ ہے کہ اپنی تپش دل کو میں الفت قاتل کی تاثیریں سمجھتا ہوں اور یہی دل کا عروج ہے۔

بدماغی حیلہ جوئے ترک تنہائی نہیں ورنہ کیا موج نفس زنجیر رسوائی نہیں

اصل یہ ہے کہ ہم اپنی بد دماغی کی وجہ سے ترک تنہائی کا کوئی حیلہ نہیں ڈھونڈھتے اور تنہائی کو برا سمجھنے کی کچھ دلیلیں قائم نہیں کرتے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تنہائی بھی کوئی بڑی عمدہ چیز نہیں ہے اور اگر سب بھی تو تنہائی میسر کہاں ہے کیونکہ کہیں بھی جائیں اور کیسی ہی تنہائی اختیار کریں پھر بھی آمد و رفت نفس سے چھٹکارا نہیں ہے اور یہ نفس کی آمد و شد کی موج ایک زنجیر رسوائی ہے۔ اور جب یہ رسوائی ہے تو پھر تنہائی کہاں۔

وحشی خو کردۂ نظارہ ہے حیرت جسے حلقۂ زنجیر جز چشم تماشائی نہیں

میری حیرت ایک وحشی ہے مگر ایسی وحشی ہے جسے نظارہ کی عادت پڑی ہوئی ہے۔ چونکہ وحشی کو زنجیر میں رکھا جاتا ہے اس لئے اس کے لئے بھی زنجیر کی ضرورت ہے مگر اس کی زنجیر کا ہر حلقہ اس کے واسطے چشم تماشائی کا کام دیتا ہے اور اس کا سبب وہی اس کی خو کردگی نظارہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میری حیرت کا عالم بھی نظارۂ جمال محبوب سے خالی نہیں ہے۔

قطرہ کو جوش عرق کرتا ہے دریا دستگاہ جز حیا پرکار سعی بے سروپائی نہیں

جوش عرق شرم قطرہ کو دریا دستگاہ بنا دیتا ہے۔ یعنی جوش شرم سے قطرہ بڑھ کر دریا کی برابر مقدرت رکھنے والا ہو جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ بے سروپائی میں

جو سعی کی جاتی ہے اس کے لئے حیا پرکار ہے کہ اس کو معمولی جگہ سے بلند جگہ تک پہونچا دیتی ہے اور جوش شرم کچھ سے کچھ کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ بے سر و پائی مین کوئی سعی نہین ہو سکتی جیسے کہ قطرہ بے سر و پا ہے مگر اس کا ذوقِ انفعال اس کو دریا دستگاہ کرتا ہے اسی طرح حیا سعی کے لئے پرکار ہو جاتی ہے۔

چشم نرگس مین نمک بھرتی ہے شبنم سے بہار　　　فرصت نشو و نما ساز شکیبائی نہین

یہ نہ سمجھو کہ نشو و نما کی فرصت اسباب صبر و شکیبائی مہیا کرتی ہے۔ یہ سراسر غلط ہے۔ نرگس کو دیکھو کہ نشو و نما پا کر وہ آنکھ پیدا کرتی ہے مگر اسی آنکھ مین بہار شبنم کا نمک بھرتی ہے مطلب یہ کہ نشو و نمائے ہستی قابل فخر و امتیاز نہین ہے۔

کس کو دون یارب حساب سوزناکیہای دل　　　آمد و رفت نفس جز شعلہ پیمائی نہین

اے میرے خدا مین اپنے دل کی تپش اور سوزناکی کا کس کو حساب دون بڑی مصیبت مین ہون حالت یہ ہے کہ اب میرے نفس کی آمد و رفت بھی شعلہ پیمائی سے کم نہین ہے۔ پھر ایسا کون ہے کہ مین اس کو اپنے سوز دل کا حساب سمجھاؤن۔

مت رکھ اے انجام غافل ساز ہستی پر غرور　　　مور کے پر ہین سر و برگ خود آرائی نہین

اے انجام سے غافل کیا دنیا کے ساز و سامان پر اتراتا ہے یہ سمجھ لے کہ یہ تیرا تمام ساز و سامان خود آرائی چیونٹی کے پر ہین اور یہ ظاہر ہے کہ چیونٹی کے جب پر نکلتے ہین تو اس کی موت کا زمانہ قریب آ جاتا ہے۔ اسی طرح تیرا ساز و سامان تجھے موت سے قریب کر رہا ہے۔

ظاہرا سرپنجۂ افتادگان گیرا نہین　　　ورنہ کیا دامان کی حسرت پہ نقش پا نہین

معلوم یہ ہوتا ہے کہ عاجزون کے پنجہ مین گیرائی کی طاقت ہی نہین ہے ورنہ یہ کون کہہ سکتا ہے کہ نقش پا کو کسی دامن کے تھامنے کی حسرت نہین ہے اگر وہ اپنے سرپنجہ مین طاقت گیرائی دیکھے تو دامن تھام لے۔

آنکھین پتھرائی ہین نا محسوس ہے تار نگاہ — ہے زمین از بسکہ سنگین جادہ بھی پیدا نہین

چونکہ آنکھین پتھرا گئی ہین لہذا اب تار نگاہ کا احساس بھی باقی نہین رہا اسکی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کہ کسی سنگین زمین کے اوپر جادہ کے نشانات نمودار نہین ہوتے ہین پھر جب آنکھین پتھرا گئین تو ان مین تار نگاہ کیونکر ظاہر ہو۔ یہ بمنزلہ زمین سنگین ہین اور تار نگاہ بمنزلہ جادہ کے۔

ہو چکے ہم جادہ سان سو بار قطع و تا ہنوز — زینت یک پیرہن جون دامن صحرا نہین

جادہ کو جیسے لوگ قطع کرتے ہین (جادہ قطع کرنا راہ طے کرنا) اسی طرح ہم کو سو بار قطع کیا ہو (قطع کرنے سے مراد یا ٹکڑے ٹکڑے کرنا ہے یا پامال کرنا) مگر افسوس ہے کہ آج تک ہم کسی پیرہن کے کام نہ آئے اور اسی طرح بیکار رہے جیسے کہ دامن صحرا بیکار رہتا ہے اور کسی پیرہن کی زینت نہین ہوتا۔

ہو سکی ہے پردہ جوشیدن خون جگر — اشک بعد ضبط غیر از پنبۂ مینا نہین

وہ آنسو جو ضبط کے بعد ہماری آنکھون سے جاری ہوتے ہین وہ جوشش خون جگر کے لئے پردہ ہین اور اُن کو روکے ہوئے ہین یعنی اگر وہ اشک نہ ہون جو ضبط کے بعد نکلتے ہین تو ہم خون روئین۔ ان آنسوؤن کی مثال ایسی ہے جیسے کہ پنبۂ مینا ہوتا ہے کہ اس کے ہونے کی وجہ سے شراب شیشہ سے نہین نکل سکتی ورنہ اگر وہ نہ ہو تو شراب سرخ نکلے۔

ہو سکے کب کلفت دل مانع جوش سرشک — گرد ساحل سنگ راہ جوشش دریا نہین

کلفت دل طوفان اشک کو کب روک سکتی ہے۔ کلفت بمنزلہ گرد ساحل ہے اور جوش سرشک بمقابل جوشش دریا کے جیسے جوشش دریا کو گرد ساحل نہین روک سکتی اسی طرح ہمارے دل کی کلفت بھی اس اشک طوفان کو نہین روک سکتی ہے۔

ہے طلسم دہر مین صد حشر پاداش عمل — آگہی غافل کہ یک امروز بے فردا نہین

دنیا ایک طلسم ہی جہان پاداش عمل کے سیکڑون حشر برپا ہوا کرتے ہین اے غافل ذرا ہوشیار رہو اور سمجھ لے کہ دنیا مین کوئی امروز بغیر فردا کے ممکن نہین ہے یعنی عمل کے ساتھ ہی عمل کا بدلہ ملتا ہے۔ نواب سراج الدین احمد خان سائل کا ایک شعر ہے۔ کیا خوب کہا ہی ؎

عمل شاہد ہی شرم و فغان بادہ نوشی پر
ادہر بوتل ہوئی خالی ادہر بوتل کا چور اتہا

بسمل اس تیغ دو دستی کا نہین بچتا اسد — عافیت بیزار شغل کبتین اچہا نہین

مرزا کو اوائل شباب مین کبتین وغیرہ کا شوق تہا۔ چنانچہ ایک مرتبہ انھین علتون کی وجہ سے ایک کوتوال نے ان کو قید کرا دیا تہا۔ اسی شغل کی نسبت اس شعر مین اشارہ کیا ہے۔ کبتین کے کھیل کو تیغ دو دستی کہنا بہت لطف رکھتا ہے۔

ضبط سے مطلب بجز وارستگی دیگر نہین — دامن تمثال آب آئینہ سے تر نہین

ضبط کرنے سے آزادی کے سوا اور کوئی مطلب نہین ہے جیسے کہ تصویر کا دامن آئینہ کے پانی سے کبھی تر نہین ہوتا۔ اسی طرح ضابط لوگ سوائے وارستگی کے اور کوئی مطلب نہین رکھتے۔

ہی وطن سے باہر اہل دل کی قدر و منزلت — عزلت آباد صدف مین قیمت گوہر نہین

اہل دل کی قدر و منزلت ہمیشہ وطن سے باہر ہوتی ہے اور اس کی مثال یہ ہی کہ موتی جب صدف کے گوشہ مین رہتا ہے اس کو نہ کوئی دیکھتا ہی نہ اسکی قدر و منزلت ہوتی ہی

اہل جوہر کو وطن مین رہنے دیتا گر فلک — لعل کیون آتا یہان کان بدخشان چھوڑ کر

باعث ایذا ہی برہم خوردن بزم سرور — لخت لخت شیشۂ بشکستہ جز نشتر نہین

بزم سرور کا برہم ہونا باعث ایذا ہے - جو شیشے کہ شراب کے پینے کے بعد توڑ دیئے جاتے ہین ان کا چورا نشتر معلوم ہوتا ہے اور نشتر ہی کی برابر تکلیف دہ ہوتا ہے

وان سیاہی مردمک ہے اور یہان داغ شراب مہ حریف نازش ہم چشمی ساغر نہین

چاند کی سیاہی اس کی مردمک یعنی آنکھ کی پتلی ہے اور پیالہ کی آنکھ کی پتلی اس کا داغ شراب ہے اس لئے چاند ساغر کی ہم چشمی کا دعوی نہین کر سکتا چشم ساغر اس سے بہتر ہے بوجہ اس کے کہ اس کی پتلی داغ شراب سے بنی ہے - ساغر کو چاند سے اور آنکھ سے تشبیہ دینا شعرا کے مسلمات شاعری مین سے ہے -

ہے فلک بالانشین فیض خم گردیدنی عاجزی سے ظاہر ارتبہ کوئی برتر نہین

آسمان چونکہ جھکا ہوا ہے اسی واسطے فیض پا کر بالانشین ہوا ہے - معلوم یہ ہوتا ہے کہ عاجزی سے کوئی رتبہ بلندتر نہین ہے

دل کو اظہار سخن انداز فتح الباب ہے یان صریر خامہ غیر از اصطکاک در نہین

ہم جب اظہار سخن کرتے ہین یعنی جب شعر لکھتے ہین تو ہمارے دل کے لئے ایک کشادگی پیدا ہوتی ہے گویا وہ آواز جو بوقت لکھتے وقت قلم سے نکلتی ہے وہ آواز ہے جو دروازہ کھلتے وقت کواڑون سے یا دروازہ کھلنے سے پیدا ہوتی ہے پھر فتح الباب نہ ہونا کیا معنی -

کبتلک پھیرے اسد لبہا تفتہ پر زبان طاقت لب تشنگی اے ساقی کوثر نہین

تشنہ لب اسد پیاس کی وجہ سے بار بار ہونٹون پر زبان پھیر رہا ہے آخر کب تک وہ غریب اس حال مین رہے اے ساقی کوثر اب اس مین لب تشنگی کی طاقت نہین ہے رحم کیجئے اور اس کو سیراب کرم فرمایئے -

دیکھئے مت چشم کم سے سوئے ضبط افسردگان جوہر صد پردہ ہین دندان در جگر فشردگان

وہ لوگ جنکو ضبط نے افسردہ کردیا ہے ان کو نظر حقارت سے نہ دیکھو انکی مثال در جگر افسردگی (ضبط) کی مثال ایسی ہے جیسے صدف کے اندر موتی بھرے ہوتے ہیں [illegible] در جگر افشردن یعنی جو ان دانتوں کے [illegible] ہوں ان کو موتی سے تشبیہ دی ہے - اور الفاظ سے [illegible] -

ہے تکلیف دل رنجیدہ ہوا بسکہ چمن [illegible]   قرض کا فرق ہے [illegible]

چونکہ آسمان [illegible] رنجیدہ دلوں کے تکلیف [illegible] سرگرم [illegible] ان لوگوں کے [illegible] سرمایے تباہ و پریشان کردیا ہے قرض کا فرق دنیا ہے قرض کا دوری ہے [illegible] آفتاب ہی در یہ عادت ہی غربا جن کو جاڑے مین کپڑا بھی میسر نہین ہی دھوپ مین بیٹھتے ہین تو گویا یہ علاج [illegible] ہوتا ہے ایک تو سرما [illegible] وہ اسیر قرض کا نوبی معاذ اللہ

رنجش دل یک جہان ویران کریگی اے فلک   [illegible]

اے آسمان یہ سمجھ لینا کر رنجیدہ دلوں کے دل کی [illegible] ایک جہان کو ویران سا کر چھوڑے گی کیونکہ افسردہ دلوں کا غبار دل [illegible] دشت [illegible] بیٹھا ہے گویا ہے

غالب ہمین نہ چھیڑ کہ پھر جوش اشک سے
بیٹھے ہین ہم تہیہ طوفان کئے ہوئے

ہاتھ پر ہو ہاتھ تو درس تاسف ہی سہی   شوق مفت زندگی ہے آب غفلت مردگان

اے وہ لوگو کہ بیکاری مین ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہو اس حالت سے فائدہ اٹھاؤ اور اس دست بر دست سودن سے سبق تاسف حاصل کرو یعنی اس کو وہ ہاتھ سمجھو کر جو حالت افسوس مین ملتے ہین ارے غفلت کے متوالو ہوش مین آؤ دیکھو شوق تحقین مفت ملتا ہو یعنی دراصل تو تمھارے ہاتھ بیکاری سے اس صورت مین ہین مگر تم چاہو تو اس صورت کو دست تاسف کی صورت سمجھ کر درس افسوس حاصل کر سکتے ہو -

خارِ گل سینہ فگارِ جفا ہے اے اسد ۔ برگ ریزی ہو پرافشانی ناوک خوردگان

اے اسد گل نے کانٹے سے سینہ پر زخم کھائے ہیں اور اس کی جفاؤں سے زخمی ہوا ہے گویا کہ تیر کھائے ہوئے لوگوں کی پرافشانی برگ ریزی یعنی خزان کی صورت ہو اور یہ گویا گل ہیں جو خار سے زخمی ہوئے ہیں۔

خزینہ دارِ مسرت ہوئی ہوائے چمن ۔ بنائے خندۂ عشرت ہے بر بنائے چمن

نسیم چمن خازن عیش و عشرت ہے اور گویا تمام خندہائے عشرت کی بنا بنائے چمن سے مستحکم اور مضبوط ہو اگر یہ نہ ہو تو خندۂ عشرت بھی نہ ہو اور جب بنائے خندۂ عشرت مرہون بنائے چمن ہے تو لازم آیا کہ چمن خزینہ دار مسرت ہے۔ اس سے ایک صغری کبریٰ کا سا نتیجہ نکلتا ہے۔

بہ ہرزہ سنجی گلچین نہ کھا فریب نظر ۔ ترے خیال کی وسعت میں ہے فضائے چمن

کیا گلچین کی بیہودہ گوئی سے فریب کھا رہا ہے اور کیوں اپنی نظر کو فریب خوردہ بنا رہا ہے کیسا چمن اور کیسی فضائے چمن یہ سب فریب ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ تیرے خیال کی وسعت ہی فضائے چمن ہو باقی فضائے چمن کا کوئی وجود خارج میں نہیں ہے ۔

دل اگر خوش ہو تو سب کچھ ہو نہیں کچھ بھی نہیں
ہمنشین کیسی خزان کیسی بہار زندگی
آسی

یہ نغمہ سنجی بلبل متاعِ زحمت ہو ۔ کہ گوش گل کو نہ راس آئیگی صدائے چمن

بلبل کی نغمہ سنجی کچھ بھی نہیں ایک سامان زحمت ہے کیوں کہ گوش گل کو صدائے چمن راس نہیں آسکتی۔

صدائے خندۂ گل تا قفس پہونچتی ہے ۔ نسیم صبح سے سنتا ہوں ماجرائے چمن

مجھ دور افتادۂ چمن کو چمن کی کیفیت کیا معلوم ہے کہ کیا کیا ہوتا ہے بس اتنا ہو
صبح کو جب خندۂ گل کی آواز نسیم کے دوش پر سوار ہو کر آتی ہے تو میں بھی سن لیتا
ہوں اور میرے قفس تک بھی وہ آتی ہے تو اسی سے چمن کا ماجرا معلوم ہوتا ہے۔

دل ایک کاسۂ دریوزۂ مسرت ہے کہ عندلیب نواسنج ہے گدائے چمن

بلبل باغ کی ایک کاسہ بدست فقیر ہے جو مسرت اور خوشی کی دریوزہ گری کرتی
ہے اور پھول اس کا کاسہ گدائی ہے۔

بہار راہرو جادۂ فنا ہے اسد گل شگفتہ ہیں گویا کہ نقش پائے چمن

بہار جادہ فنا کی مسافر ہے اور کھلے ہوئے پھول اس کے نقش پا ہیں گویا کہ بہار
چلتی جا رہی ہے اور یہ پھول اس کے نقش پا ہیں جو چلنے میں زمین چمن پر پڑتے
جاتے ہیں۔

حریف نالۂ پر درد ہے تو ہو پھر بھی ہر اک تبسم پنہاں ترا بہائے چمن

یہ مجھے معلوم ہے کہ میرے نالۂ پر درد کا وہ دشمن اور حریف ہے مگر پھر بھی میں جانتا
ہوں کہ تیرا تبسم پنہاں چمن کی قیمت ہے اور اس پر سے چمن کا چمن قربان ہے۔

کرم ہی کچھ سبب لطف و التفات نہیں انہیں ہنسا کے رلانا بھی کوئی بات نہیں

یہ نہ سمجھنا کہ کرم ہی لطف اور التفات کا باعث ہے۔ حاشا یہ نہیں ہے وہاں تو
رنگ ہی یہ ہو کہ کرم کرتے ہیں اور کرم کے بعد فوراً ستم ڈھاتے ہیں گویا ہنسانا اور ہنسا کر
رلا دینا کوئی بات نہیں ہے۔

.... بیر شے آفرینش غم

غرضکہ دل کی کسی شے کو بھی ثبات نہیں

کہاں سے لاکے دکھائیگی عمر کم مایہ — یہ نصیب کو وہ دن کہ جسمین رات نہین

عمر کم مایہ کی مجال نہین ہے کہ وہ کسی بدنصیب کو ایسا دن دکھا سکے کہ جس مین دن کے ساتھ رات نہو یعنی یہ ممکن نہین ہے کہ کسی بدنصیب کو ایسی خوشی نصیب ہو جسکے ساتھ کوئی رنج نہ ہو۔

زبان حمد کی خوگر ہوئی تو کیا حاصل — کہ تیری ذات مین شامل تری صفات نہین

یہ شعر توحید و تحمید مین کہا گیا ہے فرماتے ہین کہ اچھا یہ بھی مان لیا کہ ہماری زبان حمد کی خوگر ہو جائے مگر اس خوگر حمد ہونے سے فائدہ کیا ہے اس لئے کہ تیری ذات مین تیری صفات شامل نہین ہین تو پوری تعریف ہونا محال ہی جب تعریف ہو گی تیری ذات ہی کی ہو گی صفات باقی رہ جائین گی۔

خوشی خوشی کو نہ کہہ غم کو غم نہ جان اسد — قرار داخل اجزائے کائنات نہین

اے اسد دنیا کے رنج و غم خوشی و مسرت دونون کا اعتبار نہین ہے لہذا نہ خوشی کو خوشی سمجھ اور نہ غم کو غم سمجھ اس واسطے کہ آفرینش کے اجزا مین قرار و ثبات داخل ہی نہین ہی پھر خوشی اور غم کو کیونکر قرار و ثبات ہو سکتا ہے۔

جون شمع ہم اک سوختہ سامان وفا ہین — اور اسکے سوا کچھ نہین معلوم کہ کیا ہین

ہم وہ ہین کہ وفا نے ہمارا سامان ہستی جلا دیا ہو اور ہم شمع کی طرح سوختہ سامان ہو کر رہ گئے ہین بس اتنا ہی ہم کو معلوم ہے اس کے سوا اور کچھ ہم نہین جانتے کہ ہم کیا ہین کہان کا ارادہ رکھتے ہین کہان سے آئے ہین۔

اک سرحد معدوم مین ہستی ہے ہماری — ساز دل شکستہ کی بیکار صدا ہین

ہماری ہستی ایک سرحد معدوم مین ہے یعنی اس سرحد مین ہے جہان کہ عدم ہی عدم ہی گویا کہ ہم آواز ہین ساز دل کی اور ساز دل ٹوٹ چکا ہو اس سے معلوم ہوا

لہ ہماری ہستی ایک سرحد معدوم مین ہے یعنی دراصل جب ہم صداے دل شکستہ ہین تو ہمارا عدم وجود برابر ہے -

جس رخ پہ ہون ہم سجدہ اسی رخ پہ ہے روا — گو قبلہ نہین ہین مگر اک قبلہ نما ہین

کہتے ہین کہ ہم جس طرف ہون سجدہ ادہر ہی کرنا چاہئے اس کے یہ معنی ہین نہ جانا کہ ہم کوئی قبلہ ہین نہین بلکہ قبلہ نما ہین پس جدہر ہمارا رخ پھر جاے سجدہ ادہر ضرور ہے -

مٹ ہو جیو اے سیل فنا ان سے مقابل — جانباز الم نقش بدامان بقا ہین

دیکھ خبردار اے سیل فنا اُن لوگون سے نہ بولنا اور ان لوگون کا مقابلہ نہ کرنا جو کہ غمون مین اپنی جان کو تباہ و برباد کر چکے ہین تو ان کا مقابلہ کر نہین سکتی ہے گو یہ ظاہر مین فنا ہو چکے ہین مگر دراصل یہ بقاے جاوید کے دامن کے نقش و نگار ہین اب زمانہ نہ کبھی ان کو مٹا سکتا ہے اور نہ کبھی یہ مٹ سکتے ہین -

پائی ہے جگہ ناصیۂ باد صبا پر — خاکستر پروانہ جانباز وفا ہین

باد صبا کی پیشانی پر ان لوگون کی جگہ ہے کیونکہ یہ اُس پروانہ کی خاک سے بنا ہین جس نے وفا مین اپنی جان دیدی ہو یعنی یہ بھی سوز وفا سے جل جل کر خاک برباد ہو چکے ہین اور ہوا ان کو اڑاے اڑاے پھرتی ہے -

ہر حال مین ہین مرضی صیاد کے تابع — ہم طائر پرسوختہ رشتہ بپا ہین

صیاد ہم کو کسی حال مین بھی رکھے اسی کی مرضی کے تابع ہین - کچھ نہین کر سکتے کیونکہ ہم ایسے طائر ہین جن کے پر جلا دیے ہون اور پاؤن مین تاگا باندھ دیا ہو پھر بھلا وہ غریب سواے اس کے کہ صیاد کی مرضی کے پابند رہین اور کچھ کر ہی کیا سکتے ہین -

اے وہم طرازانِ مجازی و حقیقی — عشاق فریب حق و باطل سے جدا ہین

اُن لوگون کو مخاطب کرکے کہتے ہین جو بیٹھے ہوے یہ وہم کررہے ہین کہ یہ حقیقت ہے اور یہ مجاز ہے کہ اے وہم طرازان حقیقت و مجاز کس پھیر مین پڑے ہو اور کس غم مین مبتلا ہو- عاشق اس فریب مین نہین آتے اُن کے یہان حقیقت اور مجاز کی کوئی قید نہین- وہ فریب حق و باطل سے الگ رہتے ہین- تم لوگ جو یہ وہم کررہے ہو اصل مین وہمی ہو عاشق نہین ہو-

ہم بیخودی و شوق مین کرلیتے ہین سجدے — یہ ہم سے نہ پوچھو کہ کہان ناصیہ سا ہین

تم لوگ اس غم مین مبتلا ہو کر ہمارے سجدے کی حقیقت کو سمجھو اور معلوم کرو مگر یہ بیخبر یہ کچھ بھی نہین ہو- ہمارا نہ کوئی مطمح نظر ہے اور نہ کوئی ہمارا منتظر ہے- بیخودی شوق جس جگہ ہمارا سر جھکا دیتی ہے- ہم سجدہ کرلیتے ہین- یہ ہم سے ہرگز نہ پوچھو کہ تم نے سجدہ کہان کیا- اور کس کے در پر ناصیہ فرسائی کی- یہ سب فضول ہے-

اب منتظر شوق قیامت نہین غالب

دنیا کے ہر اک ذرہ مین سو حشر بپا ہین

غالب کو اب تک انتظار قیامت تھا مگر اب انتظار نہین رہا اس لئے کہ چشم غور دیکھنے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ دنیا کے ذرہ ذرہ مین قیامت چھپی ہوئی ہے اور کوئی خاص ضرورت قیامت کے انتظار کی نہین ہے-

ردیف واوٗ

ہم بالیدن سنگ و گل صحرا یہ چاہے ہے
کہ تار جادہ بھی کہسار کو زنار مینا ہو

بہار کی نشو و نما صحرا مین پتھر اور گل دونون کو بڑھاتی ہو جتنا کہ سنگ کوہ مین نشو و نما ہوا اسیقدر بعض ون مین بالیدگی ہے اور اس بالیدگی کا یہ عالم ہے کہ تار جادہ کہسار اس خط کی طرح بنا جا رہا ہی جو شیشہ شراب کے آدھے بھر جانے پر معلوم ہوتا ہے یعنی یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنگل ایک شیشہ سبز شراب ہے اور جادہ ایک خط مینا ہو جو شیشہ مین پڑا ہوا ہو۔

حریف وحشت ناز نسیم عشق جب آؤن
کہ مثل غنچہ ساز یک گلستان دل مہیا ہو

یعنی نسیم عشق کی وحشت ناز کا اس وقت حریف ہو سکتا ہون اور اس وقت اسکا مقابلہ کر سکتا ہون جب میرے پاس بھی ایک دل ایسا موجود ہو جو مثل غنچہ کے سامان تین مرتب اور مہیا رکھتا ہو غنچہ اگر نسیم چمن کا مقابلہ کرتا ہو تو اسی صورت اور اسی حالت مین کہ اس کے پاس ایسا دل ہو جو ساز یک گلستان دل رکھتا ہے۔

بجاے دانہ خرمن یک بیابان بیضہ قمری
مرا حاصل وہ نسخہ ہو کہ جس سے خاک پیدا ہو

بجاے اس کے کہ دانہ پیدا ہو میرے یہان بیضہ قمری ملتے ہین اور یہی خرمن شمار ہوتا ہو گویا کہ میری کوششون کا حاصل وہ نسخہ ہو جس سے خاک پیدا ہوا کرتی ہو یعنی میری کوشش کے خرمن کو ہمیشہ برق ناکامی جلا دیا کرتی ہو اور خاک ہی خاک میرے خرمن مین نظر آتی ہے بیضہ قمری کو خاکستری اور جگہ بھی مرزا نے کہا ہے ۔ ؎

قمری کف خاکستر و بلبل قفس رنگ
اے نالہ نشان جگر سوختہ کیا ہے

کیے کیا ساز بینش وہ شہید درد آگاہی
جسے موے دماغ بیخودی خواب زلیخا ہو

وہ شخص جسے آگاہی کے درد نے شہید کر دیا ہو یعنی جس کو اس کی آگہی نے
ربا د کیا ہو۔ وہ کیا سامان بینش پیدا کر سکتا ہو اور بینش سے اس کو کیا حاصل ہو
اگر خواب زلیخا بھی نظر آتا ہو تو اس کے دماغ کے لئے باعث زحمت اور پریشانی ہوتا
اس کو بھی ایک امر ناپائدار اور فضول سمجھتا ہو۔

دل چون شمع بہر دعوت نظارہ لائعنی　　نگہ لبریز اشک و سینہ معمور تمنا

اگر دعوت نظارہ کا مستدعی ہو تو شمع کا سا دل پیدا کر اور یہ حالت رکھ کر آنکھ
سے لبریز ہو۔ اور سینہ تمنا سے معمور ہو۔ چونکہ شمع مین یہ دونون چیزین موجود ہین اس
دل چون شمع کے لانے کی فرمایش کی گر نگاہ کا لبریز اشک ہونا خلاف معمول ہو بلکہ
دیدہ لبریز ہوتا ہے۔

شود یکھین لروے یکدل سرد غیر از شمع کافوری　　خدایا اسقدر بزم اسد گرم تماشا

اے خدا بزم اسد مین گرمی تماشا یہان تک ہو کہ ایک دل کو بھی سرد نہ پائیو
ہو تو بس شمع کافوری ہی ہو۔

اگر وہ آفت نظارہ جلوہ گستر ہو　　ہلال ناخنک دیدہ ہاے اخ

اگر وہ آفت نظارہ اپنا جلوہ دکھائے تو ہلال تارون کی آنکھون مین ناخنہ کی
بن جائے یعنی ہلال سب کو برا معلوم ہونے لگے۔ ناخنہ ایک مرض ہو جو آنکھ مین پیدا
اور تمام آنکھ پر محیط ہو کر آنکھ کو بے نور کر دیتا ہے۔

بہ یاد قامت اگر ہو بلند آتش غم　　ہر ایک داغ جگر آفتاب محشر ہو

اگر میرے غم کی آگ اس کے قامت کے غم مین بلند ہو تو میرا ہر داغ جگر آفتا
منور ہو جائے کیونکہ اس کے قامت کو بھی قیامت جانتے ہین اور یہ سب اسی کا

ستم کشی کا کیا دل نے حوصلہ پیدا　　اب اس سے ربط کرون جو بہ

میرے دل نے حوصلہ پیدا کر لیا ہو اور وہ اچھی طرح ستم کش ہو گیا ہو اب اس کو ظلم و ستم سے کوئی تکلیف پیدا نہیں ہوتی۔ لہذا میرا ارادہ ہو کہ ایسے ظالم سے دوستی پیدا کرون جو انتہائی ستم گر ہو تا کہ جفا کی لذت پا سکون اور ظلم کا لطف اٹھا سکون یا محبوب کو میرے ستانے مین لطف آئے۔

عجب نہین ہے تحریر حال گریہ چشم   بروے آب جو ہر موج نقش مسطر ہو

کوئی تعجب کی بات نہین ہو کہ اگر گریہ چشم کے حال کے تحریر کرنے کے واسطے مین بیٹھون تو اسکے اثر سے ہر سطر مسطر کی ایک موج روئے آب بن جائے۔

امیدوار ہون تاثیر تلخ کامی سے   کہ قند بوسہ شیرین لبان مکرر ہو

مین اپنی تلخ کامی کی تاثیر سے امید رکھتا ہون کہ شیرین لبون کے بوسہ کی قند مکرر میسر ہو جائے یعنی تاثیر تلخ کامی ان کو مکرر میرا نام لیکر برا کہنے پر آمادہ کرے اور مجھے بوسے کے مکرر لینے کا لطف آئے یا یہ کہ مین تلخ کام ہون لہذا مجھے یہ قند مکرر دیجائے۔

صدف کی ہو ترے نقش قدم مین کیفیت   سرشک چشم اسد کیون نہین گوہر ہو

تیرا ہر نقش قدم صدف کی خاصیت رکھتا ہو اسد جو اُس پر آنکھین مل مل کر رو دیتا ہے تو کیا باعث ہو کہ اس کے اشک اس صدف مین گوہر نہ بن جائین۔ اشک کی تشبیہ گوہر سے مسلمات شعرائے اہنی و حال سے ہے۔

بے درد سر بہ سجدۂ الفت فرو نہو   جون شمع غوطہ داغ مین کھا گر وضو نہو

بغیر درد کے سجدۂ الفت مین سر نہ جھکا شمع کی مانند داغ مین غوطہ لگا لے اگر وضو نہ ہو شمع کا داغ مین غوطہ لگانا نہایت ہی عمدہ مضمون ہو اور غالباً نیا ہو۔

دل دے کف تغافل ابروئے یار مین   آئینہ ایسے طاق پہ گم کر کہ تو نہ ہو

اپنا دل ابروے یار کے دست تغافل کو دیدے دل ایک آئینہ ہو اس کو ایسے طاق پر رکھ کر گم کر کہ تیرا وہان گذر نہو۔ وہ طاق تغافل ابروے یار کا ہو۔

زلف خیال نازک و اظہار بیقرار — یارب بیان شانہ کش گفت

زلف خیال نہایت نازک ہی- اور قوت اظہار بیقرار ہی اے خدا بیان اس ز
ے شانہ کشی نہ کرے یعنی میرے خیال نہایت نازک ہین وہ متحمل بیان نہیں
ضرورت اظہار بیقرار ہی-

تمثال ناز جلوۂ نیرنگ اعتبار — ہستی عدم ہے آئینہ گر

تصویر ناز نیرنگ اعتبار کا ایک جلوہ ہی- عالم اعتبار میں جو ایک نیرنگی ہی ا
تمثال ناز سے ہوتا ہی- ہم ہستی کو ہستی صرف اسی وجہ سے کہتے ہین کہ آئینہ سامنے ہ
ہستی ایک عدم ہی جو نیرنگ اعتبار سے زیادہ وقیع نہیں ہی- اور بالکل ایک
اور فرضی شے ہی-

مژگان خلیدۂ رگ ابر بہار ہے — نشتر بہ مغز پنبۂ مینا فر

پنبۂ مینا کے مغز میں نشتر چبھونے اور فصد کرنے کی کوئی ضرورت اب با
اس واسطے کہ اس کی رگ میں رگ ابر بہار کی پلکیں چبھو چکی ہین اور وہی اس
مطلب یہ ہی کہ بہار خود شیشہ و مینا سے بادۂ سرخ روان کر دینے والی ہی کو ئ
نہ کھولے شراب اس سے خود ابلیگی-

عرض نشاط دید ہی مژگان انتظار — یارب کہ خار پیرہن آرز

مژگان انتظار خود ہی نشاط دید کا پیش کرنا ہی یعنی اسے مژگان انتظار
پیش کشی نشاط دید ہی- اے خدا اب اتنی تمنا ہے کہ کوئی خار پیرہن آرزو ن
جائے-

مین مژگان انتظار سے دیدار کی خوشی سمجھا ہون اے میرے خدا کہین اید
پیراہن آرزو ثابت ہون- یا یہ کہ اگر عرض نشاط دید مژگان انتظار رہنے تو
میرے خدا یہ خلش پیراہن آرزو نہ بنے- یہ بھی اس قدر الجھا ہوا شعر ہی کہ صحیح م

نہین ہوتے -

وان پرفشان دام نظر ہون جہان آئے   صبح بہار بھی قفس رنگ و بو نہو

لے اسد میرا دام نظر وہان پرفشان ہو یعنی مین نے اس جگہ اپنی نظرون کا جال بچھایا ہو جہان صبح بہار بھی رنگ و بو کو نہین روک سکتی یا جہان کہ صبح بہار مین بھی رنگ و بو کی گنجایش نہین ہو -

صیاد اپنے تکلف فصل کا برگ و نوا گم ہو   مگر طوفان مے مین پیچش موج صبا گم ہو

کہین ایسا نہو کہ فصل بہار کا ساز و سامان بغیر کسی تکلف کے ضائع اور برباد ہو جائے ہونا یہ چاہئے کہ طوفان شراب مین موج نسیم گم ہو کر رہ جائے کہ اس طرح گم ہونا باعث عشرت ہو یعنی لطف جب ہو کہ موج ہوا موج شراب بن کر رہ جائے -

سبب وارستگان کو ننگ ہمت ہے خداوندا   اثر سر سے اور لبہا عاشق سے صدا گم ہو

اے میرے خدا آزاد لوگون کی ہمت کے لئے کسی سبب کا پیدا ہونا باعث ننگ ہے عاشق کے لبون سے صدا ناپید ہو جائے مگر اس طرح نہین کہ سر اُن کی صدا کو ناپید کر دے بلکہ ہونا یہ چاہئے کہ پہلے سر سے آواز کے گم کر دینے کا اثر جاتا رہے اور پھر ان کے لبون سے صدا گم ہو جائے تاکہ کسی سبب سے ان کی خاموشی کا تعلق نہ ہو ورنہ ان کی ہمت کے یہ منافی ہو -

نہین جز دردِ تسکین نکو ہشہا بیدردان   کہ موج گریہ مین صد خندۂ دندان نما گم ہو

بے درد لوگ جو درد مندون کو ملامتین کر کے تسکین دیتے ہین اس کا سوائے درد کے اور کوئی حاصل نہین ہو - ہم بھی مانتے ہین کہ وہ یعنی بیدرد درد مندون کے واسطے روتے ہین مگر یہ رونا ایسا ہو کہ اس مین سیکڑون خندۂ دندان نما گم ہو سکتے ہین اور چھپ سکتے ہین -

ہوئی ہے ناتوانی بیدماغ شوخی مطلب   جبین مین ورلباس سجدہ ایدستِ دعا گم ہو

ہماری ناتوانی کا دماغ کسی شوخیٔ مطلب کے اظہار کی تاب نہین لا سکتا۔ اے دست دعا ہاتھ اٹھانے کی ہم مین تاب و طاقت نہین ہی بہتر یہ ہو کر تو سجدہ کا لباس پہن کر جبین عجز مین چھپ جا۔ کیونکہ ہماری ناتوانی کو یہ شوخی اور دست درازی کا مطلب پسند نہین ہی۔ مطلب یہ ہو کر اظہار دعا کی شوخی کو چھوڑ۔ اور صرف عجز و نیاز ہی سے کام رکھ۔

تجھے ہم مفت دیوین یک جہان چین جبین لیکن — نہ بالے پیچ و تاب طبع نقش مدعا گم ہو

اے پیچ و تاب طبع ناساز ہم چین جبین کا ایک جہان مفت تیری نذر کرتے ہین۔ لیکن ذرا سمجھ لے اور سوچ لے کہین ایسا نہو کر اس ہجوم کشاکش اور پیچ و تاب مین تو نقش مدعا کو گم کر بیٹھے یعنی ایذا غم کے ہزارون سامان ہمارے پاس موجود ہین مگر ایسا نہو کر مقصد اصلی سے دور ہو جاے اور کثرت مشکل آسانی مشکل کا سبب ہو جاے

بلا گردان تمکین بتان صد موجۂ گوہر — عرق بھی جنکے عارض پر بہ تکلیف حیا گم ہو

موتیون کی سو موجین تمکین و ناز بتان پر قربان ہین حالت یہ ہو کر اُن کے ماتھے پر عرق بھی حیا کی وجہ سے نہین آ سکتا اور رو ہی آنے والے قطرہ ہاے عرق حیا موج گوہر ہین۔ اس طرح گویا گوہر ان کی تمکنت پر قربان ہو رہے ہین۔

اٹھاوے کب وہ جان شرم تہمت قتل عاشق کی — کہ جسکے ہاتھ مین مانند خون رنگ حنا گم ہو

وہ جان حیا قتل عاشق کی تہمت کا کب متحمل ہو سکتا ہے جس کے دست نازنین مین حنا کا رنگ بھی خون عاشق کی طرح گم ہو جاتا اور چھپ جاتا ہو۔

کرین خوبان جو سیر حسن اسد یک پردہ نازک تر — دم صبح قیامت گریبان قبا گم ہو

اے اسد اگر حسینان جہان اور ایک ہلکا سا پردہ ڈال کر اپنے حسن کی سیر کرین تو ہم یقین کرتے ہین کر دم صبح قیامت گریبان قبا مین گم ہو کر رہ جاے یعنی وہ قیامت جو ان کے حسن کی اس تھوڑی سی عریانی سے ظاہر ہے وہ گریبان قبا مین چھپ جائے

اور وہ سراپا قیامت ہو کر رہ جائیں۔

خشکی مے نے تلف کی میکدے کی آبرو   کاسہ دریوزہ ہے پیمانہ دست سبو

مے کی خشکی اور مے کے نہونے نے میخانے کی آبرو تلف کر دی آج وہ پیمانہ جو سبو پر رکھا ہے بھیک کا پیالہ معلوم ہوتا ہے۔

پھر جاں پروردن یعقوب بال افشاں ہے   دام لیتی ہے پر پرواز پیراہن کی بو

بوے پیراہن یعقوب کی بالیدگی روح کے لئے بازوے خاک سے پر پرواز قرض لیکر مصر سے کنعان تک آ رہی ہے۔

گرد ساحل ہے بزخم شرم جبین آشنا   گر نہ باندھے قلزم الفت مین سر جا کے گرو

وہ لوگ جو دریاے محبت کے شناور ہین اگر بجاے گرد کے جسپر پیر اک پیر تے ہین اپنے سر سے کام نہ لین تو گرد ساحل ان کی پیشانی کے واسطے عرق شرم بن جاے۔

گرمی شوق طلب ہے عین تاپاک وصال   غافلان آئینہ دان ہے نقش پاے جستجو

شوق طلب کی گرمی وصل کا عین تپاک ہے اے غافلو وہ نقش جو پاے جستجو سے اٹھ آئین وہ آئینہ دان ہین یعنی اُن مین آئینے تھے جن مین منزل مقصود کا پتہ ملتا ہے۔

خوے شرم سرد بازاری ہے سیل خانمان   ہے اسد نقصان مین مفت اور صاحب سرمایہ تو

وہ پسینہ جو شرم سرد بازاری اور ناقدری کی وجہ سے اسد کی پیشانی پر بہتا ہے وہ اس غریب کے واسطے سیل خانمان ہے یعنی اس کو تباہ و برباد کرنیوالا ہے۔ بڑا افسوس ہے کہ تیرے صاحب سرمایہ ہوتے ہوے وہ بیچارہ مفت نقصان اٹھا رہا ہے۔

رنگ طرب ہے صورت عہد وفا گرو   تھا کسقدر شکستہ کہ ہے جا بجا گرو

رنگ طرب عہد وفا کی طرح گرو اور رہن ہے خدا معلوم یہ کس قدر شکستہ تھا کہ جا بجا

گرد ہو یعنی اگر ٹوٹا ہوا نہ ہوتا تو جا بجا گرد نہ ہوتا۔

ہر ذرہ خاک عرض تمناے زندگان — آئینہ ہا شکستہ و تمثال ہا گرد

خاک کا ہر ذرہ گویا مرنے والون کی تمناؤن کا اظہار کر رہا ہو اسکی ایسی مثال ہے جیسے کہ آئینہ ٹوٹ گئے ہین اور تصویرین گرد ہین۔ آئینہ کو دل سے استعارہ کیا ہو اور تمثال آئینہ عالم ارواح سے مراد ہے یعنی جو ذرہ ہاے خاک عرض حال کر رہے ہین وہ ٹوٹے ہوے دل ہین۔

طاقت بساط دستگہ یکقدم نہین — جون اشک جبتلک نہ کھون دست و پا گرد

آنسو جب روان ہوتا ہو یا جب چلتا ہو تو اپنے دست و پا گرد رکھ دیتا ہو ورنہ چل نہین سکتا۔ دست و پا گرد رکھنا یہی ہو کہ وہ پھیل کر چلتا ہو بالکل ویسی ہی میری مثال ہو کہ مجھ مین ایک قدم اٹھانے کی بھی طاقت نہین ہو جب تک کہ ہاتھ پاؤن گرد نہ کر دون۔

ہو وحشت جنون بہار اسقدر کہ ہے — بال پری بہ شوخی موج صبا گرد

جنون بہار مین اس قدر وحشت بھرتی ہوئی ہو کہ ہر موج باد صبا کی شوخی مین کسی پری کی شوخی پرواز گرد معلوم ہوتی ہو یعنی جس طرح کہ پری کا سایہ پڑتے ہی آدمی دیوانہ ہو جاتا ہو اسی طرح عالم بہار کی موج صبا کا عالم ہو کہ جیسے ہی وہ جسم سے مس کرتی ہو آدمی مجنون ہو جاتا ہو اسی سے پتہ چلتا ہو کہ موج صبا مین شوخی بال پری گرد ہے۔

ہون سخت جان کاوش فکر سخن اسد — تیشہ کے کوہسار مین ہو یک صدا گرد

اے اسد مین کاوش فکر سخن مین بڑا سخت جان واقع ہوا ہون۔ گویا کہ تیشے کے پہاڑ مین میری ایک آواز گرد ہو رہی ہو۔ آواز گرد ہونے سے مراد وہی سخن ہے جو کاوش اور فکر کے بعد پیدا ہوتی ہو۔

وضع نیرنگیٔ آفاق نے مارا ہم کو ہو گئے سب ستم و جور گوارا ہم کو

ایک زمانہ تھا کہ ظلم و ستم سے ہم گھبرا جاتے تھے اور تمام شکر پریشان ہو جاتے تھے مگر قربان جائیے اس گردش روزگار کے اور نثار ہو جئے اس انقلاب زمانہ کے جس نے ہم کو مار ڈالا آج وہی ظلم و ستم سب ہم کو گوارا ہو گئے۔ اور انھیں تمام ظلموں کے خوگر ہو گئے۔ مولانا حالی کا بالکل ایک ایسا ہی شعر ہے۔ فرماتے ہیں ؎

دنیا کے خرخشوں سے چیخ اٹھے تھے ہم اول
آخر کو رفتہ رفتہ سب ہو گئے گوارا

دشت وحشت میں نہ پایا کسی صورت سے سراغ گرد جولان جنون تک نے پکارا ہم کو

مجھے از خود رفتگی نے وحشت کے دشت ناپیدا کنار میں ایسا گم کر دیا کہ اگرچہ گرد جولان جنون نے بھی مجھے سیکڑوں آوازیں دیں مگر پھر بھی میرا کہیں پتہ نہ لگا گرد جولان جنون وہ گرد جو حالت جنون کی دوڑ دھوپ میں اڑتی ہو۔

عجز ہی اصل میں تھا حامل صد رنگ عروج ذوق پستی مصیبت نے ابھارا ہم کو

ہمارا عجز و نیاز ہی دراصل تمام عروج کا حامل اور ذمہ دار تھا۔ پستی مصیبت کا جو ہم کو ذوق رہا دراصل اس نے ہم کو ابھار دیا اور کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔

ضعف مشغول ہے بیکار بہ سعی بیجا کر چکا جوش جنون اب تو اشارا ہم کو

ضعف بیکار اپنی کوشش کر رہا ہے اور بیکار ہم کو روکے ہوئے ہے ہم اب اس کے روکے رکنے والے نہیں ہیں۔ اب ہمارا جوش جنون ہم کو اشارہ کر چکا اب ہم بغیر صحرا نوردی اور دشت گردی کے رہ نہیں سکتے ہیں لہذا ضعف کی یہ تمام کوشش بیکار ہے۔

صور محشر کی صدا میں ہے فسون امید خواہش زیست ہوئی آج دوبارا ہم کو

صور محشر کی آواز میں ضرور کوئی نہ کوئی امید کا جادو ہے جس نے ہماری امید میں جان

ڈال دی ہو ورنہ کیفیت یہ تھی کہ ہم جب سے کہ مرے تھے گوشہ قبر مین مایوس پڑے تھے اور کوئی امید دیدار باقی نہین رہی تھی مگر جیسے ہی صور پھنکا فوراً ہی امیدین از سر نو پیدا ہوگئین اور ہم کو پھر امید دید بندھ گئی۔ یہ مسلہ مسلہ ہو کہ قیامت مین دیدار ہوگا۔

تختۂ گور سفینے کے مماثل ہین اسد — بحر غم کا نظر آتا ہے کنارا ہم کو

یہ معلوم ہوتا ہے کہ گور کے تختے کشتی ہین جو ہم کو غم و رنج کے دریاے ذخار سے پار لگا رہے ہین اور آج مدتون کے بعد ہم کو اس دریا کا کنارا نظر آیا ہو۔ ورنہ ہم تو یہ سمجھے تھے کہ کہین اس دریا کا کنارا ہی نہین ہو۔

حسن بے پروا گرفتار خود آرائی نہو — گر کمینگاہ نظر مین دل تماشائی نہو

حسن باوجودیکہ بے پروا ہو مگر پھر بھی خود آرائی مین گرفتار رہتا ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ نظر کی گھات مین دل تماشائی ہے اور دیکھنے کی تاک مین لگا ہوا ہو اگر دل کمین گاہ مین نہ لگا رہے تو حسن کو خود آرائی کی احتیاج نہ رہے۔ مطلب یہ ہو کہ حسن کا بناؤ سنگار تمام تر عشق کے واسطے ہے اور وہی اس ہنگامہ خیزی کا باعث اور موجب ہو۔

ہیچ ہے تاثیر عالمگیری ناز و ادا — ذوق عاشق گر اسیر دام گیرائی نہو

ناز و ادا نے جو تمام عالم پر اپنا سکہ جما رکھا ہے اور عالمگیر بنے ہی ہو یہ تمام تر بیکار اور ہیچ ثابت ہو بشرطیکہ عاشق کا ذوق دام گیرائی مین قید نہو یعنی اگر عاشق اس کو بطیب خاطر قبول نہ کرے تو عالمگیری ناز و ادا بیکار اور فضول ثابت ہو جائے۔

خود گداز شمع آغاز فروغ شمع ہے — سوزش غم درپئے ذوق شکیبائی نہو

سوزش غم بیکار صبر و شکیب کی کوشش مین مصروف ہے اس کو معلوم نہین ہو کہ شمع کے گداز ہی سے دراصل شمع کا فروغ شروع ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ کچھ کھو کر ہی آدمی حاصل کرتا ہو۔

تارِ تارِ پیرہن ہو اک رگِ جانِ جنون　　عقلِ غیرت پیشہ حیرت سے تماشائی نہو

پیرہن کا ایک ایک تار جنون کی ایک رگ جان ہو عقل غیرت پیشہ کو یہ چاہیئے کہ حیرت سے وہ اسے نہ دیکھے اسکو حیرانی کی ضرورت نہین ہو۔

بزم کثرت عالم وحدت ہو بینا کیلئے　　بے نیازِ عشق اسیرِ زورِ تنہائی نہو

بزم کثرت چشم حق بین کے لئے عالم وحدت ہے اس کو ہر ذرہ مین وہی عالم وحدت نظر آتا ہو یکجائی اور تنہائی کی ضرورت نہین ہو لہذا ہر وہ شخص جسکو عشق نے بے نیاز کر دیا ہو وہ زور تنہائی مین اسیر نہو تنہائی کی چشم بینا کیواسطے احتیاج نہین ہو۔

ہو محبت رہزنِ ناموسِ انسان اے اسد　　قامتِ عاشق پہ کیون ملبوسِ رسوائی نہو

اے اسد جب محبت انسان کی ناموس کے لئے رہزن ثابت ہوئی ہو پھر اس حالت مین عاشق کے جسم پر کیون لباس رسوائی نہو کیونکہ عشق انسان کے واسطے رہزن ننگ ناموس ہے۔ سعدی نے کہا ہو ؎

ہر کجا سلطان عشق آمد نماند
قوت بازوے تقوی را محل

مطلب یہ ہو کہ محبت کرنا اور بدنام نہونا بعید از قیاس ہے۔ محبت کے ساتھ بدنامی ضرور رہتی ہے۔

ردیف ہائے ہوز

حیرت ہجوم لذت غلطانی تپش　　سیماب بالش و کمر دل ہے آئینہ

ایک طرف تو حیرت ہو اور ایک طرف لذت ہجوم تپش ہو ہم مین یہ دونون چیزین ایک حالت مین موجود ہین دل کا تکیہ سیماب ہو اور جسکا آئینہ ہو۔ آئینہ استعارہ کیا ہو حیرت سے اور بالش سیماب بیقراری اور تپش سے مطلب یہ ہو کہ دو صورتین دل کے لئے معارض ہین حیرت اور بیقراری نہ یون چین ہو نہ یون آرام ہے۔

ہم زانوے تامل و ہم جلوہ گاہ گل　　آئینہ بند خلوت و محفل ہے آئینہ

آئینہ ہی ہم زانوے تامل ہے اور آئینہ ہی جلوہ گاہ گل ہو گویا کہ خلوت و جلوت کی رونق آئینہ ہی کے دم سے وابستہ ہے اور جو کچھ ہے اسی کی بدولت ہو آئینہ ہم زانوے تامل اسی لئے ہے کہ آئینہ کو زانو پر رکھ کر دیکھتے ہین اور جلوہ گاہ گل اس لئے ہے کہ اس مین حسن کی تصویر نظر آتی ہے تحقیقت یہ ہے کہ آئینہ کے جلوہ گاہ گل ہونے کا کوئی خاص ثبوت اس شعر مین نہین ملتا۔

دل کارگاہ فکر و اسد بینواے دل　　یان سنگ آستانہ بیدل ہے آئینہ

اسد کے پاس دل نہین ہو حالانکہ دل ہی کارگاہ فکر ہوا کرتا ہو ہمارے واسطے آستانہ بیدل آئینہ بنا ہوا ہو اور وہی دل ہے وہی ہماری مبداء فکر ہو صرف طرز بیدل ہی پر ہماری فکر سخن کا انحصار ہے اور اسی آستان کا پتھر اسد کا آئینہ ہے۔

بزم دل سراغ درد بدل خفتگان نہ پوچھ　　آئینہ عرض کر خط و خال بیان نہ پوچھ

جن کے دل مین درد نے مقام اور قیام کیا ہے اُن کا حال اپنے دل سے پوچھ انکے خط و خال بیان مت کام نہ لے بلکہ اپنے آئینہ سے کام لے۔ آئینہ ہی یہ کام کر سکتا ہے۔

آئینہ سے مراد وہی مخاطب کا دل ہو۔

هندوستان سایۂ گل پائے تخت تھا　　　سامان بادشاہی وصل بتان نہ پوچھ

سایۂ گل گویا کہ ہندوستان تھا اور وہی ہندوستان ہمارا پائے تخت تھا ہائے کیا پوچھتا ہے اس زمانہ کی بادشاہی کا حال جبکہ ہم کو وصل بتان میسر تھا یعنی جب ہم کو وصل بتان میسر تھا تو گویا ہم بادشاہ تھے۔ اور سایۂ گل و گلزار میں جو ہم بیٹھتے تھے وہ ہمارا پایۂ تخت تھا۔ سایۂ گل کو ہندوستان بوجہ تاریکی اور سیاہی کے کہا ہے۔

تو عشق ناز کر دل پروانہ ہے بہار　　　بیتابی تجلی آتش بجان نہ پوچھ

تجھے اپنے عشق ناز سے غرض ہے تو اپنے عشق ناز کئے جا اگرچہ بہار پروانے کا دل بنی ہوئی ہو مگر اس سے تجھے کیا غرض کہ اس پروانہ آتش بجان کی تجلی میں کس قدر بیتابیان اور تجلیان بھری ہوئی ہین۔ تجھے اپنے کام سے کام ہے کسی کے دکھ درد سے کیا غرض۔ بہار کو پروانہ کا دل اس لحاظ سے کہا ہے کہ دل پروانہ بھی سوزان اور آتش عشق سے بھرا ہوا ہوتا ہو اور گل بہاری بھی بلحاظ رنگ سرخ ہوتے ہین بے قراری پروانہ آتش بجان بہار کے پھولون کی وہ حرکت ہو سکتی ہے جو ہوا کی شوخی سے چمن میں پیدا ہوتی ہے۔

غفلت متاع کفۂ میزان عدل ہون　　　یارب حساب سختی خواب گران نہ پوچھ

اے میرے خدا میرے خواب گران اور میری غفلت بے پایان کا حساب نہ کر کیونکہ میزان عدل کے پلے میں میری طرف سے نیکیون کے بجائے غفلت ہی غفلت ہے پھر حساب ہی کیا ہو یہان تو غفلت کے سوا اور کچھ موجود ہی نہین ہو۔

ہر داغ تازہ یک دل داغ انتظار ہے　　　عرض فضائے سینۂ درد امتحان نہ پوچھ

میرے دل کا ہر تازہ داغ گویا کہ ایک دل ہو جو داغ کا انتظار کر رہا ہو پھر ایسی حالت مین تو اس سینہ کی وسعت اور فضا کا کیا حال پوچھتا ہو جو درد کا امتحان کر رہا ہو

کوئی حد و حساب ہو تو بیان کیا جائے۔

کہتا تھا کل وہ نامہ رسان سے بسوز دل — درد جدائی اسد اللہ خان نہ پوچھ

میرا محبوب کل قاصد سے نہایت درد کے ساتھ کہہ رہا تھا کہ اسداللہ خان کی جدائی کا جس قدر رنج و افسوس اور قلق ہے اس کو کچھ نہ پوچھ۔

رفتار سے شیرازۂ اجزائے قدم باندھ — اے آبلہ محمل پے صحرائے عدم باندھ

اے آبلے تو صحرائے عدم کے لئے محمل باندھ لے اور چلنے کے واسطے تیار ہو جا اور اس رفتار سے اجزائے قدم کی شیرازہ بندی کرلے۔ یعنی اجزائے قدم کی شیرازہ بندی کرکے عدم تک پہونچ۔ آبلہ کو محمل کہنا نہایت لطیف ہے کیونکہ آبلہ صورتاً محمل سے مشابہ ہے۔

بیکاری تسلیم بہر رنگ چمن ہے — گر خاک ہو گلدستہ صد نقش قدم باندھ

بیکاری تسلیم ہر رنگ میں چمن ہے۔ اگر چمن کی خاک بھی ہو تو اس پر بھی گلدستۂ نقش قدم کا گمان کرنا چاہئے۔ کیونکہ خاک میں تسلیم کا رنگ نمودار ہے یعنی شیوۂ تسلیم سیکڑوں خوبیاں اپنے دامن میں رکھتا ہے۔ اگرچہ وہ ظاہرا بیکار معلوم ہوتا ہے۔

دیباچہ وحشت ہے اسد شکوہ خوبان — خون کر دل اندیشہ و مضمون ستم باندھ

اے اسد معشوقوں کا شکوہ وحشت کا دیباچہ ہے تو اندیشہ کا دل خون کرا کر ستم کا مضمون لکھ مطلب ہے کہ یہ شکوہ خون اندیشہ سے لکھا جا سکتا ہے اس کے سوا نہیں۔

خلق ہے صفحہ عبرت سے سبق ناخوانده — ورنہ ہے چرخ و زمین یک ورق گردانده

کیا کیا جائے کہ مخلوق صفحۂ عبرت سے سبق نہیں لیتی اور مآل ہستی پر نظر نہیں رکھتی۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہستی کوئی چیز نہیں ہے چرخ و زمین کا کوئی وجود نہیں ہے بلکہ آسمان اور زمین دراصل ایک ورق ہیں جسے پلٹ دیا گیا ہے۔ ادھر زمین ادھر آسمان یعنی عالم ہستی ایک گردش میں ہے اور کسی رنگ کو قرار و ثبات نہیں ہے۔ آسمان و زمین کو ایک

الٹا ہوا ورق کہنا نئی بات ہے۔ ادہر کچھ اور اُدہر کچھ اور۔

میکدے مین نے دل افسردگی بادہ کشان موج مے شکل خط جام ہے ہر جا ماندہ

میکدے مین بادہ کشون کی دل افسردگی کی وجہ سے موج شراب خط پیالہ کے کی مانند منجمد اور بےحس ہو کر رہ گئی ہے اور اس مین ذرا بھی روانی نہین ہے یہ تمام میکشون کی افسردگی کا اثر ہے۔

خواہش دل ہے زبان کو سبب گفت و بیان ہے سخن گرد ز داما ن ضمیر افشاندہ

زبان کی گفتگو اور بیان دل کی خواہش کی وجہ سے ہوتا ہے یعنی جب دل مین کوئی بات پیدا ہوتی ہے تو زبان اس کا اظہار کرتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ سخن یعنی کلام نظم ایک گرد ہے جو دامان دل سے جھاڑی جاتی ہے یعنی شعر اسے محض اظہار جذبات دلی کا

کوئی آگاہ نہین باطن ہمدیگر سے ہے ہر اک فرد جہان مین ورق ناخواندہ

کوئی ایک دوسرے کے دلی بھیدون سے آگاہ نہین ہے۔ گویا دنیا کا ہر ایک فرد ایک ایسا ورق ہے جو دوسرے کے مطالعہ مین نہین آیا اور جسے دوسرے نے پڑھا نہین ہے۔

حیف بےحاصلی اہل ریا پر غالب یعنی ہین ماندہ ز آنسو و ازین سو راندہ

اے غالب ریاکارون کی بےحاصلی پر بڑا افسوس ہے نہ بیچارون کو کچھ دنیا مین حاصل ہوتا ہے نہ دین مین۔ ازین سو راندہ و ازان سو درماندہ۔ گویا کہ دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ اس سے پہلا شعر بھی کچھ اسی قسم کا ہے جس سے شکایت مترشح ہوتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزل کچھ اثر لیکر کہی گئی ہے۔

بسکہ مے پیتے ہین ارباب فنا دزدیدہ خط پیمانہ مے ہے نفس دزدیدہ

چونکہ ارباب فنا پوشیدہ طور پر مے پیتے رہتے ہین اس واسطے خط پیمانۂ مے ان کا

نفس دزدیدہ بن گیا ہے یعنی پیمانے مین یہ خط نہین ہو بلکہ ان کا دہ دم ہے
چرالیا ہو۔ یا یہ کہ ان کا نقش دزدیدہ بمنزلہ پیمانہ سے کے نشان کے ہے جو ان
ے کشی کرنے کا نشان ہے ۔

بہ غرور رگِ قامت و رعنائیِ سرو — طوق ہو گردن قمری مین

سرو کے قد کی دل کشی اور رعنائی کو دیکھ کر قمری کو غرور پیدا ہو گیا ہے ا
گردن کا طوق رگ بالیدہ یعنی رگ گردن (غرور) ہو گیا ہو یہی طوق غرور کا نشان
ہ ہو کہ قمری اپنے محبوب کی رعنائی اور زیبائی سے مغرور ہو رہی ہے ۔

کی ہو وا اہل جہان نے بہ گلستان جہان — چشم غفلت نظر شبنم خور

اہل زمانہ نے باغ زمانہ مین اس شبنم کی طرح چشم غفلت کھولی ہو
خورشید سے محروم ہے یعنی چشم غفلت کھولی تو ضرور مگر کوئی نتیجہ نہین ملا۔ یا یہ کہ
خور نادیدہ باغ مین چشم غفلت کھولتی ہے مگر پرتو خورشید فوراً ہی اس کو
اسی صورت سے اہل جہان نے بھی گلستان عالم مین آنکھین کھول رکھی ہین
سے بے خبر ہین ۔

یاس آئینہ پیدائی استغنا ہے — ناامیدی ہو پرستار دل ر

یاس آدمی کے سامنے ایک استغنا کا آئینہ لا کر رکھ دیتی ہے اور ناامید
کی خدمت گزاری کرتی ہے یہ ایک مشہور مقولہ ہے کہ الیاس احد الراحتین۔ یعنی
بھی ایک قسم کا آرام ہوتا ہے۔ اسیطرح مرزا نے کہا ہے کہ یاس آدمی کو بے پروا
اور ناامیدی دل کو مدد پہونچا دیتی ہے ۔

واسطے فکر مضامین متین کے غالب — چاہئے خاطر جمع و دل آ

مضامین متین کی فکر کے واسطے اے غالب آسودہ دل اور خاطر جمع چا
خیال اور فکر رحواس مین مضمون آفرینی کیونکر ہو سکتی ہو اور آدمی کیا کر سکتا ہے ۔

جوشِ دل ہی نشہ ہاے فطرتِ بیدل نپوچھ — قطرہ ہی مےخانہ ہی دریاے بےساحل نپوچھ

اس حالت مین کہ دل کا جوش ہو اسی کو دیکھ اور اسی کی واردات سن بیدل ہی فطرت کے نشے کو کیا پوچھتا ہو اس کا تو بہت بڑا درجہ اور مرتبہ ہو جب قطرہ ہی ایک میخانہ ہے تو اس دریا کی واردات کیا سننا چاہتا ہے جس کا کہین کنارا ہی نہین ہو۔ بقول شخصے قیاس کن ز گلستان من بہار مرا والا مضمون ہو۔

آبلہ پیمانۂ اندازۂ تشویش تھا — اے دماغ نارسا خمخانۂ منزل نپوچھ

پاؤن کا آبلہ آبلہ نہ تھا بلکہ اندازہ پریشانی رہنوردی کا ایک پیمانہ تھا جس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ منزل کے پہونچنے تک ایسی ایسی لاکھون صعوبتون اور دشواریون کا سامنا ہوگا۔ پس اس صورت مین اے دماغ نارسا خمخانہ منزل کی دشواریون اور تکلیفون کا کیا اندازہ بتایا جاے نہ معلوم آبلے کی طرح کتنے پیمانے بھرین گے۔ مطلب یہ ہو کہ اے دماغ آبلہ پا ہی سے دشواریون کا اندازہ کر۔ منزل تک پہونچنے کی تکلیفون کا تخمینہ دریافت نکر وہ تو بہت دور ہے۔

ہین گشتن ہاے دل بزم نشاط گردباد — لذتِ عرض کشادِ عقدۂ مشکل نپوچھ

دل کی کشادگی اور فراخی بگولے کی طرح محفل طرب سے مشابہ ہو جیسے اس کی کشادگی مین پریشانی ہی پریشانی ہو ایسے ہی میرے عقدۂ مشکل کے حل ہونے کا رنگ ہو لہذا اس کے کھلنے کی لذت کچھ نہ پوچھئے۔ ایک جگہ فرمایا ہو

تنگیِ دل کا گلہ کیا یہ وہ کافر دل ہو
کہ اگر جمع نہ ہوتا تو پریشان ہوتا

نے صبا بال پری نے شعلہ سوداے جنون — شمع سے جز عرض افسون گداز دل نپوچھ

نہ باد صبا کوئی سایہ پری کا کام کرتی ہو اور نہ شعلہ اس کے لئے سوداے جنون کا سامان ہو شمع سے یہ کچھ نہ پوچھنا چاہئے کہ صبا اور شعلہ اس کے واسطے کیا کیا سامان

مہیا کرتے ہین اُس سے سوائے گداز دل کے فسون کے اور کچھ نہ پوچھ۔

یک مژہ برہم زدن حشر دو عالم فتنہ ہو — یان سراغ عافیت جز دیدہ بسمل نہ پوچھ

ایک پلک مارنا دونون جہان کے فتنون کا حشر ہے۔ لہذا دنیا مین اگر تجھے عافیت اور آسودگی کا کھوج لگانا ہے تو صرف دیدہ بسمل سے اس کا پتہ لگا۔ اور یہ کہ ایک پلک جھپکانے مین کس قدر فتنے برپا ہوتے ہین اور کتنے فتنون کا حشر ہوتا ہے پلک کا جھپکانا ایک حشر سامانی کی کیفیت رکھتا ہے۔ مطلب یہ ہو کہ دنیا وہ جگہ ہو جہان ہر چشم زدن مین سیکڑون فتنے مہیا ہوتے ہین اگر راحت کی تمنا ہے تو دیدہ بسمل سے اس کا پتہ لگا۔ کیونکہ یہان بس آنکھ بند کرلینا ہی باعث راحت ہو۔

تا تخلص جامہ شنگرفی ازرانی اسد — شاعری جز ساز درویشی نہین حاصل نہ پوچھ

پہلے قاعدہ تھا کہ دیوان وغیرہ لکھتے تھے تو تخلص رنگین روشنائی سے لکھا کرتے تھے جیسا کہ قدیمی لکھی ہوئی کتابون سے پتہ چلتا ہے اسی بنا پر شاعر کہتا ہے کہ شاعر کا تخلص تک جامہ شنگرفی پہنے ہوے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعری نام ہے ساز درویشی کا اور یہ سراپا فقر ہی فقر ہے۔ اس لئے اس کا حاصل اور نتیجہ دریافت کرنا بے سود ہے۔

شکوہ و شکر کو ثمر بیم و امید کا سمجھ — خانۂ آگہی خراب دل نہ سمجھ بلا سمجھ

کوئی شکوہ ہے تو وہ نتیجہ ہے بیم کا اور کوئی شکر ہے تو ثمرہ ہے امید کا۔ خدا اس دوربینی کا ستیاناس کرے اس نے جان کہا رکھی ہو۔ دل کیا ہو کمبخت ایک بلا ہو۔ ہر صورت مین ایک آفت کا سامنا ہو یعنی آگہی اور باخبری ہی دل کی ایک دشمن ہے جس کی بدولت ان زحمت ہاے ناروا کا سامنا کرنا پڑتا ہو۔

وحشت و زود بیکسی بے اثر اسقدر نہین — رشتۂ عمر خضر کو نالۂ نارسا سمجھ

خضر کی عمر کا رشتہ ایک نالۂ نارسا ہو ورنہ درد بیکسی کی وحشت اسقدر بے اثر نہین ہوسکتی

جس قدر کہ ان کے زشتہ عمر مین بے اثری ہے جس کا کوئی حاصل ہی نہین اسی سے معلوم ہوتا ہو کہ ان کی عمر محض ایک نالہ بے اثر ہے ورنہ تنہائی کے درد کی وحشت خدا نخواستہ اس قدر کیون بے اثر ہونے لگی تھی اس کا پھر بھی کوئی نہ کوئی حاصل ہوتا ہے۔

شوق عنان گسل اگر درس جنون ہوس کرے   جادۂ سیر دو جہان یک مژہ خواب پا سمجھ

اگر میرا شوق بیتاب درس جنون کی خواہش کرے تو ایک خواب پا مین دونون جہان کے جادہ کی سیر مخفی ہے - یا یہ کہ اگر میرا شوق بیتاب درس جنون لینا چاہے تو ایک پلک جھپکانے کی اس حالت مین جبکہ پا دن سو جاتا ہو دونون جہان کی سیر کر سکتا ہے گویا وہی یک مژہ خواب پا اس کے لئے جادہ سیر دو جہان ہو۔ چونکہ حالت خواب مین مژہ جھپکانے کی ضرورت ہے لہذا خواب پا کے لئے بھی پلک جھپکانے کی ضرورت سمجھی گئی -

گاہ بہ خلد امیدوار گہ بہ جحیم بیمناک   گرچہ خدا کی یاد ہو کلفت ماسوا سمجھ

کبھی خلد کی امید ہوتی ہو اور کبھی دوزخ کا خوف ہوتا ہے - لہذا ثابت ہوا کہ خدا کی یاد مین بھی کلفت ماسوا شامل رہتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مومن کا ایمان خوف ورجا کے درمیان ہوا کرتا ہے -

اے بہ سراب حسن خلق تشنہ سعی امتحان   شوق کو منفعل نہ کر ناز کو التجا سمجھ

اے وہ شخص کہ تو دوست کے حسن خلق کے دھوکے مین پڑا ہوا ہے اور سعی امتحان کا تشنہ ہو یعنی امتحان کی لایعنی تمنا مین مبتلا ہے کیون اپنے شوق کو شرمندہ کرتا ہو اس سے کوئی التجا کرنا بے سود اور بیکار ہو اور اگر تو یہی چاہتا ہو تو بس یہ کافی ہو کہ دوست کے ناز ہی کو اپنی التجا سمجھ لے باقی بے سود ہو -

شوخی حسن و عشق ہے آئینہ دار ہمدگر   خار کو بے نیام جان ہم کو برہنہ پا سمجھ

یہ سمجھ لے کہ حسن اور عشق کی شوخی ایک دوسرے کی خدمت گزار اور آئینہ دار ہے مین

نہ وہ اس سے غافل نہ یہ اُس سے لہذا جہاں تجھے کوئی خار نظر آئے وہاں اُس کا برہنہ سمجھ لے اور ہمارے متعلق یہی خیال کرلے کہ ہم بھی وہیں برہنہ پا موجود ہیں کیونکہ ربط حسن و عشق اسی کا متقاضی ہے۔

نغمۂ بیدلی اسدؔ ساز فسانگی نہیں　　بسمل دردِ خفتہ ہو گریۂ ماجرا سمجھ

اے اسدؔ نغمہ بیدل یعنی کلام بیدل کوئی کہانی نہیں ہے یا کہانی کا کوئی سامان نہیں ہے بلکہ تجھے پہلے اُس دردِ پنہاں کو دیکھنا چاہیے جو اس میں پوشیدہ ہے اسی سے بسمل ہو جا اور اُن کے کلام کو نوحۂ حال سمجھ تب اُس سے لذت اندوز ہوگا دوسرے معنی یہ ہیں کہ اے اسد زمانہ بیدلی کے نغموں کو ساز فسانگی نہ جان اور انھیں قصہ کہانی نہ سمجھ بلکہ یہ ایک دردِ خفتہ ہے اور گریۂ ماجرا ہے اس سے سبق لے اور اس سے بسمل ہو جا۔

کلفتِ ربطِ این و آن غفلتِ مدعا سمجھ　　شوق کرے جو سرگراں محملِ خواب پا سمجھ

این و آن۔ ما و شما۔ ایرا غیرا کی دوستی اور ربط کی خاطر جو کچھ تو تکلیف اٹھاتا ہے اس کو اپنے مدعا کی غفلت سمجھ۔ اور کہیں آنے جانے کی زحمت بیجا گوارا نہ کر بلکہ اگر شوق تجکو سرگراں کرے تو اس سرگرانی کو سمجھ لے کہ خواب پا کا محمل آیا ہے یعنی اس کو خواب پا سمجھ اور خیال کرلے کہ تیرا پاؤں خواب اور آرام کا طلب گار ہے اور اس تمنا سے لایعنی سے تجکو روکنا چاہتا ہے۔

جلوہ نہیں ہے دردِ سر آئینہ صندلی نہ کر　　عکس کجا و کو نظر نقش کو مدعا سمجھ

آئینہ کے صندلی ہونے کو آئینہ کی پیشانی پر صندل لگانے سے تعبیر کرکے کہتے ہیں کہ آخر آئینہ پر صندل کیوں لگاتا ہے اس میں تیرا جلوہ پڑتا ہے تو جلوہ تو جلوہ ہے یہ کوئی دردِ سر نہیں ہے۔ عکس کہاں رکھا ہے اور نظر کہاں ہے یہ سب نقوش آئینہ کے نئے نقش مدعا ہیں لہذا تیری یہ فکر کہ تو اس کو صندلی کرتا ہے بیکار ہے۔

ہے خطِ عجز نا و توا اول درسِ آرزو ہے یہ سیاقِ گفتگو کچھ نہ سمجھ فنا سمجھ

آرزو کا پہلا درس عاجزی ہی ہے یعنی کوئی آرزو کرتے ہی عجز پیدا ہوتا ہے۔ گویا بیان کی گفتگو کا سیاق سباق بس یہ ہے کہ تمام چیزوں کو ہیچ اور لاشے تصور کر لیا جائے اور سوائے فنا کسی شے کو کچھ نہ سمجھا جائے۔

چربی پہلوئے خیال رزقِ دو عالم احتمال کل ہے جو وعدۂ وصال آج بھی اے خدا سمجھ

پہلوئے خیال اس قدر چرب ہوتا ہے کہ دونوں عالم کو اپنے اندر رجذب کرنے کی قدرت اس میں موجود ہے لہٰذا میرے خدا جو وعدہ وصال کل کے لئے ہے اس کو آج بھی سمجھ لے خیال آج کو کل اور کل کو آج بنا سکتا ہے۔

دوسرے معنی یہ ہیں جو بہت ہی قرین قیاس و عقل ہیں کہ پہلوئے خیال نہایت چرب اور قوی ہے اور ہمارا یہ خیال ہے کہ کل وصل ضرور ہوگا۔ مگر احتمالات اتنے ہیں کہ پہلوئے خیال کی چربی ان کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ اس کو نوالہ کئے لیتے ہیں اور کھائے جاتے ہیں لہٰذا اے میرے خدا کل کے لئے جو وعدہ وصال اٹھا رکھا ہے اس کو آج بھی سمجھ لے تاکہ احتمالات کے جھگڑوں سے میں پہلوئے خیال کو بچالوں۔

نے سر و برگِ آرزو نے رہ و رسمِ گفتگو اے دل و جانِ خلق تو ہم کو بھی آشنا سمجھ

نہ ہمارے لئے کوئی سامان آرزو مہیا کیا جاتا ہے نہ ہم سے گفتگو کی رسم و راہ ہوسکی تاکہ دل و جان بننے والے دنیا کی دلی مدعا کو پورا کرنے والے تو ہم کو آشنا سمجھ۔ ہم بھی تیرے چاہنے والوں میں ہیں ہم بھی تیرا خیال رکھتے ہیں لہٰذا کچھ نہ کچھ ہمارا بھی خیال چاہیئے۔

نہ پوچھ حال اس انداز اس عتاب کیساتھ لبوں پہ جان بھی آجائیگی جواب کیساتھ

مدتوں کے بعد کسی تغافل شعار نے حال دل پوچھا ہے مگر نہایت غصہ کے لہجہ میں اور نہایت بری طرح اسی پر ایک آرزو مند پرسش حال کہتا ہے کہ خدا کے لئے حال پوچھ

مگر اس غصہ کے لہجہ مین نہ پوچھ اس قدر رنجیدہ بنا کر نہ پوچھ اس قدر عتاب نہ کر کہین ایسا نہو کر جواب کے ساتھ ہی ساتھ میری جان بھی لبون پر آ جاے۔

مجھے بھی تاکہ تمنا سے ہو نہ مایوسی   ملو رقیب سے لیکن ذرا حجاب کیساتھ

کوئی ستم شعار رقیب سے بھی نہین ملتا اور اس سے بھی اسی طرح کشیدہ ہے جیسے کہ غالب سے اسی پر غالب کہتے ہین کہ یہ انداز و در یہ تغافل تو آپنا ہمت شکن ثابت ہو رہا ہے کہ مین بھی مایوس تمنا ہوتا جاتا ہون اور جو آرزوئین ہین وہ سب ختم ہو رہی ہین ایسی حالت مین اپنی چھاتی پر پتھر رکھ کر رقیب کی سفارش کرتے اور کہتے ہین کہ اس سے ملو تاکہ مجھے قطعی مایوسی نہو جاے مگر ذرا حجاب کے ساتھ ملو ورنہ اگر تم قطعاً اسی کے ہو کر رہ گئے تو وہ بھی میری مایوسی کا سبب ہوگا۔

نہو بہرزہ روادار سعی بیہودہ   کہ دور عیش ہے مانا خیال وخواب کیساتھ

کیا بے فائدہ کوشش کر رہا ہے اور کیا بیکار عیش و راحت کی تمنا مین مشغول ہے اسے چھوڑ اگر عیش و آرام میسر ہوا بھی تو کیا ہے۔ زمانۂ عیش کی ہستی بس اتنی ہی ہے جیسے خیال و خواب کی نہ ان کو قیام ہے اور نہ اس عیش و آرام کو ثبات ہے۔

بہر نمط غم دل باعث مسرت ہے   نمو ہے حسرت دل ہے ترے شباب کیساتھ

اگرچہ مین غم دل مین مبتلا ہون مگر بہر طور یہ غم دل میرے لئے باعث مسرت ہے کیونکہ جس قدر ترا شباب ترقی کر رہا ہے اسی قدر میری حسرت دل بڑھ رہی ہے تو گویا اسکا نمو اس کے ساتھ اور اس کی ترقی اس کے ساتھ لازم و ملزوم ہو گئی ہے۔

... سکون دل کو تعلق ہے اضطراب کیساتھ

پہلا مصرع اصل مین بالکل شکستہ حالت مین ہے پڑھا نہین جاتا۔

لگاؤ اسکا ہے باعث قیام ہستی کا   ہوا کو لاگ بھی ہے کچھ مگر حباب کیساتھ

ہوا پانی مین ایک گرہ لگا دیتی ہے اسی سے بلبلا بنتا ہے اور ہوا ہی بلبلے کو فنا کرتی ہے

شعر کا مطلب ان دونون باتون کو سمجھنے کے بعد کچھ دشوار نہین رہتا۔

ہزار حیف کہ آشنا نہین کوئی غالب   جو جاگنے کو ملا دیوے آکے خواب کیساتھ

عاشق شب فراق مین بے قرار ہے ادہر رات کی تاریکی ہے درازی ہے اور ادہر کرب ہے بے قراری ہے نہ دل مین قرار ہے نہ آنکھون مین نیند ہے چارون طرف سے ہزارون رنجون اور پریشانیون کا سامنا ہے اس وقت گھبراتا ہے اور کہتا ہے کہ سارا زمانہ بھرا ہوا ہے تو ہوا کرے ایسے کیا حاصل ہے کیا فائدہ میرے درد دل کی داد دینے والا کوئی نہین میری بیداری کو نیند کے ساتھ کوئی نہین ملا سکتا۔ یہ نہایت ہی عمدہ شعر کہا ہے نہایت گہرا خیال ہے۔

ردیف (ی)

دل ہی نہین کہ منت دربان اٹھائیے   کس کو وفا کا سلسلہ جنبان اٹھائیے

پہلے در دلدار پر جاکر دربانون کے ناز نخرے اس لئے برداشت کرتے تھے کہ دل مجبور کرتا تھا مگر اب بدقسمتی سے دل ہی نہین ہی پھر آخر دربانون کے غمزے کیون اٹھائین اور کس کو وفا کا سلسلہ جنبان ٹھہرائین۔

تاچند داغ بیٹھے نقصان اٹھائیے   اب چارسوے عشق سے دوکان اٹھائیے

کہان تک داغ ہو کر بیٹھے ہوے نقصان اٹھایا کرین بہتر یہ ہے کہ عشق کے اطراف سے اپنی دوکان بڑھا دین اور اس حد مین قدم ہی نہ رکھین۔

ہستی فریب نامۂ موج سراب ہے   یک عمر ناز شوخی عنوان اٹھائیے

جس کو ہستی سمجھ رہے ہو وہ ایک فریب نامہ ہے موج سراب کا یعنی اس خط فریب آلود مین دھوکہ ہی دھوکہ ہے اور اصل مین کچھ بھی نہین جیسے کہ موج سراب صرف

دہوکے کی ٹٹی ہوتی ہے سایسے ہی ہستی بھی ہے اس موج سراب مین جو ایک فریب شابہ ہے صرف عنوان ہی عنوان ہے (موج سراب کو عنوان کہا گیا ہے) عمر بھر عنوان کے پھیر مین پڑے رہے۔

ضبط جنون سے ہر سر مو ہے ترانہ خیز　　یک نالہ بیٹھے تو نیستان اٹھائیے

جنون کے ضبط کرنے سے میرے جسم کے ہر بال سے ایک ترانہ نکل رہا ہے اور کیفیت ہوگئی ہے کہ اگر تھوڑی دیر بیٹھے تو ایک نیستان کی کیفیت آ جائے گی۔

طرز خراش نالہ سے اشک نمک اثر　　لطف کرم بدولت مہمان اٹھائیے

اشک نمک اثر طرز خراش نالہ کی بدولت ہین ایسی حالت مین گویا یہ لطف و کرم مہمان کی وجہ سے اٹھا رہے ہین۔ اور یہان مہمان سے مراد نالہ ہے۔

کیا پوچھتے ہو بر خود غلطی ہائے عزیزان　　خواری کو بھی اک عار ہے عالی نسبون سے

جو عالی نسب واقع ہوئے ہین ان عزیزون کی غلطیان کیا پوچھتا ہے حقیقت یہ ہے کہ ان سے خواری کو بھی عار ہے وہ بھی ان کے پاس نہین آتی

گو تم کو رضا جوئی اغیار ہے لیکن　　جاتی ہے ملاقات کب ایسے سبکون سے

ہر چند کہ تم غیر کے ہو کر رہ گئے ہو اور شب و روز انہی کی رضا جوئی مین مصروف رہتے ہو اور اس سے سمجھتے ہو کہ مین اب تمہاری محبت کو ترک کر دون گا مگر یہ صرف تمہارا خیال ہے۔ محبت ایسی بلا ہے جو رشک پر غالب ہے۔ میری ملاقات ایسے سبکون سے ترک نہین ہو سکتی۔ حکیم مومن خان کہتے ہین ؎

لے شب وصل غیر بھی کاٹی
تو مجھے آزمائے گا کب تک　　مومن

عدو کے ساتھ ہی آئین وہ خیر وقت اخیر
وہ اب کرینگے گوارا جو عمر بھر نہ کیا　　داغ

ت پوچھ اسد وعدۂ کم فرصتی زیست   دو دن بھی جو کاٹے تو قیامت تعون سے

اے اسد کو فرصتی زیست کے وعدہ کی کیفیت کیا پوچھتا ہے۔ بس کچھ نہ پوچھ حقیقت
۔۔ دا ہمنے یہ زندگی کے دو دن بھی قیامت کے رنج و غم اٹھا اٹھا کر گزارے ہین۔

مجھے معلوم ہے جو تونے میرے حق مین سوچا ہے   کہین ہو جائے جلد اے گردش گردون دون وہ بھی

اے گردش زمانہ جو تونے میرے حق مین سوچا ہے اور جس درجہ پر تو مجکو پہونچانا چاہتی
ہے وہ بھی معلوم ہے خیر یہ سب کچھ مجھے گوارا ہے اور اب میرے لئے وہ کوئی نئی بات
نہین ہے خدا کرے وہ بھی جلد ہو جاے اور اس تکلیف بیم درجا سے نجات پاؤن۔
بے تکلف در بلا بودن بہ از بیم بلا ست

نظر راحت پہ میری کر نہ وعدہ شب کے آنیکا   کہ میری خواب بندی کیلئے ہوگا فسون وہ بھی

لئے میری راحت کو برباد نہ کر مجھ سے شب کے آنے کا وعدہ نہ کر تیرا یہ وعدہ میری
خواب بندی کا منتر ہو جاے گا اور مجھے شب بھر نیند نہ آ ے گی مین پریشان رہون گا۔

صد رنگ گل کترنا در پردہ قتل کرنا   تیغ ادا نہین ہے پابند بے نیامی

۔۔۔ از سو سو طرح کے گل کھلاتی ہے اور پردہ مین رہ کر قتل کرتی ہے اسے ۔۔ کیوا ۔۔
۔۔ ن بات کی ضرورت نہین ہے کہ وہ بے نیام ہو تب کوئی کام کر سکے بلکہ پردہ
مین رہ کر یہ قیامت ڈہاتی ہے۔

طرف سخن نہین ہے مجھ سے خدا نکردہ   ہے نامہ بر کو اس سے دعوائے ہم کلامی

خدانخواستہ وہ مجھ سے بالمقابل ہو کر بات نہین کرتا بلکہ میرے قاصد کو اس سے
البتہ ہم کلامی کا دعویٰ ہے۔

طاقت فسانہ باد اندیشہ شعلہ ایجاد   اے غم ہنوز آتش اے دل ہنوز خامی

حالت یہ ہے کہ طاقت ایک افسانہ یاد ہو گئی یعنی طاقت طاق ہو گئی اندیشہ او
فکر مین بجلیون کا عالم پیدا ہو گیا تو کیا اے غم اب تک مجھے آگ کی ضرورت ہے اور یا دل
کیا اب تک تجھ مین خامی باقی ہو۔

ہر چند عمر گزری آزردگی مین لیکن ہی شرح شوق کو بھی جون شکوہ ناتمامی

اگر رنج و غم مین عمر گزر گئی ہے مگر شرح شوق ہنوز اس طرح ناتمام ہو جیسے کہ
شکوہ ناتمام ہے غرضکہ نہ شکوہ غم میرا پورا ہوا نہ شوق کی طرح عمر پوری ہو سکی اور عمر آزردہ
رہتے رہتے ختم ہو گئی۔

ہی یاس مین اسد کو ساقی سے بھی فراغت دریا سے خشک گزرے مستون کی تشنہ کامی

ناامیدی مین اسد کو ساقی کی بھی ضرورت نہین رہی اور اس سے بھی فارغ
ہو گیا گویا مستون کی تشنہ کامی دریا سے خشک گزر گئی۔

دہلی کے رہنے والو اسد کو ستاؤ مت بیچارہ چند روز کا یہان میہمان ہے

مرزا کا اصلی مولد و مسکن آگرہ تھا اسی بنا پر فرماتے ہین کہ اے دلی کے رہنے والو
غریب اسد کو کیون ستا رہے ہو اس کو پریشان نہ کرو غریب ہو مسافر ہو چند روز کا مہمان
ہے پھر تم کہان یہ کہان۔

گر مصیبت تھی تو غربت مین اٹھا لیتے اسد میری دہلی ہی مین ہونی تھی یہ خواری ہائے ہائے

اے اسد اگر مصیبت تھی تو پردیس مین اٹھا لیتے کوئی نہ جانتا اور کسی کو نہ معلوم
ہوتا مگر بڑی مصیبت یہ ہے کہ مین وطن مین یعنی دلی مین خوار ہوا۔ افسوس افسوس۔
مرزا نے اس خیال کو یون بھی لکھا ہے ؎

مجھکو دیار غیر مین مارا وطن سے دور
رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

دوسرے شعرا نے بھی اس خیال کو بہت ہی لطیف پیرایے مین لکھا ہے۔

کیا غم ہی اس کو جسکا علی سا امام ہو — اتنا بھی اے فلک زدہ کیوں بے حواس ہے

بالکل صاف شعر ہے چونکہ بوجہ پائمالی غزل میں سے ایک یہی شعر رہ گیا تھا لہذا لکھدیا گیا

پہلو تہی نہ کر غم و اندوہ سے اسد — دل وقف درد کر کہ فقیروں کا مال ہے

اے اسد رنج و غم سے پہلو تہی نہ کر اور دل کو نہ بچا بلکہ اس کو درد کے لئے وقف کردے کیونکہ یہ مال فقیروں کا ہے اور وقف کسی کی ملک نہیں ہوتا یعنی جہاں تک ممکن ہے رنج و غم ہر دل کی ہستی اسی لئے ہے

نظر بہ نقص گدایان کمال بے ادبی ہے — کہ خار خشک کو بھی دعوٰی چمن نسبی ہے

فقیروں کے عیوب پر نظر کرنا عین بے ادبی ہے اس واسطے کہ خار خشک اگرچہ بذاتہ کچھ بھی نہیں مگر اس کا بھی یہ دعوٰی ہے کہ میں نے بھی چمن ہی میں نشو و نما پائی تھی اور چمن سے میرا سلسلہ قرابت ہے اسی طرح فقیر بھی خدا کے بندے ہیں ان کو برا سمجھنا اور برا کہنا سزاوار نہیں ہے

ہوا وصال سے شوق دل حریص زیادہ — لب قدح پہ کف بادہ جوش تشنہ لبی ہے

وصل ہونے کے بعد دل حریص کا شوق اور زیادہ ہو گیا گویا کہ پیالہ جس کا شراب سے وصل ہو گیا اس کے جھاگ اس کے جوش تشنہ لبی کی دلیل ہیں مطلب یہ ہے کہ وصل کے بعد بھی عاشق کا جوش و خروش کم نہیں ہوتا بلکہ وہ اور بڑھتا یا بدستور قائم رہتا ہے اسی خیال کو ایک جگہ یوں ظاہر کیا ہے ؎

گر ترے دل میں ہو خیال وصل میں شوق کا زوال
موج محیط آب میں مارے ہے دست و پا کہ یوں

خوشا وہ دل کہ سراپا طلسم بے خبری ہو — جنون و یاس و الم رزق مدعا طلبی ہے

وہ دل بڑا اچھا ہے جو سراسر بے خبری کا طلسم بنا ہوا ہو نہ اسے کسی راحت کا احساس ہو اور نہ مسرت کا یہ جنون اور ناامیدی دراصل مدعا طلبی کے حیلے بہانے ہیں جب تک کہ یہ

دل میں موجود ہیں اُس وقت تک عشق کا کمال نہیں ہو سکتا۔

چمن میں کس کی یہ برہم ہوئی ہے بزم تماشا — کہ برگ برگ سمن شیشہ ریزہ حلبی ہے

چمن میں چمیلی کے پھولوں کی پتیاں دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہے کہ شیشے کے ٹکڑے ہیں اس کے بعد یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ یہ ٹکڑے شیشہ شراب کے ہیں اس پر حیرت و تعجب کے عالم میں خیال آتا ہے کہ اے میرے خدا یہ کس کی محفل برہم ہو گئی ہے کہ شیشوں کے ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں۔ قاعدہ ہے کہ بعد شراب پینے کے یا محفل برہم ہونے کے شیشہ شراب کے ٹکڑے پڑے رہ جاتے ہیں جنھیں شرابی حالت نشہ میں پھینک دیا کرتے ہیں۔ سے بزم تماشا کی برہمی کا خیال آیا ہے۔

امام ظاہر و باطن امیر صورت و معنی — علی ولی اللہ جانشین نبی ہے

یہ شعر بھی عقائد کے متعلق ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مدح میں کہا گیا ہے۔

ظاہر ہے طرز قید سے صیاد کی غرض — جو دانہ دام میں ہے سو اشک کباب ہے

صیاد نے جس صورت سے ہم کو قید رکھا اسی سے اس کی غرض ظاہر ہوتی ہے اس واسطے کہ دام میں جو دانہ ہم دیکھ رہے ہیں وہ اس اشک کی صورت میں ہے جو حالت برشتگی میں کباب سے نکلتا ہے یعنی معلوم ہوتا ہے کہ سیکڑوں ہمارے ہم جلیس اس قید میں پڑے ہیں اور کباب ہو کر رہ گئے ہیں جن کے اشک اب تک موجود ہیں گمان غالب ہے کہ یہی معاملہ ہمارے ساتھ پیش آئے گا اور ہمارے اس طرح سے قید کرنے کی غایت یہی ہے۔

بے چشم دل نہ کر ہوس سیر لالہ زار — یعنی یہ ہر ورق ورق انتخاب ہے

جب تک کہ چشم دل بینا نہ ہو اس وقت تک لالہ زار کی سیر کی تمنا نہ کر یہ سمجھ لے کہ چمن کا ہر ورق ایک ورق انتخاب ہے۔ اس کو بچشم دل دیکھ۔

ز پیچ و تاب رشتۂ شمع سحرگہی — خجلت گدازی نفس نارسا مجھے

میرا ہر نفس نارسا میرے واسطے ایسا ہو گیا ہے جیسے کہ شمع کی بتی کو صبح کے وقت ایک پیچ و تاب ہوتا ہے نفس کی تشبیہ رشتہ شمع سحرگہی کے پیچ و تاب سے نہایت بدیع ہے۔

وہان رنگہا بہ پردۂ تدبیر ہین ہنوز — یان شعلۂ چراغ ہے برگ حنا مجھے

وہان پردۂ تدبیر مین رنگینیان کی جارہی ہین اور یہان یہ حالت ہے کہ چراغ کے شعلہ کا مجھے برگ حنا پر گمان ہوتا ہے یعنی کسی تدبیر کی ضرورت نہین ہے اور ہر تدبیر میرے سے انتہی ہو رہی ہے۔

پرواز ہا نیاز تماشائے حسن دوست — بال کشادہ ہے نگہ آشنا سے مجھے

حسن دوست کے لئے پرواز بطور نیاز پیش کئے جاتے ہین اسی لئے میری نگہ آشنا جو اسکے نظارہ سے کامیاب ہے میرے واسطے بازوے کشادہ کا کام دیتے ہین۔

از خود گذشتگی مین خموشی پہ حرف ہے — موج غبار سرمہ ہوئی ہے صدا مجھے

میری از خود رفتگی اور از خود گزشتگی سے دنیا میری خموشی کے مطلب کو سمجھ گئی اور اس لئے میری خموشی پر الزام آگیا۔ یعنی سکوت داستان خوان مصیبت بن گیا۔ اسی لئے موج غبار سرمہ جو خموشی ہے وہ میرے لئے صدا بن گئی ہے۔

تا چند پست فطرتی طبع آرزو — یارب ملے بلندی دست دعا مجھے

اے خدا آرزو کی پست فطرتی طبع کا مین کب تک اور کہان تک متحمل ہون اب تو میرے خیالات کو ایسی بلندی عطا کر کہ جیسے دست دعا کو عطا کی ہے آرزو خود پست فطرت ہے یا آرزو کا پیدا کرنا پست فطرتی ہے اس واسطے مین نہین چاہتا کہ اب میرا اس سے سابقہ رہے۔

یکبار امتحان ہوس بھی ضرور ہے — اے جوش عشق بادۂ مرد آزما مجھے

اے جوش عشق تو مجھے بوالہوس تو ضرور قرار دیتا ہے اور جب مین تجھ سے طلب کرتا ہون تو یہ کہکر ٹال دیتا ہو کہ کچھ نہین یہ صرف ہوس ہو۔ مگر خیر ایک مرتبہ اس ہوس کا امتحان تو کر لے ذرا آزما کر تو دیکھ کہ میری ہوس کا درجہ بھی تو دیکھ لے۔

مین نے جنون سے کی جو اسدؔ التماسِ رنگ — خون جگر مین ایک ہی غوطہ دیا مجھے

اے اسد مین نے جنون سے جو رنگ کے لئے التماس اور تمنا کی تو اُس نے مجکو خون جگر مین ایک غوطہ دیا۔ رنگ سے تنوع معنی پیدا ہوتا ہو۔ نہ معلوم یہ چاہا تھا کہ مجھے بھی کوئی رنگ عنایت کر۔ نہ معلوم یہ خواہش تھی کہ میرا رنگ رفتہ مجھے واپس کر۔ بہرحال رنگ کے معنی کوئی خاص مقرر نہین کر سکتے۔ اس کا خون جگر مین غوطہ دینا بھی نہایت لطیف ہے ہوسکتا ہے کہ اس نے مجھے یہ رنگ عنایت کیا اور ہوسکتا ہو کہ سزا دی۔

کہون کیا گرمجوشی میکشی مین شعلہ رویان کی — کہ شمع خانۂ دل آتش مے سے فروزان کی

کیا پوچھتے ہو اس گرمجوشی کا حال جو شعلہ رویون نے حالت میکشی مین ظاہر کی ہے گرمجوشی اتنی بڑہی ہوئی تھی کہ دل کی آگ کو شراب کی آگ سے روشن کیا اور یہ انتہا گرمجوشی ہے اس شعر مین بھی دل کی آگ روشن کرنا دونون طرف منسوب ہوسکتا ہے یا یہ کہ ہماری آتش شوق کو بھڑکا دیا۔ یا یہ کہ اپنے دل کی شمع کو جلا دیا۔ میرے نزدیک قوی امکان آتش عشق کا بھڑکانا ہے اور موخرالذکر معنی مین صرف ایک مناسبت شعلہ رویون کی ہو باقی کچھ نہین۔

ہمیشہ مجکو طفلی مین بھی مشق تیرہ روزی تھی — سیاہی ہے مرے ایام مین لوح دبستان کی

مین وہ بدنصیب ہون کہ بچپن ہی سے تیرہ روزی کی مشق کرتا رہا ہون اور میرے ایام کی تیرگی اور سیاہی وہ ہو جو لوح مشق پر مکتب مین میرے مشق مین صرف ہوتی تھی اس سے مطلب صرف آتنا نکلتا ہو کہ مین بدنصیب ازلی یا بدقسمت فطری ہون۔

دریغ آہ سحر گہ کار باد صبح کرتی ہے   کہ ہوتی ہے زیادہ سرد مہری شعلہ رویانکی

افسوس کہ میری آہ گرم سحر بھی شعلہ رویوں کے دل مین کوئی گرم جوشی پیدا نہین کرتی بلکہ اس مین بھی نسیم صبح کا اثر ہے اور ان شمع رویون مین اور سرد مہری کا اثر پیدا کرتی ہے

مجھے اپنے جنونکی بے تکلف پردہ داری تھی   ولیکن کیا کرون آئے جو رسوائی گریبان کی

مین بے تکلف اپنے جنون کی پردہ داری کر رہا تھا مگر کیا کیا جائے گریبان کے رسوا ہونے کی نوبت آئی اور اسی سے مجھے بھی رسوا ہونا پڑا -

ہنر پیدا کیا ہے مینے حیرت آزمائی مین   کہ جوہر آئینہ کا ہر پلک ہے چشم حیران کی

مین نے حیرت آزمائی مین ایک ہنر پیدا کیا ہے میری چشم حیران کی ہر پلک آئینہ کا جوہر بن گئی ہے اور یہی ہنر ہے چشم حیران بمنزلہ آئینہ کے ہے اور مژگان جوہر کی طرح ہین -

خدایا کس قدر اہل نظر نے خاک چھانی ہے   کہ ہین صد رخنہ جون غربال دیوارین گلستانکی

خدایا اہل نظر کہان کہان خاک چھانتے پھرا کئے ہین اور انہون نے سیر گلستان مین کتنی خاک اڑائی ہے کہ باغ کی دیوارین چھلنی ہوگئی ہین جو ان کی کاوش نظر کا پتہ دے رہی ہین -

ہوا شرم تہیدستی سے وہ بھی سرنگون آخر   بس اے زخم جگر اب دیکھ لی شورش نمکدانکی

تہیدستی کی شرم سے وہ بھی سرنگون ہوگیا اور اس نے بھی گردن جھکا لی اے زخم جگر بس نمکدان کی شیخی دیکھ لی کہ یا آن شوراشوری یا یا ین بے نمکی - یعنی ہمارے زخم پر اس قدر نمک چھڑکا گیا کہ وہ عاجز ہوکر سرنگون ہوگیا -

بیاد گرمی صحبت برنگ شعلہ دہکے ہے   چھپاؤن کیونکہ غالب سوزش داغ نمایانکی

داغ دل صحبت ہائے گزشتہ کی یاد مین برابر شعلہ کی مانند دہکتا رہتا ہے اے غالب مین

اپنے زخم کی سوزشین کیونکر چھپاؤن اور کیسے پوشیدہ رکھون وہ چھپنے کے قابل ہی نہین
ہے دیکھنے والے دیکھ کر ہی اس کی حالت کا اندازہ کر لیتے ہین۔

نہ کھینچ اے سعی دست نارسا زلف تمنا کو ۔۔۔ پریشان تر ہے موے خامہ سے تدبیر مانی کی

اے دست نارسا کی کوشش کیون بیکار زلف تمنا کے نقش بنا رہی ہی تجھ سے یہ بن سکے گا کیا تجھے یہ معلوم نہین ہے کہ مانی ایسا چابک دست بھی اتنا عاجز ہے کہ موے قلم سے زیادہ اس کی تدبیر اس جگہ بیکار اور پریشان ہوتی ہے موے قلم سے وہ بال مراد ہین جو مصورون کے موقلم مین ہوتے ہین۔

اسد کو بوریے مین دھر کے پھونکا موج ہستی نے ۔۔۔ فقیری مین بھی باقی ہے شرارت نوجوانی کی

موج ہستی نے اسد کو بوریے مین رکھ کر پھونک دیا اس شعر مین موج ہستی کو الجھا ہوا موج بوریا کہا گیا ہے یعنی اسد کو خود اسی کی ہستی نے تباہ و برباد کر دیا اس وجہ کر وہ موج ہستی مشابہ ہے بوریا سے لہذا اسد کو بھی فقیر کہہ سکتے ہین گر موج ہستی کا اس طرح پھونکنا پتہ دیتا ہے کہ اس مین نوجوانی کی شرارت باقی ہے شرارت اور پھونکنے مین بوجہ شرر ایک مناسبت لفظی و معنوی موجود ہے نوجوانی کی شرارت سوز عشق ہے

بجز دیوانگی ہوتا نہ انجام خود آرائی ۔۔۔ اگر پیدا نہ کرتا آئینہ زنجیر جوہر کی

خود آرائی کا انجام دیوانگی ہوتا ہے مگر آئینہ نے جوہر سے ایک زنجیر تیار کر رکھی ہے جو اس جنون اور اس وحشت کی روک تھام کئے ہوئے ہے۔

غرور لطف ساقی نشۂ بیباکی مستان ۔۔۔ نم دامان عصیان ہے طراوت موج کوثر کی

لطف ساقی کے غرور نے مستون پر بیباکی کا ایک نشہ چڑھا دیا ہے اور ان کو بیباک بنا دیا ہے اب حالت یہ ہے کہ وہ طراوت موج کوثر کو صرف دامان عصیان کی نمی سمجھتے ہین یعنی کوثر کوئی چیز ہی نہین ہے ان کے دامان تر کی نمی ہے یہ غرور اور یہ سمجھنا نتیجہ ہے ساقی کے لطف کا۔ ایسا ہی یہ شعر میر درد کا ہے ؎

تردامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

مرا دل مانگتے ہیں عاریت اہلِ ہوس شاید — یہ جانا چاہتے ہیں آج دعوت میں سمندر کی

اہل ہوس عاریتاً مجھ سے میرے دل کی تمنا رکھتے ہیں اور یا چاہتے ہیں کہ سنگا ہوا اپنا دل ہیں اُن کو دیدیں تو وہ سمندر کی دعوت میں ہو آئیں۔ سمندر اگر یہاں اُس کیڑے سے مراد ہے جسے بتایا جاتا ہے کہ آگ میں پیدا ہوتا ہے تو دل کی ضرورت بلحاظ اس کی سوزناکی کے ہے اور اگر سمندر سے مراد دریا ہو تو دریا دلی کی وجہ سے دل کی ضرورت ہے مگر پہلا خیال زیادہ قرین قیاس اور درست ہے۔

اسد جز آب بخشیدن ز دریا خضر کو کیا تھا — ڈبوتا چشمۂ حیواں میں گر کشتی سکندر کی

اے اسد سوائے اس کے کہ دریا کا تھوڑا سا پانی خرچ ہو جاتا اور خضر کا کیا بگڑتا اگر سکندر کی کشتی چشمۂ حیوان میں ڈبو دیتا یعنی جب کشتی ہی ڈوبنا تھی تو آب حیوان میں کشتی ڈبوتا۔ یہاں بھی لفظ کشتی میں ایک ایہامی لطف ہے۔

ہوا ہے مانع عاشق نوازی ناز خود بینی — تکلف برطرف آئینۂ تمیز حائل ہے

معشوق کی خودی اور خود بینی کا ناز عاشق نوازی کا مانع ہو گیا ہے اور آئینۂ تمیز درمیان میں حائل ہے یعنی اس کا یہ سمجھ لینا کہ یہ عاشق ہے اور اس سے ناز پیدا ہونا گویا آئینہ حائل کا کام دے رہا ہے۔

بسیل اشک لخت دل ہے دامنگیر مژگاں کا — غریق بحر جویائے خس و خاشاک ساحل ہے

آنسوؤں کی سیل میں جو دل کے ٹکڑے بہے ہوئے چلے آتے ہیں وہ پلکوں کا دامن پکڑتے ہیں۔ گویا کہ ڈوبنے والے تنکے کا سہارا ڈھونڈ رہے ہیں۔

بہا ہے یاں تک اشکوں میں غبار کلفت خاطر — کہ چشم تر میں ہر اک پارۂ دل پائے در گل ہے

اشکون کے ساتھ اس قدر میرے دل کا غبار کلفت نکلا ہی کہ میری آنکھ سے ہر ایک
دل کا ٹکڑا جو رونے مین آنکھون تک آیا ہے کیچڑ مین پھنسا ہوا ہے یعنی ادھر غ
کلفت اور اُدھر آب اشک یہ دونون مل کر خاصی کیچڑ ہو گئی ہی۔

نکلتی ہی تپش مین بسملونکی برق کی شوخی   غرض اتبک خیال گرمی رفتار قا

برق کی شوخی جو یاد سے نکلتی ہی وہ بسملون کی تپش کے انداز مین نکلتی ہی معلوم ہوتا
کہ اس وقت تک بسملون کو گرمی رفتار قاتل کا خیال لگا ہوا ہی

رنگنے گل سے دم عرض پریشانی بزم   برگ گل ریزہ مینا کی نشانی مانگے

حال پریشانی بزم کے اظہار کے وقت رنگنے پھولون سے انکی پتیان مانگ
تاکہ اس سے شیشہ کے اُن ٹکڑون کا جو محفل مین ٹوٹنے کے بعد پڑے رہ جاتے
نقشہ کھینچکر اہل محفل کو دکھاے۔ رنگ سے مراد رنگ گل یعنی گل جو پھولون کی
پر ہی وہ یہ پتیان لیکر اُن ٹوٹے ہوے مینا ے مے کے ٹکڑون کی تصویر دکھا رہا
جو پریشانی بزم عشرت کے وقت بزم مین پاے جاتے ہین۔

آمد خط سے نہ کر خندۂ شیرین کہ مباد   چشم مور آئینۂ دل نگرانی مانگے

آمد خط کی وجہ سے خندۂ شیرین نہ کر کہین ایسا نہو کہ چشم مور بھی آئینہ دل نگرانی ط
کرنے لگے یعنی خط کے حسن پر تیرا خوش ہونا اس بات کا خوف دلاتا ہی کہ چشم مور بھی
کسی قابل نہین آئینہ دل نگرانی کیلیے طلب کرے چشم مور سے مراد بھی سبزۂ خط ہی۔

ہون گرفتار کمین گاہ تغافل کہ جہان   خواب صیاد سے پرواز گرانی مانگے

مین اس کمین گاہ تغافل مین جا کر گرفتار ہوا ہون جہان پرواز خواب ص
سے گرانی مانگ کر آرام یا ماندگی کی تمنا مین رہتا ہی پھر اس کمین گاہ کی سختی ک
ہی پوچھنا بیکار ہے جہان پرواز بھی آرام کا مستدعی اور طلبگار ہی۔

وحشت شور تماشا ہی کہ جون نکہت گل   نمک زخم جگر بال فشانی مانگے

شور تماشا کی وہ وحشت ہو کہ زخم ہی جو گل کی طرح ہو نمک زخم تہمت گل کی مانند اڑا جاتا ہے۔

دہ تپ عشق تمنا ہو کہ جون رشتہ شمع　　شعلہ تا نبض جگر ریشہ دوانی مانگے

مجھے اس تپ عشق کی خواہش ہو کہ جس مین یہ خاصیت ہو کہ شعلہ غم نبض جگر تک ریشہ دوانی کرتا چلا آئے جیسے کہ رشتہ شمع کے سوز کی ریشہ دوانی اس کی انتہا تک ہوا کرتی ہے۔

گر ملے حضرت بیدل کا خط لوح مزار　　اسد آئینہ پرواز معانی مانگے

اگر حضرت بیدل کا لوح مزار کہین مل جائے تو اسد اُسی سے آرایش معانی کے لئے آئینہ مانگے یعنی اسی سے اکتساب فیض کرے۔

سر و رفشہ گردش اگر کیفیت افزا ہو　　نہان ہر گرد باد دشت مین جام سفالی ہے

اگر نشہ گردش کا سرور کوئی کیفیت پیدا کرے تو پھر جنگل کے ہر بگولے مین ایک جام سفالی نظر آئے کیونکہ وہ بھی ہر وقت گردش مین ہو۔ مطلب یہ ہو کہ گردش کے لطف کو چونکہ تو نے نہین سمجھا اس لئے اس کے سرور سے واقف نہین۔

عروج نشہ ہی سرتا قدم قد چمن رویان　　بجائے خود وگرنہ سرو بھی مینا خالی ہے

اصل یہ ہو کہ معشوقون کا قد سر سے پاؤن تک عروج نشہ کی کیفیت پیدا کرتا ہے اور اسی سے اس کو عروج نشے کا لطف حاصل ہوتا ہو۔ ورنہ اگر قد ہی پر صرف دلکشی اور لطافت کو منحصر کہا جائے تو ہر سرو بھی ایک مینا سے خالی معلوم ہوتا ہے بات ہی کیا رہی صرف یہ فرق باعث دل کشی و بالیدگی انبساط ہے۔

ہوا آئینہ جام بادہ عکس روئے گلگون سے　　نشان خال رخ داغ شراب پرتگالی ہے

میرے محبوب کے عکس رخ سے آئینہ جام بادہ بن گیا کیونکہ وہ گلگون تھا اور شراب بھی

گلگون ہوتی ہو تو اس عکس کے پڑنے سے یہ معلوم ہوا کہ شیشہ مین شراب بھری ہو
ہوا اور اس کے خال رُخ کے عکس سے یہ گمان گزرتا ہو کہ پیالہ مین شراب پر کالی
داغ لگا ہوا ہے۔

بہ پا خامہ ہو طے رہِ وصعت کمر کیجیے — کہ تار جادہ سر منزل نازک خیالی ہے

چاہیے کہ محبوب کے وصعت کمر کی راہ کو مو قلم کے پاؤن سے طے کرین کیونکہ اس کی
سر منزل نازک خیالی کا ایک جادہ ہو لہذا بغیر پائے خامہ ہو کے طے ہونا محال ہو۔

اسد اٹھنا قیامت قامتون کا وقت آرایش — لباس نظم مین بالیدن مضمون عالی

اے اسد جب یہ محبوبان قیامت قامت آرایش کے وقت کھڑے ہوتے ہین
ایسا معلوم ہوتا ہو کہ کوئی مضمون عالی نظم کے سانچے مین ڈھل کر بڑھ گیا اور بلند سے
بلند تر ہو گیا ہے۔

مے عشرتی ہے اہل خاک کو ابر بہاری سے — زمین جوش طرب سے جام لبریز سفالی ہے

اہل زمین کالی گھٹائین دیکھ دیکھ کر سیہ مست ہو رہے ہین او
زمین خوشی اور مسرت کے جوش کی وجہ سے بھرا ہوا سفالی جام معلوم ہوتی ہو۔

اسد مت رکھ تعجب خرد ماغی ہائے منعم کا — کہ یہ نامرد بھی شیر افگن میدان قالی ہے

اے اسد اگر دولت مند کچھ خرد ماغ واقع ہوا ہو تو اس سے تعجب نہ کر تعجب
بات نہین ہو کیونکہ یہ نامرد قالین کے میدان کا شیر افگن ہو لہذا اس کو بھی خرد ماغ
ہونا چاہیے۔ قالین پر شیر وغیرہ کی تصویرین ہوتی ہین اور منعم قالین پر بیٹھتا ہو اسلئے اسکو شیر افگن کہا

نشہ مے بے چمن دود چراغ کشتہ ہے — جام داغ شعلہ اندود چراغ کشتہ ہے

نشہ ہو اور صحن باغ نہو تو وہ نشہ ایسا معلوم ہوتا ہو کہ جیسے بجھے ہوئے چراغ
دھوان ہوتا ہو اور اس صورت مین جام ایک داغ معلوم ہوتا ہو کہ جس کو شعلہ سے

کردیا ہے۔

داغ ہمدیگر مین اہل باغ گر گل ہو شہید   لالہ چشم حسرت آلود چراغ کشتہ ہے

اہل باغ ایک دوسرے سے رشک کرتے ہین اور یہ حالت ہو کہ اگر دہ مین کوئی گل شہید ہو تو لالہ اس چراغ کی جس کو بجھا دیا ہو چشم حیرت آلود معلوم ہو۔

شور ہے کس بزم کے عرض جراحت خانہ کا   صبح یک زخم نمک سود چراغ کشتہ ہے

نہ معلوم یہ کس بزم کے جراحت خانہ کے ظاہر کرنے اور پیش کرنے کی زمانہ مین دھوم مچی ہوئی ہو کہ صبح بھی ایک زخم نمک سود معلوم ہوتی ہو اور یہ زخم اس چراغ کا ہو جس کو کشتہ کر دیا گیا ہو۔ یہ لحاظ چاک کے صبح کو زخم سے اور بہ لحاظ سفیدی کے زخم نمک سود سے تشبیہ دی گئی ہو۔

نامرا جلوہ ہر حالت مین حسرت گل کرے   لالہ داغ شعلہ فرسود چراغ کشتہ ہے

وہ شخص کہ دید جلوہ سے محروم اور نامراد رہا اُس سے ہر صورت اور ہر حالت مین حسرتون کا اظہار ہوتا ہو۔ یہ چراغ کشتہ جو حالت محرومی جلوہ مین شہید کر دیا گیا اپنے داغ شعلہ فشان کا لالہ کے بھیس مین اظہار کر رہا ہے۔ اس شعر مین گل کرنا ظاہر کرنے کے معنی مین آیا ہو اور یہ صرف تناسب الفاظ کے لئے ہے۔

ہو جہان تیرا دماغ ناز مست بیخودی   خواب ناز گلرخان دود چراغ کشتہ ہو

جس جگہ کہ تیرا دماغ ناز بیخودی سے مست ہو یعنی جہان تو مست ہو کر بیخود ہو وہان معشوقون کا خواب ناز بھی بے قدر اور بے کیف ہو جائے گا۔ اور وہ خواب اس چراغ کا دھوان بن کر رہ جائے گا جو بجھنے کے بعد پریشان ہو جاتا ہو یعنی تجھے اس حالت مین دیکھنے کے بعد اُن کا خواب خواب پریشان کی صورت اختیار کرے گا۔ اور اُنکے آرام کی صورت ہی بدل جائے گی۔

ہو دل افسردہ داغ شوخی مطلب اسد   شعلہ آخر فال مقصود چراغ کشتہ ہے

اے اسدؔ میرا بجھا ہوا دل شوخی مقصد کی وجہ سے داغ ہو کر رہ گیا ہو اور شعلہ
حصول مقصود کے لئے گویا ایک فال بد ہی جس سے بدانجامی کا اظہار ہو رہا ہو آخر میں نے
شعلہ کو بھی دیکھا کہ وہ مقصد چراغ کے لئے ایک فال بد تھا جس کا انجام چراغ کا کشتہ
ہو جانا ہوا۔ ایسا ہی کچھ میرے حق میں بھی ہونے والا ہے۔ کیونکہ فال ویسی ہی ہو۔

ہنگام تصور ہوں دریوزہ گر بوسہ — یہ کاسۂ زانو بھی اک جام گدائی ہے

میں تصور محبوب کے وقت جو سر زانو بیٹھا ہوں تو گویا بوسہ کی بھیک مانگ رہا ہوں اور
یہ کاسۂ زانو میرے لئے بھیک مانگنے کا پیالہ ہو۔ چونکہ زانو پر سر جھکا کر بوسہ محبوب کا خیال
ہو اس لئے کاسۂ زانو کاسۂ گدائی ہے۔

وہ دیکھ کے حسن اپنا مغرور ہوا غالبؔ — صد جلوۂ آئینہ ایک صبح جدائی ہو

صبح جدائی سو آئینوں کا ایک آئینہ ہو۔ اسی آئینہ میں میرے محبوب نے اپنا حسن
دلکش دیکھا۔ جس سے وہ مغرور ہو گیا اور مجھ سے ملنے کے لئے اس کے دل میں انکار پیدا
ہوا صبح جدائی سے وہ صبح بھی مراد ہو سکتی ہو جو شام وصل کے بعد نمودار ہو یعنی اُس نے
اس میں اپنا حسن دیکھا اور مجھ سے جدا ہوا۔

یوں بعد ضبط اشک پھروں گرد یار کے — پانی پئے کسو پہ کوئی جیسے وار کے

اشک آنکھوں میں بھرے ہیں اور محبوب کے گرد پھر رہے ہیں گویا کہ محبوب پر وار
وار کر پانی پی رہے ہیں۔ یہ ایک رسم ہے کہ مریض پر کسی
عزیز پر وار کر پانی پی لیتے ہیں آب اشک کو پانی اور چشم پر آب کو جام سے تشبیہ دینا
مسلمات سے ہے۔

بعد از وداع یار بخوں در طپیدہ ہیں — نقش قدم ہیں ہم کف پائے نگار کے

وداع یار کے بعد ہم خون میں لوٹ رہے ہیں اور ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے کہ
اس کے مہندی لگے ہوئے پاؤں کے نقش قدم ہیں۔ چونکہ نقش قدم بھی خاک پر لوٹتا ہو

اسی افتادگی کی وجہ سے خود کو نقش قدم کہا اور چونکہ خون مین لوٹ رہی ہین اس لئے حنائی پاؤن کا نشان بتایا گیا۔

ظاہر ہے ہم سے کلفت بخت سیاہ روز — گویا کہ تختۂ مشق ہین خط غبار کے

ہم کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ بخت سیاہ کی تکلیف کس درجہ پر ہوتی ہے اور کتنی ہوتی ہے اس مصیبت کا اظہار تمام تر ہمین سے ہوتا ہے گویا کہ ہم زمانہ کے لئے خط غبار کی لوح مشق ہین (غبار سے مراد تکالیف زمانہ) اور خط غبار ایک خط بھی ہے۔ چونکہ اس لفظ مین ایہام ہے لہذا بنظر تناسب اس کو یہان صرف کیا گیا۔

حسرت سے دیکھ رہتے ہین ہم آب و رنگ گل — مانند شبنم اشک ہین مژگان خار کے

پھولون کی آب و تاب کا دور سے نظارہ کر کے حسرتین کر رہے ہین گویا کہ ہم بے بس مژگان خار کے اشک ہین۔ ع

مین ہون وہ قطرۂ شبنم جو ہو خار بیابان پر

ہم مشق فکر وصل و غم ہجر سے اسد — لائق نہین رہے ہین غم روزگار کے

غم فراق اور فکر وصل بس یہی دو کام ہین جو ہمارے لئے مخصوص ہو گئے ہین اور کوئی کام ہم سے نہین ہو سکتا۔ زمانہ کے دوسرے غم اٹھانے کی نہ ہم کو مہلت ہے نہ ضرورت ہے۔ نہ قدرت ہے ؎

عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

بہ نقص ظاہری رنگ کمال طبع نہان ہے — کہ بہر مدعا دل زبان لال زندان ہے

نقص ظاہری مین طبیعت کے کمال کا رنگ پوشیدہ ہے کیونکہ مدعائے دل نکلنے نہین پاتا اور وہ دل مین رہ جاتا ہے۔ گویا کہ زبان گنگ ایک قید خانہ ہے جو کمال طبع کو محفوظ رکھتا ہے۔ اور اس کو برباد نہین ہونے دیتا۔

خموشی خانہ زاد چشم بے پروا نگاہان ہے — غبار سرمہ یان گرد سواد سنبلستان ہے

خاموشی گویا کہ ان بے پروا نگاہ معشوقوں کی غلام خانہ زاد ہے اور غبار سرمہ سواد سنبلستان کی گرد معلوم ہوتا ہے۔ غبار سرمہ سے مراد یہی خاموشی ہے۔ سواد سنبلستان معشوق۔ سنبلستان خط رخسار۔ چونکہ سواد سرمہ یعنی خموشی کا تعلق دہن محبوب سے ہے اور دہن سبزہ سے قریب ہے اسواسطے اس خاموشی کو گرد سواد سنبلستان کہا گیا۔ چشم کو چونکہ سخن گو بھی کہا گیا ہے مگر جو معشوق کہ اپنے عجب اور بے پروائی کی وجہ سے نگاہ بھی نہیں کرتے ان کی آنکھ گویا خاموش ہے۔ اور غبار سرمہ جس کا آنکھ سے تعلق ہے وہ گویا گرد سواد سنبلستان ہے۔

زبس دوش رم آہو پہ ہے محمل تمنا کا — جنون قیس سے بھی شوخی لیلیٰ نمایان ہے

چونکہ تمنا کی محمل یعنی تمنا کی آرام گاہ رم آہو کے دوش پر ہے یعنی حالت رمیدگی میں ہے اس واسطے قیس کے جنون سے بھی شوخی لیلےٰ کا اظہار ہوتا ہے لیلی مین بذات خود رمیدگی ہے اور مجنون کی تمنا دوش رمیدگی پر ہے اس واسطے دونون مین یکسانیت ہے۔

نقاب یار ہے غفلت نگاہی اہل بینش کی — مژہ پوشیدنی ہا پردۂ تصویر عریان ہے

اہل بینش کی غفلت نگاہی نے یار کے چہرے پر نقاب ڈال دیا ہے اور اُن کا آنکھیں بند کر لینا اس تصویر عریان کا پردہ بن گیا ہے حاصل یہ ہے کہ اس کا جلوہ ہر جگہ موجود ہے مگر اس واسطے نہیں دکھائی دیتا کہ ہم لوگ خود غافل ہیں اور ہماری غفلت اُسکے جلوہ کا پردہ بنی ہوئی ہے۔

اسد بند قبائے یار ہے فردوس کا غنچہ — اگر وا ہو تو دکھلا دون کہ یکعالم گلستان ہے

اے اسد بند قبائے یار اپنی بہار کے لحاظ سے غنچۂ باغ فردوس ہے اگر وہ کھل جاسے تو مین لوگون کو دکھا دون کہ گلستان ہی گلستان کا عالم نظر آئے۔

رہا بے قدر دل در پردۂ جوش ظہور آخر — گل و نرگس بہم آئینہ و اقلیم کوران ہے

جوش ظہور کے پردے میں دل بے قدر رہا اور باوجود ظاہر ہونے کے اُس کو کسی نے نہ دیکھا گویا گل موجود ہے مگر نرگس اس کو دیکھ نہیں سکتی - اس کی مثال ایسی ہے جیسے اندھوں کی ولایت میں آئینہ گو بذات خود آئینہ سبھی کچھ ہے مگر اقلیم کوران میں کوئی اس کا پوچھنے والا نہیں ہوا اور وہ بے قدر رہا - جوش ظہور سے ویران دنیا ہو سکتی ہے -

تکلف سازِ رسوائی ہے غافل شرم رعنائی   دلِ خوں گشتہ در دستِ حنا آلودہ عریاں ہے

اے غافل رعنائی کو شرم کرنا چاہیئے - اس کا تکلف سامان رسوائی پیدا کرتا ہے تکلف سے تو مہندی لگاتا ہے اور وہ مہندی بھرا ہاتھ بتا رہا ہے کہ تونے دل کا خون بہایا ہے اور دنیا اس کو دیکھ رہی ہے - حنا آلودگی حالت خون شدگی دل کو عریاں کر کے رسوا کر رہی ہے

تکلف برطرف خوابِ زلیخا جمع کر ورنہ   پریشاں خوابِ آغوشِ وداعِ یوسفستاں ہے

تکلف کو چھوڑ اور ایک خواب زلیخا کے خواب کی طرح حاصل کر ورنہ اصل بات یہ ہے کہ خواب پریشان یوسف کے وداع کا آغوش ہو جاوے گا - پریشانی کو کشادگی سے تعبیر کر کے آغوش وداع جو کشادہ ہوتی ہے قرار دیا گیا ہے - حاصل یہ ہے کہ دل جمعی حاصل کر ورنہ یوسف مقصود کا پانا محال ہے -

اسد جمعیتِ دل در کنارِ بیخودی خوشتر   دو عالم آگہی سامانِ یک خوابِ پریشاں ہے

اے اسد تمام جمعیت دل بیخودی کی گود میں اچھی معلوم ہوتی ہیں گویا کہ یہ زمانہ بھر کی آگاہی اور ہوشیاری ایک خواب پریشان کے واسطے پیدا ہوئی ہیں -

عاشق نقابِ جلوۂ جانانہ چاہیے   فانوسِ شمع کو پرِ پروانہ چاہیے

عاشق کو جلوۂ محبوب کا نقاب ہونا چاہیے اور اپنے معشوق کے جلوہ پر فور اس طرح چھا جانا چاہیے جس طرح کہ جہاں شمع ہو وہاں پروانوں کے پر سے فانوس بنانا زیادہ مناسب ہوتا ہے -

پیدا کریں دماغ تماشائے سرو و گل — حسرت کشوں کو ساغر و مینا نہ چاہیئے

حسرت کشوں کو ساغر و مینا کی ضرورت نہیں ہے اور اس کی حسرت نہ کرنا چاہیئے بلکہ سرو و گل کے دیکھنے کے لئے جگر پیدا کریں اس واسطے کہ خود سرو بجائے مینا کے اور گل بجائے ساغر کے ہو اور یہی ان کی سرور کا باعث ہو جائیں گے۔

دیوانگان ہیں حامل راز نہان عشق — اے بے تمیز گنج کو ویرانہ چاہیئے

عشق کے راز اور رموز پوشیدہ کے حامل دیوانے ہیں اور کیوں نہ ہوں اسواسطے کہ خزانہ ہمیشہ ویرانوں میں دفن کیا جاتا ہے دیوانے بمنزلہ ویرانے کے ہیں اور راز نہان عشق بمقابلہ خزانے کے ہیں۔

ساقی بہار موسم گل ہے سرور بخش — پیمان سے ہم گزر گئے پیمانہ چاہیئے

اے ساقی موسم گل کی بہار سرور افزا ہے اگرچہ ہم نے ترک شراب نوشی کا عہد کر لیا تھا مگر اب ہم کو پیمان کی ضرورت نہیں ہم پیمانہ چاہتے ہیں۔

ہاتھ پر گر ہاتھ مارے یار وقت قہقہہ — کرمک شب تاب آسا مہ پر افشانی کرے

اگر میرا دوست قہقہہ مار کر ہاتھ پر ہاتھ مارے جیسا کہ دستور ہے کہ قہقہہ کی ہنسی ہنس کر ہاتھ پر ہاتھ مارا کرتے ہیں تو اس کے اثر سے چاند کرم شب تاب کی طرح پر افشانی کرنے لگے اور تڑپ کی صورت اس میں پیدا ہو جائے۔

وقت اس افتادہ کا خوش جو قناعت سے اسد — نقش پائے مور کو تخت سلیمانی کرے

وقت اس افتادہ کا خوش۔ فارسی کے محاورے کا ترجمہ ہے جیسے عرفی ایک شعر میں کہتا ہے کہ

وقت عرفی خوش کہ نگشودند چون در بر رخش
بر در نگشودہ ساکن شد در دیگر نزد

بن گئے ۔ اے اسد وہ شخص بڑا اچھا جو قناعت کر کے ایک جگہ پڑ رہے اور
مور کو تخت سلیمان سمجھے نقش پائے مور بوجہ افتادگی زمین سے کہا گیا ہے۔

ریزشہائے استقبال ناز   نامہ خود پیغام کو بال پر پرواز ہے

خامہ (وہ آواز جو لکھنے کے وقت قلم سے نکلتی ہے) صریر خامہ نہیں ہے بلکہ
زکی ایک ریزش اور بارش ہے یعنی نامہ خود پیغام کا استقبال کرتا ہے اس
یا نامہ خود پیغام کے لئے پر پرواز بن جاتا ہے۔ نامہ کی تشبیہ بوجہ اس بسط
کے پر پرواز سے دی گئی جو اس میں موجود ہے۔

اضطراب نجامی الفت نپوچھ   نال خامہ خار پیراہن آغاز ہے

پوچھ کہ محبت والفت کی سرنوشت میں آخر آخر میں کس قدر اضطراب بیقراری
ہے گویا کہ نال خامہ سوت جو قلم کے جوف سے قلم بناتے وقت نکلتا ہے
خامہ یا خود نے خامہ پیراہن آغاز محبت کے لئے کانٹوں کا کام دیتا ہے یعنی
لکھتے ہوئے قلم کا سوت یا خود قلم آغاز محبت کے لئے کانٹے ہیں جو بے قرار
ے۔

ار کو جز وحشت مجنون اسد   بسکہ لیلائے سخن محمل نشین راز ہے

مجنون کی وحشت کے سوا کوئی اس کی شوخی کا اظہار نہیں کر سکتا کیونکہ لیلائے سخن راز
میں پوشیدہ ہے لہذا پہلے مجنون کی سی وحشت پیدا کی جائے تب اس شوخی کا
ہو سکتا ہے۔

یست مخمل ہو پریشاں مجھ سے   رگ بستر کو ملی شوخی مژگاں مجھ سے

خواب مخمل سے مراد ہے مخمل کا یکساں اور ہموار ہونا یہ بھی بالکل خواب سبزہ کی طرح ہے
لے گرنے ہموار ہونے اور کو سبزہ خوابیدہ کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بستر مخمل میری وجہ سے
ہے اور رگ بستر کو میں نے شوخی مژگاں عنایت کر دی ہے گویا کہ ہر ایک ریشہ مخمل

ایک تر مژگان ہوگیا ہو جو بے خوابی کی وجہ سے باز ہو ۔ چونکہ بار بار شب ہجر میں کروٹیں بدلی ہیں اور پریشان رہا ہوں لہٰذا مخمل کی بھی نیند اڑ گئی ۔ اور رگ بستر مژگان ہوگئی ۔ ایسا ہی شعر ہے جو مرزا معز فطرت نے کہا ہے ؎

زبس دادم بکف سر رشتہ آشفتہ حالی را
رگ خواب پریشان کردہ ام خوابِ خیالی را

کنج تاریک و کمین گیری اختر شمری　　　　عینک چشم بنا روزن زندان مجھ سے

میں قید ہوں اور زندان کے ایک تاریک گوشہ میں روزن دیوار زندان سے تمام رات فراق کے تارے گن رہا ہوں گویا کہ روزن زندان کو میں نے عینک چشم بنا دیا

اے تسلی ہوس وعدہ فریب افسوں ہے　　　　ورنہ کیا ہو نہ سکے نالہ بساماں مجھ سے

اے میری تسلی دل چونکہ مجھے اپنے محبوب سے ابھی وعدہ کی ہوس ہے بس وہی فریب وعدہ میرے واسطے افسون بنا ہوا ہے اور میں خاموش ہوں ورنہ کیا مجھ سے ایک ایسا نالہ نہیں ہوسکتا جو تمام تر ساماں میرے واسطے مہیا کرے ۔

بستن عہد محبت ہمہ نادانی تھا　　　　چشم نکشودہ رہا عقدۂ پیماں مجھ سے

عہد محبت کا باندھنا سراسر میری نادانی پر مبنی تھا اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکلا بلکہ وہ گرہ جو پیمان محبت کے وقت باندھی گئی تھی وہ ایک چشم ناکشودہ ہو کر رہی یعنی یار مجھے آنکھ کھول کر بھی نہ دیکھا اور بیکار ثابت ہوئی ۔

اے اسد دستہ ہی صلۂ تمنا معلوم　　　　کاش ہو قدرت برچیدن داماں مجھ سے

اے اسد مجھے تمنائی [illegible] معلوم ہوتی ہیں خدا کرے کاش ایسا ہو کہ بے تعلقی کی قدرت پیدا ہو جائے [illegible] میری تمنا ہے مقصد کو تو پہونچنگی نہیں چاہتا یہ ہوں کہ [illegible] قدرت پیدا ہو جائے [illegible] ہو جائے ۔

نگہ گرم سے اک آگ ٹپکتی ہے اسدؔ — ہے چراغان خس و خاشاک گلستان مجھ سے

اے اسد میری نگاہ گرم سے آگ برس رہی ہے اور میری وجہ سے تمام خس و خاشاک گلستان مین چراغان معلوم ہوتا ہے یعنی جدھر نگاہ گرم سے دیکھتا ہون آگ لگ جاتی ہے

زلف شب درمیان وا دن نہین ممکن دریغ — ورنہ صد محشر بہ رہن صافی رخسار ہے

زلف کو ایک رات فرض کیا اور رخسار کو صبح محشر کہا اسی بنا پر شعر کے یہ معنی ہین کہ زلف کی رات گزارنا اور اس رات کو چھوڑ جانا ممکن نہین ہے ورنہ اس کے رخسار کی صفائی مین سیکڑون محشر رہن اور پوشیدہ ہین۔

دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ رات گزرنے کے بعد دن آتا ہے اور دن گزرنے کے بعد رات آتی ہے لہذا کہتے ہین کہ افسوس ہے تو اتنا ہے کہ ہم اپنے محبوب کی زلف کی رات کو ہر محشر کے دن کے درمیان مین نہین ڈال سکتے کہ دن گزرے اور فوراً یہ رات آجائے ورنہ اس کی صفائی رخسار سے سیکڑون قیامتین پیدا ہوسکتی ہین کہ ایک حشر گزرا اور یہ شب زلف درمیان مین آئی پھر دوسرا حشر صفائی رخسار گزرا پھر شب زلف درمیان مین آگئی۔ اسی طرح صد محشر پیدا ہوسکتے ہین۔

در خیال آباد سودائے سر مژگان دوست — صد رگ جان جادہ آسا وقف نشتر زار ہے

گویا مژگان دوست کا سودا اور خیال ایک شہر ہے جس کا نام خیال آباد ہے اس مین راستے اور سڑکین رگ جان کی بنی ہین جہان نشتر زار ہی نشتر زار ہین مطلب یہ ہے کہ خیال مژگان دوست مین رگ ہائے جان مین سیکڑون نشتر زار چھپے ہوئے ہین۔

بسکہ ویرانی سے کفر و دین ہوئے زیر و زبر — گرد صحرائے حرم تا کوچۂ زنار ہے

چونکہ ویرانی کی وجہ سے کفر اور دین سب کے سب زیر و زبر ہو گئے ہین تو آج یہ حالت ہے کہ صحرائے حرم کی گرد زنار کے کوچہ تک پائی جاتی ہے مطلب

یہ ہے کہ زمانہ کے انقلاب نے اس قدر ابتری پھیلائی کہ آج کفر و اسلام یکسان ہو کر رہ گئے ہین۔

اے سر شوریدہ ناز عشق و پاس آبرو   یک طرف سودا و یک سو منت دستار ہے

اے سر شوریدہ ادھر تو عشق کا ناز ہے اور ادھر حفظ آبرو کا خیال ہے یہ تو بالکل وہی بات ہوئی کہ ایک طرف تو پگڑی بچانے کی فکر ہے اور ایک طرف سر مین سودا بھی رکھنا ہے۔

غالب
سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی
عبادت برق کی کرتا ہون اور افسوس حاصل کا

وصل مین دل انتظار طرفہ رکھتا ہے مگر   فتنہ تاراج تمنا کے لئے درکار ہے

دل کو وصل محبوب مین بھی ایک انتظار ہے اور یہ انتظار کچھ عجب انتظار ہے ظاہر اسوقت تو کسی انتظار کی ضرورت ہے نہین بس ہے تو یہی ہے کہ تاراج تمنا کے لئے کسی فتنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔

خانمان ہا پائمال شوخی دعوی اسد   سایۂ دیوار سیلاب در و دیوار ہے

اے اسد بہت سے گھر ہین جنھین شوخی دعوی نے پامال کر دیا ہے یہ سمجھے کہ سایۂ دیوار اس بارہ مین در و دیوار کے لئے سیلاب کے مانند ہے جو اُس کو تباہ و برباد کر دیتا ہے

محبت طرز پیوند نہال دوستی جانے   دویدن ریشہ سان مفت رگ خواب زلیخا ہے

محبت نہال دوستی کا طریق پیوند جانتی ہے یعنی محبت ایک ایسی چیز ہے جو نہال دوستی کے پیوند کا طریقہ جانتی ہے۔ خواب زلیخا کے لئے دوڑنا اور ریشہ دوانی کرنا بالکل آسان ہے یعنی رگ خواب زلیخا کا اثر یوسف تک پہونچتا ہے۔

نشاط دیدۂ بینا ہے کو خواب ہے بیداری   بہم آوردہ مژگان بوسہ روے تماشا ہے

یعنی خواب ہو یا بیداری ہو چشم بینا کے لئے دونون ایک ہین اور وہ دونون سے فائدہ حاصل کرتی ہی گویا اگر چشم حقیقت بین بند ہوتی ہو تو اس بند ہونے مین اسکی پلکون کا ملنا دوسے تماشہ کا بوسہ لینا ہو مژگان کے ملنے کو بوسۂ دوسے تماشہ اسلئے کہا گیا کہ اس مین بھی منہ اور رخسار ملتے ہین۔

نگہ معمار حسرتہا چہ آبادی چہ ویرانی   کہ مژگان جس طرف وا ہو بکف داما ن صحرا ہے

میری نگہ شوق حسرتون کی معمار ہو یعنی برابر حسرتون کی عمارتین بناتی چلی جاتی ہو خواہ وہ آبادی ہو خواہ ویرانی ہو۔ کچھ بھی ہو اور حالت یہ ہو کہ جس طرف ہم نظر اٹھا کر دیکھتے ہین دامان صحرا ہی نظر آتا ہے جسے بسانے اور آباد کرنے کی ضرورت ہو۔

ز سودِ آبلون مین گر سرشک دیدہ نم سو   بہ جولانگاہ نومیدی نگاہ عاجزان پا ہے

معصیبت یہ ہے کہ دیدۂ نم کے آنسو آبلے ہین جنکی وجہ سے نگاہ سو گئی ہے یعنی یہی آنسوؤن کا پانی نگاہ کو ساتھ لیکر آبلون مین آرام کر رہا ہو اگر ایسا نہو تو میدان ناامیدی مین عاجزون کی نگاہ پاؤن کا کام دیتی ہو۔ اور وہ اس میدان کی اسی پاؤن سے تگ و دو کرتے رہتے ہیں۔

بہ سختی ہاے قید زندگی معلوم آزادی   شرر در بند دام رشتۂ رگہاے خارا ہے

زندگی کی قید کی سختیون سے جیتے جی آزادی محال اور ناممکن ہو تم شرر کو دیکھئے کہ وہ رگ سنگ (وہ لکیرین جو پتھر مین ہوتی ہین) کے تاگون کے جال مین جکڑا ہوا ہو اور آزاد نہین ہو سکتا۔ اسی طرح کوئی شخص جیتے جی سختی کی قید سے آزادی نہین پا سکتا۔ ایک جگہ فلسفیانہ طریق سے کہتے ہین ؎

قید حیات و بند غم اصل مین دونون ایک ہین
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پاے کیون

اسدؔ یاس تمنا سے نہ رکھو امید آزادی   گداز آرزوہا آبیار آرزوہا ہے

اے اسد یہ نہ سمجھنا کہ تمناؤں سے مایوس ہونے کے بعد آزادی حاصل ہو جائے گی اور اب کوئی تمنا پیدا نہ ہو گی یہ سمجھ لے کہ یہ آرزوئیں جو گذار پا کر پانی ہو تی ہیں یہ آرزوؤں کی آبیاری کر رہی اور ان کو سینچ رہی ہیں لہذا جتنی مایوسی ہو گی اور زیادہ آرزوئیں پیدا ہوں گی۔

بہ ذوق شوخی اعضا تکلف بار بستر ہے　　معاف پیچ و تاب کشمکش ہر تار بستر ہے

شوخی اعضا کے ہوتے تکلف بستر کے لئے بار معلوم ہوتا ہے میرے بستر کے ہر تار کے لئے کشمکش اور پیچ و تاب معاف ہے یعنی میری تڑپ نے میرے ہر تار بستر کو کشمکش اور پیچ و تاب کے لئے مجاز کر دیا ہے۔

مژہ فرش رہ و دل ناتوان و آرزو مضطر　　بہ پائے خفتہ سیر وادی پر خار بستر ہے

حالت یہ ہے کہ پلکیں فرش راہ بنی ہوئی ہیں۔ دل ناتوان ہے اور بڑا ہوا ہے آرزو بیقرار ہو تو اس صورت میں میرا بستر میرے پائے خفتہ کے واسطے وادی پر خار ہے جس کی پائے خفتہ سے سیر کر رہا ہوں۔

ہو سکے کیا خاک دست و بازوئے فرہاد سے　　بیستون خواب گران خسرو پرویز ہے

بھلا اس صورت میں فرہاد کے دست و بازو سے کیا کام ہو سکتا ہے کہ خسرو پرویز شیرین کے ساتھ اپنی خواب گران میں مشغول ہو گویا کہ یہ بیستون پرویز کی نیند ہے جو پہاڑ کی صورت میں فرہاد کے سامنے ہے ایسی حالت میں اس کے ہاتھ پاؤں کیا کام کر سکتے ہیں۔

ان ستم کیشوں کے کھائے ہیں تیر بس تیر نگاہ　　پردہ بادام یک غربال حسرت بیز ہے

یہ جو کہ ہم نے ان معشوقوں کے سیکڑوں ہزاروں تیر نگاہ کھائے ہیں تو اسی سے آج یہ کیفیت ہو گئی بادام کا پردہ یعنی چھلکا ایک حسرت بیز چھلنی بن کر رہ گیا ہو گویا بادام کے چھلکے کے سوراخ زخم ہیں جو نگاہوں کے تیر سے پیدا ہوئے ہیں۔

ن ہی جادہ مانند رگ سودائیان — سبزہ صحرائے الفت نشتر خونریز ہے

ہت کا جادۂ راہ سودائیوں کی رگ کی [illegible] گیا ہے
ا سبزہ ایک خونریز نشتر ہے جو برابر خونچکانی کر رہا ہے یہاں محبت کی
ہ کا بیان مقصود ہے جو ایک تشبیہی صورت میں بیان ہوا ہے

ل دیکھ کے یار یاد آیا اسد — جوشش فصل بہاری اشتیاق انگیز ہے

فصل بہار کے رنگ یعنی اس کی رونق اور تر و تازگی دیکھ کر دوست کا
ا چہرہ یاد آیا حاصل یہ ہے کہ فصل بہار نہایت ہی جوش انگیز اور ولولہ
خیز ہے۔

ریز رو گلون [illegible] — یا شکست رنگ گل جنبش مہمیز ہے

بہار نہایت تیزی کے ساتھ خوشبوئے [illegible] سوار ہو کر چلی جا رہی ہے
ت رنگ گل سے سیکڑوں جنبش مہمیز کا اثر پیدا ہوتا ہے مہمیز ایڑھ [illegible]
کانٹے کو کہتے ہیں۔

آسا کو مجال سبحہ گردانی کسے — ہے شعاع مہر زنار سلیمانی مجھے

سبحہ گردانی اور تسبیح پڑھنے کا شوق تسلیم ہی کو [illegible] اس کی
نہیں ہے بلکہ شعاع آفتاب میرے لیے زنار سلیمانی ہے۔ زنار سلیمانی اُس
کہتے ہیں جو چہروں پر باریک باریک لکیریں ہو آتی ہیں یعنی زنار سلیمانی
رے واسطے شعاع آفتاب کا کام دے رہا ہے۔

ل تصویر ہوں بیتاب اظہار تپش — جنبش بال قلم جوش پریشانی مجھے

ہیں بلبل تصویر ہوں کہ اپنے سوز و تپش کے ظاہر کرنے کے واسطے بیتاب
ا قلم کی وہ جنبش جو میرے کھینچنے اور بنانے میں ہوتی ہے میرے لیے ایک

جوشِ پریشانی ہے۔ یعنی اُسی سے میری پریشانی کا اظہار ہوتا ہے۔

واکیا ہرگز نہ میرا عقدۂ تارِ نفس　　ناخنِ بُریدہ ہے تیغِ صفاہانی مجھے

میرے تارِ نفس کی گرہ اس سے کھل نہیں سکی یعنی یہ میری زندگی کی گتھی کو نہیں سلجھا سکی اس لیے میں تیغ اصفہانی کو ایک ناخن بریدہ کی مانند سمجھتا ہوں جو سراسر بیکار ہے۔

جو غزل ذیل میں لکھی جاتی ہے یہ غالب کی ایک ایسی غزل ہے جو بعض مطبوعہ پرچون میں خود انھین کے نام سے چھپ چکی ہے اور بعض بیاضون میں بھی انھی کے نام سے پائی جاتی ہے چنانچہ میرے پاس جو دو بیاضین قلمی قدیم موجود ہیں اُن میں یہ غزل غالب ہی کے نام سے ہے مگر نہ مطبوعہ دیوان میں اس کا کہین نام ونشان ہے اور نہ حمیدیہ نسخے میں اس کا کوئی پتہ چلتا ہے اور جہان تک میرا اندازہ ہے اسکے لیے میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ غزل غالب کے تخیل سے کوئی نسبت رکھتی ہے مگر میں بغیر کسی قسم کی صحیح رائے کے اظہار کے اور غزلوں کے ساتھ اس کی بھی شرح کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ اگرچہ بادی النظر میں اس کی شرح کی کوئی خاص ضرورت اور احتیاج نہیں دیکھتا۔ مگر چونکہ میرا اصول شرح یہ رہا ہے کہ کسی شعر کو یہ کہکر نہ چھوڑا جائے کہ بالکل صاف شعر ہے اس واسطے اس کا لکھنا ہی زیادہ مناسب ہے۔

بتائیں ہم تمھارے عارض و کاکل کو کیا سمجھے　　اسے ہم سانپ سمجھے اور اُسے من سانپ کا سمجھے

تم ہم سے پوچھتے ہو کہ تم ہمارے رخسار اور زلفون کو کیا سمجھتے ہو تو خیر تو بتاتے ہیں۔ اسے یعنی زلف کو ہم سانپ سمجھے ہیں اور اسکو یعنی عارض کو سانپ کا من سمجھے ہیں اس شعر میں غیر مرتب لف ونشر کی ایک صورت پائی جاتی ہے۔

یہ کیا تشبیہ بیہودہ ہے کیوں موذی سے نسبت دیں　　ہما عارض کو اور کاکل کو ہم ظلِ ہما سمجھے

یہ چونکہ پہلے شعر میں عارض کو سانپ کے من سے اور کاکل کو سانپ سے تشبیہ

نے چکے ہین لہذا بار کرکے کہتے ہین کہ استغفر اللہ یہ ہم نے کیا تشبیہ ذی روح کی
سے تشبیہ دینا بری بات ہے۔ لہذا عارض ماہ ہے اور کاکل ہما کا سایہ ہے
ہما ایک مشہور مبارک جانور ہے جس کے سر پر ہما کا سایہ پڑے اس کے
لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بہت نصیبہ ور ہوگا۔

سمجھے
غلطی ہی کر کر تشبیہ اوس طائر کو ... لے رنگ ... اور سنبل کی جٹا

جیسا کہ پہلی تشبیہ کو معیوب قرار دیکر رد کر دیا تھا اسی طرح اس تشبیہ
نے بھی گر گیا ہے اور کہتے ہین کہ یہ کیا غیرت ہوئی وہ ہما کیا کچھ بھی کیون نہ ہو
ایک جانور سے تشبیہ دینا معیوب ہے بلکہ اس کا رخسار برگ سمن ہے اور اس کی
زلف سنبل کی جٹا ہے۔

سمجھے
تا بات زمین کو کیا نسبت ... لے برق اور اسے ہم کالے ساون کی گھٹا

جی نہ مانا اور یہ تشبیہ کہ رخسار چنبیلی کے پھول کی پتی اور زلف سنبل کی جٹا ہے
پسند طبع نہ ٹھہری تو مجبور ہو کہا کہ نہین گھاس پھونس سے ایسی عمدہ چیزون
کو کیا نسبت دی جائے بلکہ اس کے رخسار اپنی درخشانی اور صفائی کی وجہ سے
برق ہین اور اس کی زلفین ساون کی کالی گھٹا ہین۔

گھٹا اور برق سے کیونکر گھٹا کر انکو نسبت دین ... لے ظلمات اسے ہم چشمۂ آب بقا سمجھے

مگر گھٹا اور برق رتبہ مین ایسے کہان ہین ان سے نسبت دینا تو ان کے
رتبہ کو کم کر دینا ہے بلکہ ہمارے نزدیک اس کی زلفین ظلمات ہین اور رخسار
چشمۂ آب بقا ہین۔

سمجھے
جو کہئے یہ فقط مقصود تھا خضر و سکندر سے ... ید بیضا اسے اور اسکو موسیٰ کا عصا

یہ ظلمات اور آبحیات چونکہ خضر و سکندر سے متعلق ہین لہذا یہ کہنا بھی فضول ہے
ہم رخسار کو ید بیضا سمجھتے ہین اور زلف کو بوجہ لمبائی کے موسیٰ کا عصا جانتے ہین۔

جو اس تشبیہ سے بھی داغ ان دونوں کو آتا ہو — اسے وقت نماز صبح اور اسکو عشا ٹھہرے

پھر کہتے ہیں کہ یہ بھی ٹھیک نہیں بلکہ ہم رخسار کو صبح کی نماز کا وقت … ہیں کیونکہ وہ روشنی میں ان سے مشابہ ہیں اور زلف کو نماز عشا کا وقت … ہیں کیونکہ وہ تاریکی میں اسی سے مشابہ ہے۔

جو یہ نسبت پسند خاطر والا نہو تو پھر — اسے قندیل کعبہ اسکو کعبہ کی ردا ٹھہرے

اور اگر یہ نسبت بھی آپ کو پسند نہو تو ہم رخسار کو قندیل کعبہ … زلف … کو کعبہ کی ردا یعنی چادر کعبہ کہیں گے۔ ردائے کعبہ بوجہ سیاہی کے کہا گیا۔

اسد ان ساری تشبیہوں کو دور کر کے یہ کہتا ہے — سویدا اس کو سمجھے اسکو ہم نور خدا سمجھے

یہ ساری تشبیہیں بیکار سی ہیں ہم ان تشبیہوں کو ترک کر کے کہتے ہیں کہ اُس کی زلف کی سیاہی سویدائے دل ہے اور اُس کے رخسار کا نور نور خدا ہے اگرچہ اس غزل میں مرزا کا رنگ طبعی بالکل نہیں پایا جاتا۔ مگر … کی مدح دیکھتے ہوئے اور اُن تشبیہوں پر نظر … ہوئے … اُن سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ اصل میں … وہ جو چھوٹتے … کے حکم سے یا خاطر احباب سے کہتے تھے اور جب یہ مسلم ہے تو پھر اسے بھی مرزا سے منسوب کرنا ہی پڑے گا۔

نسیم صبح جب کنعان میں بوئے پیرہن لائی — پئے یعقوب ساتھ اپنے نوید جان و تن لائی

یہ تلمیح ہے قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف کہتے ہیں کہ نسیم صبح جب مصر کی طرف سے خوشبوئے پیراہن یوسف لیکر کنعان میں آئی تو گویا پدر مفارقت زدہ یوسف کے لئے جان و تن کے زندہ کرنے کی خوشخبری ساتھ لیکر آئی

وقار ماتم شب زندہ دار ہجر رکھنا تھا — سپیدی صبح غم کی دوش پر رکھکر کفن لائی

عاشق جو شب فراق مین رات بھر جاگتا رہا گویا اس کا وقار باتر قائم رکھنے کے لئے صبح غم کی سفیدی اپنے کاندھے پر اس کو دفن کرنے کے لئے کفن لیکر آئی یہ ایک نازک تخیل ہے۔

زآفت گاہ صحرائے ازل تا عرصۂ امکان مگر روح روان فتراک مین رنج و محن لائی

صحرائے ازل ایک آفت گاہ تھا جہاں آفتون اور بلاؤن کا ہجوم تھا تو اس آفت گاہ ازل سے ہماری روح روان رنج و محن اپنے فتراک آشکار مین باندھ کر لائی اور میدان دنیا تک وہی ساتھ لئے ہوئے چلی آئی۔

شہید جلوۂ منصور ہو انداز رسوائی مصیبت پیشگی مدعا دار و رسن لائی

انداز رسوائی منصور کے جلوہ کا شہید اور دلدادہ ہے یعنی انداز رسوائی منصور کا عاشق اور قدردان ہو اسی لئے مدعا کی مصیبت پیشگی اس کے واسطے دار و رسن لیکر آئی مصیبت پیشگی مدعا یہ کہ مدعا ہمیشہ کوئی نہ کوئی مصیبت پیدا کرتے۔

وفا دامن کش پیرایۂ ہستی ہے غالب کہ پھر نزہت گہ غربت سے تا حد وطن لائی

وفا اس ہستی کا دامن کھینچ رہی ہے یہی وہ ظالم ہے کہ ہم کو غربت کی نزہت گاہ سے کھینچکر پھر وطن مین لے آئی۔

غزل

وفا جفا کی طلبگار ہوتی آئی ہے ازل کے دن سے یہ اے یار ہوتی آئی ہے

وفا ہمیشہ سے خود ظلم و ستم کی طلبگار رہی ہے گویا کہ ازل کے دن سے یہ رسم جاری ہے اور برابر یہی بات ہوتی چلی آئی ہے۔ یعنی جب کسی پر جفا ہوئی وہ اس کی وفا کے سبب سے ہوئی۔

جواب جنت بزم نشاط جانان ہے مری نگاہ جو خونبار ہوتی آئی ہے

مین بزم نشاط دوست سے روتا ہوا آیا ہون - اور میری یہ نگاہ خونبار سینہ بزم نشاط کا جواب ہے یعنی اس کی بزم نشاط کا جو جنت کی مانند ہے میری نگاہ جو خونفشانی سے سراپا بہار معلوم ہوتی ہے جواب بن گئی ہے -

نوے جوش جنون وحشیو مبارکباد بہار ہاے نظارہ ہوتی آتی ہے

اے وحشیو جوش جنونکا نوتم کو مبارک ہو - وحشت کے بڑھنے کا تمھارے واسطے سامان پیدا ہوگیا کیونکہ بہار نظر دن کو تفرح بخشتی ہوئی آپہونچی -

دل و دماغ وفا پیشگان کی خیر نہین جگر سے آہ شرربار ہوتی آتی ہے

اب وفا پیشہ لوگوں کے دل اور دماغ کا خدا ہی حافظ ہے وہ بغیر جلے نہین رہ سکتے اس لئے کہ ان کی آہ جگر سے شرربار ہوتی چلی آرہی ہے -

یونہی افزایش وحشت کے جو سامان ہونگے دلکے سب زخم بھی ہمشکل گریبان ہونگے

اگر وحشت کے بڑھنے کے یہی سامان ہوتے رہے جیسے کہ اب ہین تو مجھے امید ہے کہ میرے دل کے تمام تر زخم بھی ایسے ہی چاک ہو جاوینگے جس طرح کہ گریبان چاک ہو رہا ہے -

وجہ مایوسی عاشق ہے تغافل اُن کا نہ کبھی قتل کرینگے نہ پشیمان ہونگے

اگر وہ تغافل نہ کرتے اور بالکل انجان نہ بن جاتے تو ایک قسم کی امید بھی تھی مگر اُن کے اس تغافل نے بالکل مایوس کر دیا اب تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کبھی قتل ہی نہ کرین گے اور جب قتل ہی نہ کرینگے تو پھر پشیمانی کیسی

دل سلامت ہے تو صدمونکی کمی کیا ہمکو ایسے ایسے تو بہت جان کے خواہان ہونگے

اگر دل سلامت رہا تو صدمون کی ہم کو کیا کمی ہے یہ کم بخت روز ایک نیا قاتل پیدا کرے گا اور اُن کے ایسے بہت سے جان کے خواہان پیدا ہو جائینگے

منتشر ہو کے بھی دل جمع رکھینگے یعنی　　ہم بھی اب پیروِ گیسوئے پریشاں ہونگے

باوجود پریشان ہونے کے بھی اب دل جمعی کی صورت کو ہاتھ سے نہ دین گے
ہم بھی اب انھین کے گیسوئے پریشان کا اتباع کرینگے جب کہ وہ باوجود پریشانی
اس کے جمع رہتے ہین۔

گردشِ بخت نے مایوس کیا ہے لیکن　　اب بھی ہر گوشۂ دل مین کئی ارمان ہونگے

نصیبے کی گردش نے ہم کو بالکل پریشان کر دیا ہے اور اب اس قابل نہین رکھا
ہے کہ ہم کو کوئی ارمان ہو۔ پھر بھی ہمارے یہان ارمانون اور حسرتون کی اس قدر
فراوانی ہے کہ آج بھی دل کے گوشون مین اگر تلاش کی جائے تو ہر گوشہ مین کچھ
کچھ ارمان نکل ہی آئینگے۔

ہے ابھی خون سے فقط گرمیٔ ہنگامۂ اشک　　پر یہ حالت ہے تو نالے شرر افشان ہونگے

ابھی تو یہ ہے کہ ہنگامۂ اشک کی گرمیٔ بزم صرف خون ہی کی وجہ سے ہے
یعنی ابھی تو یہ ہے کہ آنکھون سے خون آتا ہے مگر یہی حالت رہی تو نالے شرر فشان
سینے سے نکلین گے اور وہ گرمیٔ ہنگامہ پیدا کرینگے۔

توڑ کر عہدِ وفا آشنا تنفر ہے سب　　تجھ سے بے مہر کم اے عمر گریزاں ہونگے

اے عمرِ فانی تو نے ہم سے عہد وفا باندھا تھا اب اس قدر نفرت سے کر
ہم سے نفرت کرتی ہوئی جدا ہو رہی ہے اور چلی جا رہی ہے ہائے اے عمرِ فانی تو
بھی بے مروت بڑی بے وفا ہے۔ دنیا مین تجھ سے بے مہر کم ہونگے۔

اس قدر بھی دلِ سوزاں کو نہ جان افسردہ　　ابھی کچھ داغ تو اے شمع فروزاں ہونگے

اے شمعِ فروزاں تجھے اپنے نور اپنی روشنی پر بڑا غرور ہے اور بڑھ بڑھ کر باتین
بنا رہی ہے کیونکہ تو نے سمجھ لیا ہے کہ غالب کا دل تو افسردہ ہو ہی چکا ہے اب کون د

جو میرا مقابلہ کرے گا مگر سن ہم تجھے سمجھائے دیتے ہین ہمارے دل کو تنا افسردہ نہ جان وہ افسردہ تو ہوا ہے مگر اتنا افسردہ نہین ہے کہ تجھ سے مقابلہ نہ کرسکے ابھی تو اس مین کچھ داغ باقی ہون گے جو تیرے مقابلہ کے لئے کافی ہین اور تجھے شرما سکتے ہین۔

عہد مین تیرے کہان گرمی ہنگامۂ عیش ۔۔۔ گل مری قسمت و اندوہ خیدان ہونگے

یہ تیرا گمان غلط ہے کہ تیرے زمانہ مین کہین عیش و عشرت کا نام و نشان نہین ہرگز نہین گرمی ہنگامہ عیش کا وجود تیرے زمانہ مین کہین ممکن ہی نہین گل خفیین دیکھ کر گرمی ہنگامۂ عیش کا خیال کیا ہے میرے اُلٹے مقدر پر مفسر شدہ ہین اُن سے خوشی اور عیش کا گمان نہ کیجو۔

خوگر عیش نہین ہین ترے برگشتہ نصیب ۔۔۔ اُنکو دشوار ہین وہ کام جو آسان ہونگے

وہ لوگ جو تجھ پر عاشق ہوچکے ہین اُن کے نصیب پلٹ چکے ہین اب اُن سے عیش کے خوگر ہونے کی امید نہ رکھو وہ کام جو زمانے بھر کے واسطے سہل اور آسان ہین اُن کے لیے دشوار سے دشوار ہین۔

موت پھر زیست نہ ہوجائے یہ ڈر ہے غالب ۔۔۔ وہ مری نعش پہ انگشت بدندان ہونگے

خیال ہے کہ مین مرجاؤنگا تو انھین افسوس ہوگا اور وہ دانتون مین انگلی دبا کر نعش پر کھڑے ہون گے خیر اس کا تو جو کچھ ہوگا سو ہوگا دیکھا جائے گا مگر مجھے ڈر لگا ہوا ہے کہ کہین میری موت پھر زندگی سے نہ بدل جائے۔ یعنی اُن کے اس افسوس سے مجھے جینا نہ پڑے۔ نہایت عجیب و غریب شعر کہا ہے اور بلا مبالغہ سرتاج اس غزل کے بہترین شعرون کا یہی ایک شعر جواب ہے۔ یہ شعر غالب کے خاص انداز کا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہین ؎

زان کہی ترسم کہ گردد قعر دوزخ جائے من
وائے گر باشد ہمین امروز من فردائے من

نمائش پردہ دار طرزِ بیدادِ تغافل ہے تسلی جانِ بلبل کیلئے خندہ میں گل ہے

بلبل کے حال سے گل سراسر تغافل برت رہا ہے اور بالکل بیخبر ہے مگر نمائش نے اس تغافل پر پردہ ڈال رکھا ہے گل جو دکھانے کے لیے ہنس رہا ہے بلبل کی جان اس سے تسلی پا رہی ہے ... وہ یہ سمجھتی ہے کہ گل کا ہنسنا میرے حال پر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ میرے حال سے غافل نہیں ہے اور یہ غنیمت ہے۔

نمودِ عالمِ اسباب کیا ہے لفظ بے معنی کہ ہستی کی طرح مجکو عدم میں بھی تامل ہے

لوگ کہتے ہیں کہ عالمِ اسباب موجود ہے مگر ہمارا خیال ہے کہ عالمِ اسباب کی نمود ایک لفظ بے معنی ہے اور سراپا بے نمود ہے اور جب عالمِ اسباب ہی ہیچ ہے تو پھر یقینی لفظ عدم بھی محلِ تامل ہے کیونکہ معدوم تو وہی شے سمجھی جائے گی جو موجود بھی ہو۔ نہایت عمدہ شعر کہا ہے۔

نہ رکھ پابندِ استغنا کو قیدِ رسمِ عالم کا ترا دستِ دعا بھی رخنہ اندازِ توکل ہے

دعا مانگنا دنیا کی ایک رسم ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ استغنا یعنی بے پروائی کو رسمِ عالم کا کیون پابند اور مقید کیا جائے ہمارے نزدیک بربنائے رسمِ زمانہ دعا مانگنا بھی شانِ توکل میں رخنہ اندازی کرتا ہے اس کو بھی ترک کر دینا چاہئے اقبال کا ایک شعر ہے ؎

واعظ کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد
دنیا کو چھوڑتا ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے

نہ چھوڑا قید میں بھی وحشیوں کو یادِ گلشن نے یہ چاکِ پیرہن گویا جوابِ خندۂ گل ہے

وحشیوں کو یادِ چمن نے قید میں بھی نہ چھوڑا اور یادِ چمن سے پیرہن کا چاک کرنا بھی گویا خندۂ گل کا ایک جواب ہے۔

ابھی دیوانگی کا راز کہہ سکتے ہیں ناصح سے ابھی کچھ وقت ہے غالب ابھی فصلِ گل و مل ہے

اے غالب ناصح ہم سے اکثر پوچھا کرتا ہے کہ ہم دیوانے کیون ہو گئے لہذا اگر وہ پوچھنا چاہے تو اس زمانے مین پوچھ لے۔ کیونکہ ابھی بہار کا زمانہ ہے ابھی تو ہم ہو۔ مین ہین خزان کے موسم مین ہم اپنے قابو سے باہر ہو جائین گے اور پھر یہ بات اختیار کی نہ ہوگی۔

برمطلع

بھولے ہوئے جو غم ہین انھین یاد کیجیے
تب جا کے اُنسے شکوۂ بیداد کیجیے

مجھے ہزارون غم ہین اور غمون کی کثرت کی وجہ سے بہت سے غمون کو مین بھول گیا ہون اب اُن سے ایسے عالم مین شکوہ کیا کرون جب کہین اطمینان سے بیٹھکر اُن بھولے ہوئے تمام غمون کو یاد کرون تب کہین جا کر اُن سے رنج و غم کا شکوہ کرنے کے قابل ہون۔

حال آنکہ اب زبان مین نہین طاقت فغان
پر دل یہ چاہتا ہو کہ فریاد کیجیے

وقت وہ آگیا ہے کہ فریاد کرتے کرتے زبان مین فریاد کرنے کی طاقت باقی نہین رہ گئی ہے مگر جوش غم اب بھی اتنا ہے کہ دل کا برابر یہی تقاضہ ہے کہ جہان تک ہوسکے فریاد کئے جائے۔

خود جان دیکے روح کو آزاد کیجیے
تا کے خیال خاطر جلاد کیجیے

اب تک یہ انتظار رہا کہ جلاد ظالم کبھی نہ کبھی ہماری گردن پر تلوار رکھدیگا اور ہم اس بہانے قید ہستی سے رہا ہو جائینگے۔ مگر عمر گزری جاتی ہے وقت نکلا جاتا ہے اور جلاد کو یہ خیال نہین آتا کہ ہماری گردن کے بوجھ کو ہلکا کر دے۔ لہذا اب بہتر یہ ہے کہ جان دیکر روح کو آزاد کر دیا جاے۔ اور اس انتظار کو الوداع کہا جائے۔

بس ہو دلون کیواسطے اک جنبش نگاہ
اُجڑے ہوئے گھرون کو پھر آباد کیجیے

وہ دل جو تمھاری عدم توجہی کی وجہ سے ویران اور برباد ہو گئے ہین انکے

آباد کرنے کی اگر کوئی صورت ہو تو یہی ہو کہ آپ ایک نگاہ ان کو دیکھیں اور چاہئے بھی یہی کہ جو گھر ویران ہیں ان کو پھر آباد کر دیجئے۔ کوئی کہتا ہے ؎

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلا دل کا
بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

کچھ درد مند منتظر انقلاب ہیں   جو شاد ہو چکے انھیں ناشاد کیجئے

کچھ لوگ ایسے ہیں جو دل کے درد سے بے چین ہیں تباہ و برباد ہو چکے ہیں کوئی سہارا باقی نہیں رہا اب وہ غریب انقلاب عالم کا انتظار دیکھ رہے ہیں۔ اور پریشان ہیں لہذا آپ کو چاہئے کہ آپ انقلاب برپا کیجئے اور ہوائے عالم کا رخ بدل دیجئے۔ جو لوگ کہ اب تک آپ کے لطف و کرم سے خوش و شاد ہشاش بشاش ہوتے چلے آئے ہیں ان کو ذرا ستائیے اور جو اس وقت تک برابر ستائے جاتے رہے ہیں ان کو شاد کیجئے۔

شاید کہ یاس باعث افشائے راز ہو   لطف و کرم بھی شامل بیداد کیجئے

معشوق کو ترکیب بتاتے ہیں اور بدنامی سے بچاتے ہیں کہتے ہیں کہ کیا تم نے نادانی کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اتنا کسی کو مایوس نہ کرو کہ اس کی مایوسی کا ایسا اثر پڑے اور سب لوگ سمجھ جائیں اور پھر زمانہ بھر میں تمہارے ظلم و ستم کا راز افشا ہو جائے لہذا اس کی مناسب اور بہتر ترکیب یہ ہے کہ ظلم و ستم میں تھوڑا سا لطف و کرم بھی شامل کر دیجئے ایک جگہ کہا ہے کہ ؎

ہاں کیجئے تغافل کہ کچھ امید بھی ہو
یہ نگاہ غلط انداز تو سم ہے ہم کو

بیگانۂ رسوم جہاں ہے مذاق عشق   طرز جدید ظلم کچھ ایجاد کیجئے

عشق راہ و رسم کی پابندی نہیں چاہتا۔ اس سے بیزار ہے لہذا یہی فرسودہ اور پامال ظلم جو ہمیشہ سے ہوتے چلے آتے ہیں کہاں تک مجھ پر کئے جائیے گا۔ اب

انھیں چھوڑیے میرا عشق جدت پسند ان رسوم کی پابندی نہیں کرنا چاہتا کچھ نئے نئے طریقے ظلم وستم کے نکالئے کوئی کہتا ہے ؎

وصل سے انکار ہے یہ تو پرانی بات ہے
اب نئے انداز سیکھو جی جلانے کے لئے

ہم سے خوبان جہان پہلوتہی کرتے رہے ہم ہمیشہ مشق از خود رفتگی کرتے رہے

خوبان جہان برابر ہم سے پہلوتہی کرتے رہتے ہیں اسی واسطے ہم ہمیشہ از خود رفتگی کی مشق میں محو اور مشغول رہتے ہیں اور کبھی اپنے ہوش میں نہیں آنے

کثرت آرائی خیال ماسوا کی وہم تھی مرگ پر غافل گمان زندگی کرتے رہے

ماسوا کا خیال اور وحدت کے علاوہ کثرت کا ذکر یہ کچھ بھی نہ تھا صرف ایک وہم تھا در اصل کثرت کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ جو کچھ تھی وحدت ہی وحدت تھی کثرت کا خیال اپنے دل میں مضبوط کرنے کی مثال ایسی ہی ہے کہ ان جاہلوں اور غافلوں نے موت کے اوپر زندگی کا گمان کیا۔

داغہائے دل چراغ خانۂ تاریک تھے تا مغاک قبر پیدا روشنی کرتے رہے

میرے دل کے جلتے ہوئے داغ اندھیرے گھر کا چراغ تھے اور انھوں نے آخر تک اپنا کام کیا یعنی قبر کے تاریک گڑھے تک برابر روشنی دیتے رہے۔

شور نیرنگ بہار گلشن ہستی نہ پوچھ ہم خوشی اکثر رہین ناخوشی کرتے رہے

باغ ہستی کی بہار کی نیرنگی کی حقیقت کیا پوچھتا ہے یہ کہنے والی بات نہیں ہے بڑا دل دکھانے والا قصہ ہے عالم یہ ہے کہ اکثر ایسی باتیں جو اول اول بادی النظر میں ہم کو اپنی خوشی کی معین اور مددگار نظر آئیں آخر آخر میں انھیں کو رنج اور غم کا رہین بنانا پڑا یعنی دنیا کی اکثر باتیں جو بظاہر سامان طرب تھیں وہ باعث غم ثابت ہوئیں۔

رخصت اے تمکین آزار فراق ہمرہان — ہو سکا جبتک غم واماندگی کرتے رہے

اے دوستوں کے فراق کے رنج اور اے اس رنج کی تکلیف خدا کے لئے اب ہمارا پیچھا چھوڑ دو ہمارے دل سے رخصت ہو جا۔ جب تک ہم سے ممکن ہوا اور جب تک ہم سے ہو سکا ہم اپنے تھک کر گر پڑنے کا رنج کرتے رہے مگر آخر [illegible] اب تک اس [illegible] نہ دیکھا تک بیٹھے رہے [illegible] ہم اپنے [illegible] قید [illegible] چھوٹ گئے۔

[illegible] درد ہو دل میں تو دوا کیجے — دل ہی جب درد ہو تو کیا کیجے

علاج ہو سکتا ہے [illegible] لیکن جب دل ہی [illegible] درد ہو تو ہم اس کا علاج [illegible] بڑی مشکل پڑی [illegible] درد نہیں رہا بلکہ وہ دل ہی بن گیا ہے اور [illegible] پریشان کر رکھا ہے اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے میرا ایک شعر ہے

احساس درد ہو تو کریں درد کا علاج
لیکن یہاں تو درد کی پہچان ہی نہیں

ہم کو فریاد کرنی آتی ہے — آپ سنتے نہیں تو کیا کیجے

روتے پیٹتے [illegible] بہ قسمت عاشق خاموش ہو کر بیٹھ گیا ہے [illegible] بیٹھے رہنے اور اس خاموشی پر یہ گمان ہوتا ہے کہ اس کو فریاد کرنی نہیں آتی آخر معشوق اس سے پوچھتا ہے کہ کیا بات ہے تب وہ جواب دیتا ہے [illegible] ظالم تیرا یہ خیال غلط ہے کہ مجھکو فریاد کرنی نہیں آتی۔ یہ بات نہیں ہے۔ مجھے فریاد کرنی آتی ہے آپ تو [illegible] سنتا ہی نہیں تو فریاد کیا ہے میرے خیال میں یہ شعر اسی قبیل کا ہے

ہم بھی [illegible] زبان رکھتے ہیں
کاش [illegible] پوچھو کہ مدعا کیا ہے

بلکہ وہاں تو مدعا [illegible] ہے یہاں تو مدعا کا ذکر ہی [illegible] دیا ہے صرف فریاد ہی رہ گئی

اِن بتون کو خدا سے کیا مطلب   توبہ توبہ خدا خدا کیجے

ان ظالم سنگدل بتون کو خدا سے کیا مطلب ہے کون خدا کیسا
توبہ کرو توبہ کرو۔ یہ ظالم ان باتون کو کیا جانین۔ اس شعر مین لطف ز
ہے کہ بیساختہ داد دینا پڑتی ہے سہل ممتنع انھین شعرون کا نام ہے جا
اس مین رعایت لفظی بھی موجود ہے۔ دونون شعر نہایت عمدہ ہین۔

رنج اٹھانے سے بھی خوشی ہوگی   پہلے دل درد آشنا کیجے

اُن لوگون سے خطاب ہے جو دنیا کے رنج و غم اور ہجر کے صدمون
گھبراتے اور رنج کے نام سے دور بھاگتے ہین۔ فرماتے ہین کہ سنو۔ اگر تم اپنے
درد آشنا بناؤ تو پھر رنج اُٹھانے سے بھی تم کو خوشی ہو۔

عرضِ شوخی نشاطِ عالم ہے   حسن کو اور خودنما کیجے

ہر چند کہ خودنمائی بُری اور بدترین چیز ہے مگر کیا کیا جائے دنیا کی خو
نشاط و تفریح اور انبساط کا اسی پر انحصار ہے لہذا جہان تک ہوسکے خودنما
حسن کو اور خودنما کیجیے یہی شوخی دنیا کی جان ہے۔

دشمنی ہوچکی بقدرِ وفا   اب حقِ دوستی ادا کیجے

حقیقت یہ ہے کہ یہ شعر وہ ہے جو شرح و بیان کے بار کا تحمل نہین کرسکتا
بیساختہ کہنا پڑتا ہے کہ

خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست

ہا ے کہتا ہے کہ جتنی ہم نے وفا کی تھی اتنی تم نے دشمنی تو کرلی اُس کا حق ادا
اب دوستی کا حق ادا کیجیے۔ اس فقرہ کی شرح صرف ذوقِ سلیم پر منحصر ہے۔

**موت آتی نہین کہین غالب   کبتک افسوس زیست کا

لے غالب زندگی کا افسوس اور رنج کرنے سے اگر موت آجائے تو ایک بات بھی ہے مگر موت ان باتوں سے نہیں آسکتی لہذا یہ رنج و غم کہ زندہ کیوں ہیں فضول اور لایعنی ہے چھوڑو اس قصہ کو اس کا کچھ حاصل نہیں ہے۔

سکوت و خامشی اظہار حال بے زبانی ہے — کمین درد میں پوشیدہ راز شادمانی ہے — غیرہ

کہتے ہیں کہ سکوت اور خاموشی کیا ہیں یہ بے زبانی کے حال کا اظہار ہیں یعنی خاموش رہنے ہی سے دنیا پر بے زبانی کے درد کا اظہار ہوتا ہے یوں سمجھئے کہ درد کی آڑ میں یہاں شادمانی پوشیدہ ہے۔ اور اس رنج میں خوشی پنہاں ہے۔

عیاں ہیں حال و قال شیخ سے انداز دلچسپی — مگر رند قدح کش کا ابھی دور جوانی ہے

معلوم ہے کہ شیخ کے حال اور قال۔ وضع و لباس۔ طور و طریق سے دلچسپی ٹپکتی ہے اس کی گفتگو میں دلکشی ہے اس کے حال سے ہر شخص نصیحت پکڑ سکتا ہے مگر رند پر ان سب باتوں کا اثر پڑنا ذرا دشوار معلوم ہوتا ہے اس کا ابھی جوانی کا عالم ہے اور جوانی دیوانی ہوتی ہے وہ ان سب باتوں کی پروا نہیں کرتی اور کبھی ان سے لطف اندوز نہیں ہوتی۔

ثبات چند روزہ کار فرمائے غم و حسرت — اجل سرمایہ دار دور عیش و کامرانی ہے

اس شعر میں موت و حیات کا تقابل کیا گیا ہے اسی بنا پر کہتے ہیں کہ زندگی غم و حسرت پیدا کرتی اور اُن کی کارفرمائی کرتی ہے۔ اور موت عیش اور کامرانی کی سرمایہ دار ہے یعنی اس کے بعد پھر کوئی حسرت اور غم نہیں رہتا۔

گداز داغ دل شمع بساط خانہ ویرانی — تپش گاہ محبت میں فروغ جاودانی ہے

داغ دل کا پگھلنا خانہ ویرانی کی بساط اور فرش کے لئے ایک شمع ہے گویا کہ اس کے ذریعہ سے تپش گاہ محبت میں ہمیشہ اُجالا رہے گا۔ اس واسطے کہ داغ دل کو اپنی سوختگی اور اپنی گرمی سے ہمیشہ گداز ہوگا اور وہ شمع کا کام دے گا۔

وفورِ خود نمائی رہن ذوقِ جلوہ آرائی   بوہم کامرانی جذبِ دل کو شادمانی ہی

میرے معشوق کو خود نمائی کا ذوق حد سے زیادہ ہے اور یہ ذوق منجر ہو گیا جلوہ آرائی تک آ پہونچا ہے یعنی وہ خود نمائی کے شوق مین دنیا کو اپنا حسن عالم سوز دکھا رہا ہے ادہر تو یہ عالم ہے ادہر حضرت دل پھولے نہین سماتے وہ سمجھتے ہین کہ ہمارے جذبۂ عشق نے اثر کیا ہے اور یہ کامرانی اسی جذب کا نتیجہ ہے حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔

دلِ حرمان لقب کی داد دے ای چرخ بے پروا   بغارت دادۂ رخت و متاعِ کامرانی ہی

اے چرخ بے پروا اے ظالم آسمان داد دے میرے اس دل کی جس کا کثرت بدنصیبی کی وجہ سے لقب ہی حرمان نصیب ہو گیا ہے اُسے دیکھ کر اس کا تمام سرمایۂ عیش و مسرت لٹ گیا ہے اور اب سوا ے حسرت و افسوس کے اس کے پاس کچھ نہیں۔

کِسکی برقِ شوخیٔ رفتار کا دل دادہ ہے   ذرہ ذرہ اس جہان کا اضطراب آمادہ ہے

اے خدا دنیا کے ہر ذرہ مین کس کی شوخی کی بجلی اثر کر گئی ہے۔ اور کس کا اس کو عشق ہے کیونکہ مین دنیا کے جس ذرہ پر نظر ڈالتا ہون وہ اضطراب آمادہ ہے اور برابر تڑپ رہا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی برق رفتاری نے اُن کے اندر اثر کیا ہے اور وہ اُسپر فریفتہ ہین۔

ہی غرورِ سرکشی صورت نماے عجز بھی   منقلب ہو کر یہان نقشِ پا اُفتادہ ہے

یہی سرکشی کا غرور عاجزی کی صورت بھی دکھاتا ہے اور یہی پست بھی کرتا ہے اس کی مثال بالکل نقش قدم کی طرح ہوتی ہے کہ جب وہ منقلب ہوتا ہے تو فوراً اسمین افتادگی اور پستی کی صورت پیدا ہو جاتی ہے ایسے ہی یہ سرکشی کا غرور بھی عاجزی کی طرف کھینچتا جاتا ہے۔

خانہ ویران سازیٔ عشق جفا پیشہ نہ پوچھ   نامرادون کا خطِ تقدیر تک بھی سادہ ہے

عشق کے ظلم و ستم کی روداد کیا پوچھتا ہے کچھ نہ پوچھ اس نے عاشقون کے گھر کو تو لوٹ کر تباہ و برباد کیا ہی تھا غیر یہان تک تو کوئی نئی بات نہین ہے مگر ستم تو یہ ہے کہ نامرادون کے خط تقدیر کو بھی لوٹ لیا وہ بھی سادہ پڑا ہے یعنی اس مین بھی اب کچھ نہین اور یہ ظاہر ہے کہ نامرادون کی قسمت مین کچھ بھی نہین ہوتا۔

خود نشاط و سرخوشی ہے آمد فصل بہار آج ہر سیل روان عالم مین موج بادہ ہے

فصل بہار کی آمد ہی بذات خود نشاط اور سرخوشی ہے کوئی ضرورت نہین کہ میکشی کی طرف رغبت کی جائے بہار کے زمانہ مین ہر بہتی ہوئی سیل بھی موج بادہ معلوم ہوتی ہے۔

زندگانی رہرو راہ فنا ہے اے اسد ہر نفس ہستی سے تا ملک عدم اک جادہ ہے

اے اسد زندگی ایک مسافر ہے جو فنا کی راہ کو طے کر رہا ہے گویا کہ زندگی کا ہر نفس ایک جادہ ہے جو ملک ہستی سے شروع ہو کر سرحد نیستی تک جا پہونچتا ہے۔ زندگی کا مسافر اسی پر اپنے سفر کو طے کر رہا ہے۔ یہ شعر بھی نہایت ہی عمدہ شعر ہے۔

رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے تمھاری طرز روش جانتے ہین ہم کیا ہے

اگر تم رقیب پر مہربان ہو تو کون سے بڑے تعجب کی بات ہے اور کیا حیرانی کی جگہ ہے ہم کو معلوم ہے کہ تمھاری طرز روش کیا ہے۔ اور تمھاری مہربانی مین کیا کیا ستم نہان ہوتے ہین دوسرا مصرع نہایت ہی کثیر المعنی ہے مثلاً یہ کہ ہم کو معلوم ہے کہ دو دن بھی تم کسی سے برابر نہین ملتے اور دو دن کبھی نہین نباہتے ادھر دوستی کی اور ادھر دشمنی یہی تمھارا طریقہ ہے۔ یا یہ کہ تمھارا طریقہ ملنے کا جو کچھ ہے وہ ہم کو معلوم ہے دراصل تم ملتے کسی سے بھی نہین ہو ایک نمایش ہوتی ہے۔ یا یہ کہ تمھاری طرز روش ہم کو معلوم ہی ہے آج اس سے ملے ہو۔ کل کسی اور سے ملوگے۔ غرضکہ اس مین بہت سے لطیف پہلو نکلتے ہین۔

کھلے تو شب کہین کاٹے تو سانپ کہلاوے کوئی بتاے کہ وہ زلف خم بخم کیا ہے

اگر وہ کٹ جاے تو اس کو رات کا کٹنا کہین گے - اور اگر وہ کاٹ لے تو اسکو سانپ کا کاٹنا کہین گے - خدا کے لئے کوئی ہم کو بتاؤ کہ وہ زلف خم بخم آخر کیا ہے اور اس کو کیا کہین یہ شعر صرف الفاظ کی مناسبتون کی بنا پر کہا گیا ہے معنویت کچھ اچھی نہین ہے -

لکھا کرے کوئی احکام طالع مولود — کسے خبر ہے کہ وہان جنبش قلم کیا ہے

بڑے لوگون اور بعض قومون مین دستور ہے کہ بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کا زائچہ بنایا جاتا ہے اور اس کے احکام لکھے جاتے اور اس کی آئندہ زندگی کا حال بیان کیا جاتا ہے اُسی کی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہین کہ طالع مولود کے احکام دینا لکھا کرے اس سے کیا حاصل ہو اور اس سے ہوتا کیا ہے یہ کس کو معلوم ہے کہ ہونے والا کیا ہے اور کلک قدرت نے اس کی قسمت مین کیا لکھا ہے -

جو حشر و نشر کا قائل نہین کسی صورت — خدا کیواسطے ایسے کی پھر قسم کیا ہے

اس کی قسم کا اعتبار کرنا چاہئے جو حشر کو مانتا ہو حشر کے دن کی جزا و سزا کو برحق جانتا ہو مگر جو حشر و نشر کا قائل ہی نہین پھر ایسے کی قسم سے کیا فائدہ اور اسپر اعتبار کون کرے وہ تو سراسر بیکار اور بے فائدہ ہے -

وہ داد و دید گرانمایہ شرط ہے ہمدم — وگرنہ مہر سلیمان و جام جم کیا ہے

بات تو جب ہے کہ ویسا ہی انصاف ہو ویسی ہی روش اور طرز ہو وگرنہ اس مہر سلیمان اور جام جم سے کیا نتیجہ بیکار ہے -

سخن مین خامہ غالب کی آتش افشانی — یقین ہے ہمکو بھی لیکن اب اسمین دم کیا ہے

ہم کو بھی معلوم ہے کہ غالب جیسا لکھنے والا ہے اور جیسا اس کا خامہ آتش افشانی کرتا ہے مگر اب اس غریب مین دم نہین رہا کیا ہے اور وہ ہے کس قابل -

اس جور و جفا پر بھی بدظن نہین ہم تجھ سے — کیا طرفہ تمنا ہے امید کرم تجھ سے

باانیکہ تو ہمپر اس قدر ظلم کرتا ہے اور اس درجہ ہم کو ستاتا ہے مگر ہم تجھسے بدظن نہین ہوے اور تجھسے بدگمانیان ہمارے دل مین نہیں پیدا ہوئین اور اس وقت تک تجھ سے کرم کی امید چلی جاتی ہے۔ حقیقتاً یہ تمنا عجب تمنا ہے اور یہ امید عجب امید ہے

امید نوازش مین کیون جیتے ہین ہم آخر　　سہتے ہی نہین کوئی جب درد و الم تجھ سے

خود ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ ہم امید نوازش مین کیون زندہ ہین اور کس سبب سے یہ توقع رکھتے ہین کہ تو ہمپر لطف و کرم کرے گا درانحالیکہ ہم کوئی درد و الم تیری طرف سے نہین سہتے تو پھر ہمین امید کس بات کی ہے اگر ہم ظلم سہتے تو لطف کی امید ہوتی۔

وارفتگی دل ہے یا دست تصرف ہے　　ہین اپنی تخیل مین دن رات بہم تجھ سے

یہ ہمارے دل کی ازخود رفتگی ہے۔ دیوانہ پن ہے یا کوئی دست تصرف ہے کہ اس عالم وارفتگی مین ہم دن رات تجھ سے ملے ہوے ہین گویا ازخود رفتگی دست تصرف بن گئی ہی اور تجکو ہمارے پاس کھینچ لائی ہے۔

یہ جور و جفا سہنا پھر ترک وفا کرنا　　اے ہرزہ پژوہی بس عاجز ہوے ہم تجھ سے

ما۔ تون ایک شخص ظلم و ستم اٹھاتا رہا ہے مدتون تک جفائین سہتا رہا ہے آخر عاجز ہو کر ترک وفا کا ارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اب ہم بھی وفا کو ترک کردینگے اسی پر شاعر کہتا ہے اتنے دنون تک تو یہ سب کچھ کیا یہ ظلم اٹھاے یہ رنج سہے۔ اب آپ یہ خیال ظاہر فرما رہے ہین اے ہرزہ پژوہی یعنی فکر بیہودہ بس کر ہم تجھ سے عاجز ہوگئے۔ تو ہمارا پیچھا چھوڑ آخر پہلے تو نے ظلم کیون سہے تھے اور اب کیون عاجز ہے جب کیا تھا اور اب کیا ہے۔

غالب کی وفاکیشی اور تیری ستم رانی　　مشہور زمانہ ہے اب کیا کہین ہم تجھ سے

تو نے غالب پر جیسے جیسے ظلم کئے ہین اور اسپر بھی وہ وفا کرتا رہا ہے۔ اسے بیان کرنے کی اور تجھے جتانے کی کیا ضرورت ہے زمانہ جانتا ہے اور تجھے خود معلوم ہے

یہ محاورہ نہایت عمدہ صرف ہوا ہے کہ اب کیا کہیں - الخ

صبح ناپیدا ہی کلفت خانۂ ادبار میں   توڑنا ہوتا ہی رنگ یک نفس شب ہر مجھے

یہ بھی ایک خیالی مضمون ہے فرماتے ہیں کہ ادبار اور نحوست کے کلفت خانہ میں صبح کہاں رکھی ہے بجاے صبح میں روزانہ ایک نفس کا رنگ منتشر کرتا ہوں۔ جس سے صبح معلوم ہوتی ہے چونکہ تنفس صبح کے روشن ہونے اور سانس لینے کو کہتے ہیں یہیں سے شاعر کے ذہن میں مضمون پیدا ہوا - اور واقعات کے بجاے شعر کی بنا صرف خیال پر رہ گئی -

شومی طالع سے ہوں ذوق معاصی میں اسیر   نامۂ اعمال ہے تاریکی کوکب مجھے

میرا ذوق معاصی میں اسیر ہونا صرف میری شومی طالع کی وجہ سے ہے اور بد نصیبی نے مجکو اس جال میں پھنسا رکھا ہے یہ سمجھ لیجئے کہ میرے تارے کی سیاہی ہی میرا سیاہ اعمال نامہ ہے یعنی میری تاریکی نصیب ہی سے میرا اعمال نامہ سیاہ ہوا ہے -

درد ناپیدا و بیجا تہمت وارستگی   پردہ دار یاوگی ہی وسعت مشرب مجھے

نہ کہیں درد کا دل میں نشان ہے اور نہ آزادی ہی ہے یہ بھی ایک تہمت ہے وہ بھی کچھ بھی نہیں میں ایک یاوہ اور بیہودہ ہوں اور اس بیہودگی کا پردہ یوں رہ گیا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو ایک وسیع المشرب مشہور کر رکھا ہے جس کی وجہ سے کوئی پابندی اور کسی قسم کی ذمہداری میرے اوپر عاید نہیں ہوتی -

اسد بہار تماشاے گلستان حیات   وصال لالہ عذاران سرو قامت ہے

اے اسد باغ زندگی کی بہار تماشا بس یہی ہے کہ لالہ عذاروں اور سرو قامتوں کا وصال میسر ہو -

شوخی مضراب جولان آبیار نغمہ ہے   برگ ریز ناخن مطرب بہار نغمہ ہے

مضراب اس چھلّے کو کہتے ہیں جس سے تار وغیرہ بجاتے ہیں اور برگ ریز دوڑ دھوپ کو کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مضراب کی جولانی نغمہ کی آبیاری ہے اور مضراب کے ناخن کی جو تار پر دوڑ دھوپ ہوتی ہے وہ نغمہ کی بہار ہے گویا نغمہ ایک چمن ہے جس کی پرورش اس طرح ہوتی ہے۔

کس سے اے غفلت تجھے تعبیر آگاہی ملے　　گوشہا بیتابی و دل بیقرار نغمہ ہے

غفلت کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اے غفلت آخر کونسی ایسی شے ہے جس سے تجھے درس آگاہی حاصل ہو اس کے دو ہی ذریعہ ہیں۔ یا کان سے کچھ اس قسم کی باتیں سنے یا دل خود کوئی عبرت حاصل کرے یہاں یہ دونوں بیکار ہیں کان ہیں تو ان میں پارہ بھرا ہوا ہے جس سے وہ بہرے ہو گئے ہیں اور دل ہے تو اس کو نغمہ کی تاثیر یا اشتیاق نے بیتاب و بیخود بنا رکھا ہے۔

ساز عیش بیدلی ہے خانہ ویرانی مجھے　　سیل یاں کوک صدائے آبشار نغمہ ہے

میری بیدلی بنائے فراغت ہے اور اس عیش بیدلی کا ساز میرے لئے میری خانہ ویرانی ہے اور وہ سیلاب جو خانہ ساز آبشار نغمہ کی صدائے کوک ہے۔ جو باعث عیش ہے۔

سنبلی خواں ہے بہ ذوق تار گیسوئے دراز　　نالۂ زنجیر مجنوں رشتہ دار نغمہ ہے

سنبلی اور عمل گیسو۔ موسیقی میں دو آوازوں یا دو دھنوں کا نام ہے اور سنبل کو گیسو سے تشبیہ بھی دیتے ہیں اسی لفظی رعایت پر شعر کے خیال کی بنیاد ہے کہتے ہیں کہ زنجیر مجنوں کی آواز گویا نغمہ کی رشتہ دار ہے یعنی نغمہ سے ملتی جلتی اور اسی کے قریب ہے کیونکہ یہ بھی محبوب کے گیسوے دراز کی یاد میں سنبلی خواں ہے۔ سنبل۔ گیسو۔ سنبلی زنجیر ایک طرف رشتہ۔ تار نغمہ سنبلی ایک طرف سب مراعات لفظی ہیں اور بس۔

خود فروشی ہائے ہستی بسکہ جائے خندہ ہے　　تا شکست قیمت دلہا صدا خندہ ہے

چونکہ ہستی کی خودنمائیاں اور خودفروشیاں قابل تضحیک ہیں اس لئے وہ صدا جو شکست قیمت ہائے دل سے آتی ہے اس سے بھی خندہ حقارت کی صورت تراشح ہوتی ہے اور وہ دلوں کی شکست قیمت کی آواز بھی فرمائشی قہقہہ معلوم ہوتی ہے

نقش عبرت درنظر ہا نقد عشرت در بساط دوجہاں وسعت بقدر یک فضا خندہ ہے

حالت یہ ہے کہ نقوش عبرت نظر میں ہیں اور نقد عشرت بساط میں ہے گویا کہ دوجہان کی فراخی بقدر ایک فضائے خندہ کے ہے۔

جائے استہزا ہے عشرت کوشی ہستی اسد صبح و شبنم فرصت نشو و نمائے خندہ ہے

اے اسد دنیا یا ہستی کی کوشش عشرت ہنسنے اور مذاق اڑانے کے قابل ہے تجھے معلوم ہے کہ یہ صبح اور شبنم کیا ہیں۔ صبح بھی ایک خندہ کی فرصت ہے اور شبنم بھی یعنی صبح بھی روزانہ ایک مرتبہ بطریق استہزا دنیا کی عشرت کوشی پر ہنس لیا کرتی ہے اور شبنم بھی۔ خندہ صبح شعرا میں مسلم ہے شبنم کا خندہ اس وجہ سے کہا کہ قطرات کو صاف دانتوں سے تشبیہ دیتے ہیں اسی وجہ سے شبنم کو شبنم کا ہنسنا کہا گیا ہے۔

حسن خوباں بسکہ بے قدر تماشا ہے اسد آئینہ اک دست رد امتناع جلوہ ہے

حسینوں کے تماشائے حسن کی چونکہ اس زمانہ میں بالکل قدر جاتی رہی ہے اسلئے اس زمانہ میں آئینہ بھی ایک پیالہ ہاتھ معلوم ہوتا ہے جو اشارہ سے جلوہ کو اپنی طرف آنے سے منع کرتا ہے۔

تمثال جلوہ عرض کر اے حسن کب تلک آئینہ خیال کو دیکھا کرے کوئی

اے حسن دوست جلوہ کی کوئی تصویر پیش کر۔ کہاں تک کوئی بیٹھا ہوا خیال کے آئینہ کو دیکھا کرے مطلب یہ ہے کہ خیال کرتے کرتے عاجز آگئے اب ضرورت اس کی ہے کہ جلوہ دکھائے۔

وحشت کہاں کہ بیخودی انشا کرے کوئی ہستی کو لفظ معنی عنقا کرے کوئی

ایسی وحشت کہاں سے آئے کہ کوئی بیخودی پیدا کرے اور ہستی کو معدوم جب کرے

عرضِ سرشک پر ہی فضائے زمانہ تنگ صحرا کہاں کہ دعوتِ دریا کرے کوئی

اگر میں رونے پر آؤں تو میرے آنسو اس قدر ہیں کہ زمانہ میں سما نہیں سکتے اسی لئے میں رونے کا ارادہ ہی نہیں کرتا۔ اگر صحرا ہو تو دریا کی دعوت کروں جب صحرا ہی نہیں تو دریا کی دعوت بیکار ہے۔

وہ شوخ اپنے حسن پہ مغرور ہی اسدؔ دکھلاکے اسکو آئینہ توڑا کرے کوئی

آئینہ دکھا کر توڑنا اس لئے ہے کہ وہ اپنے جواب کو اپنی آنکھ سے دیکھ لے اور اُس کا غرور یکتائی قائم نہ رہے اور آئینہ کے ہر ٹکڑے میں اس کا ایک جواب نظر آے۔ کسی کا شعر ہے ؎

نظر آنے کبھی کا ہے کو اتنے خوبرو اک جا
یہ حسن اتفاق آئینہ اُن کے روبرو ٹوٹا

باغ تجھ بن گل نرگس سے ڈراتا ہی مجھے چاہوں گر سیرِ چمن آنکھ دکھاتا ہی مجھے

میں ہجر کے عالم میں تیرے بغیر اگر سیر گلشن کے واسطے جاتا ہوں تو باغ مجھکو ڈراتا ہے اور یہ ڈرانا اس طرح ہے کہ مجھے نرگس کے پھول دکھاتا ہے میں گل نرگس کو دیکھ کر سمجھتا ہوں کہ مجھے چشم نمائی کی جارہی ہے۔ آنکھ دکھانا محاورہ نہیں ہے بلکہ آنکھیں دکھانا محاورہ ہے اور غالباً اسی نقص پر نظر رکھ کر مرزا نے اس مطلع کو یوں بدل دیا ہے ؎

باغ پاکر خفقانی یہ ڈراتا ہے مجھے
سایۂ شاخ گل افعی نظر آتا ہے مجھے

شور تمثال ہی کس رشک چمن کا یارب آئینہ بیضۂ بلبل نظر آتا ہے مجھے

اے خدا یہ کس رشک چمن کے عکس نے اس کو سودائی بنایا ہے کہ آئینہ بیضۂ

بلبل معلوم ہوتا ہے ظاہر ہے کہ بلبل گل کی عاشق ہے اور بیضہ بلبل سبب خلقت بلبل ہے جس سے عشق پیدا ہوگا یعنی آئینہ ہیولائے عشق بن کر رہ گیا ہے۔

میں ہوں او رحیرت ہجاوید مگر ذوق خیال
بہ فسون نگہ ناز ستاتا ہے مجھے

میری حالت تو یہ ہے کہ ہمیشہ کے واسطے سراپا حیرت بن کر رہ گیا ہوں مگر میرا ذوق برابر نگاہ ناز کے افسون میرے اوپر دم کر رہا ہے اور مجھے ستا رہا ہے یعنی خیال برابر امید وصال دلا رہا ہے او مجھے عاجز کر رہا ہے۔

حیرت فکر سخن ساز سلامت ہے اسد
دل پس زانوئے آئینہ بٹھاتا ہی مجھے

فکر سخن میں جو مجھے حیرانی ہوتی ہے یہ میرے واسطے سازِ سلامتی ہے میرا دل گویا اس حالت میں مجھے ایک آئینہ کی آڑ میں چھپا کر اور محفوظ کر کے بٹھا دیتا ہے اور میں دنیا کے دوسرے افکار سے نجات پا تا رہتا ہوں۔

یاد رکھیے التفات ناز ہاے اولیں
آشیان طائر رنگ حنا ہو جائیے

معشوق کے گزشتہ التفات ناز کو یاد کیے جائیے وہ التفات ناز گویا کہ ایک طائر رنگ تھا۔ جو اب اڑ گیا ہے مگر اس صورت میں کہ اس التفات ناز کو خیال میں رکھیے تو گویا رنگ حنا کا آشیانہ ہو جاتا ہے۔ خیال کے الجھاوے میں سر رشتہ معانی میں گتھلکین پڑ گئی ہین

لطف عشق ہر یک انداز دگر دکھلائے گا
بے تکلف اک نگاہ آشنا ہو جائیے

ہر ایک کے عشق کا لطف ایک دوسرا انداز دکھائے گا اور طرح طرح کے تجربے ہوں گے لہذا مناسب یہ ہے کہ سراپا ایک نگاہ آشنا ہو جائیے۔ اس کے ذریعے ہر ایک سے عشق پیدا ہوگا۔ اور اس کے ذریعہ سے تنوع تجربات کا فائدہ ہوگا۔

داد از دست جفائے صدمۂ ضرب المثل
گر بہ افتادگی چون نقش پا ہو جائیے

دنیا کے آلام و مصائب سے چھٹکارے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے اور اس سے کسی طرح نجات ہو ہی نہیں سکتی اگر سراپا عجز بن کر اور سراسر افتادگی کی صورت اختیار کر کے نقش قدم بن جائیے تب بھی انہیں آفتوں اور مصیبتوں کا سامنا ہوتا رہے گا۔ نقش قدم پر بھی برابر دوسرے نقش قدم پڑتے ہیں اور یہ گویا صدمات ضرب المثل ہیں یا یہ کہ اگر ہمہ افتادگی ہو جائیے تب بھی نقش قدم سے مثال دی جائے گی اور یہ بھی باعث جفا و صدمہ ہوگی۔ ضرب المثل میں خود لفظ ضرب موجود ہے جس کے معنی تکلیف اور رنج پہونچنے کے ہیں۔ غرض دنیا میں کسی صورت سے آسودگی ممکن نہیں۔ اس شعر میں لفظی گورکھ دھندا ہے جس کا سلجھانا اور الجھنے کا باعث ہو جاتا ہے۔

غم و عشرت قدم بوس دل تسلیم آئیں ہے
دعائے مدعا گم کردگان عشق آمین ہے

غم ہو یا عشرت ہو جو دل کہ خوگر تسلیم ہو چکے ہیں یہ دونوں ان کی قدمبوسی کرتے ہیں اور دونوں اُن کے پاؤں چومتے ہیں۔ کیونکہ وہ لوگ محو عشق ہو کر تعین مدعا سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔ نہ غم سے اُن کو کوئی صدمہ پہونچا ہے اور نہ عشرت سے ان کو کوئی راحت ہوتی ہے۔ اُن کی دعا صرف آمین ہے۔ وہ غم پر بھی آمین کہتے ہیں اور عشرت پر بھی لبیک کہتے ہیں۔

تماشا ہے کہ ناموس وفا رسوائے آئیں ہے
نفس تیری گلی میں خوں ہوا بازار رنگیں ہے

ہائے کیا قیامت ہے کیا تماشا ہے کہ آئین و قانون دنیا نے میری ناموس وفا کو رسوا کر دیا ہے بھلا اس رسوائی کی کوئی حد ہے اور اس ظلم کا کوئی ٹھکانا ہے۔ کہ میں قتل تیرے کوچہ میں ہوا۔ اور میرا خون تیری گلی میں ہوا اور تمام بازار اس سے رنگین ہو رہا ہے۔ ریاض کا ایک شعر ہے۔

ہمارا خون مقتل کی زمین پر
نہ دامن پر نہ اُنکی آستین پر

ہمارا دیکھنا گر ننگ ہے سیر گلستاں کر
شرار آہ سے موج صبا دامان گلچیں ہے

معشوق سے خطاب ہے کہ اچھا اگر ہمارا دیکھنا تیرے لئے باعث ننگ ہے
تو یہی سہی ہم کو نہ دیکھ - بلکہ یہ سمجھ کر دیکھ کہ ہم گلستان کی سیر کر رہے ہیں کیونکہ ہماری
آہ کے شراروں سے بوجہ صبا دامن گلچین بنی ہوئی ہے - اور فضا میں تمام شرار ہیں
شرار ہیں یا یہ کہ دونوں صورتوں میں بہتر ہیں ہمارا حال اور رنگ گلستان ملتا جلتا ہے
ہم کو نہ دیکھ سیر گلستان کر لے اسی سے ہمارا حال آئینہ ہو جائے گا -

پیام تعزیت پیدا ہے انداز عیادت سے   شب ماتم تہ دامان دود شمع بالین ہے

شمع بالین بظاہر تو ہماری عیادت کے لئے بالین پر آئی ہوئی ہے مگر اس کا
انداز ایسا ہی کہ اس سے تعزیت کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں کیونکہ اس کے دامان دود
میں ایک شب ماتم چھپی ہوئی ہے جو سیاہ ہے اور یہ سیاہی نشان تعزیت ہے دود شمع
کے دامن کے نیچے شب ماتم ہونا یا بہ لحاظ واقعہ کہا ہے یا اس لئے کہ ماحصل دود شمع سیاہی
ہے جو مشابہ ہے رات سے -

زبس جز حسن منت ناگوارا ہی طبیعت پر   کشاد عقدہ محو ناخن دست نگارین ہے

میری طبیعت کو حسن کے سوا کوئی احسان پسند نہیں ہے اور معشوق سے اور کسی چیز کی
تمنا نہیں ہے اسی وجہ سے میرے عقدۂ مشکل کی کشائش اس کے ناخن دست رنگین میں
محو ہو کر رہ گئی ہے - اور کھلنے کا نام نہیں لیتی -

نہیں ہے سر نوشت عشق غیر از بد دماغی ہا   جبین پر میری مد خامۂ قدرت خط چین ہے

عشق کی تقدیر میں بے دماغی ہی بے دماغی ہے - قلم قدرت نے پیشانی پہ خطوط تقدیر
کھینچے ہیں وہ چین پیشانی بن کر رہ گئے ہیں جو نشان بے دماغی اور علامات نازک
مزاجی ہیں -

بہار باغ پامال خرام جلوہ فرمایان   حنا سے دست خون کشتگان تیغ نگہ سے ہے

محبوبان جلوہ فرما کا خرام نا اس انداز اور اس بلا کا ہے کہ بہار باغ اس کے

ررہ گئی ہے اُن کے ہاتھوں میں مہندی ہے اور کشتوں کے خون سے تلوار رنگین
عالم میں رشک بہار بنے ہوے ہیں۔

ہے بعد صحرائے طلب غالب   پسینہ توسن ہمت کا سیل خانۂ زین ہے

غالب صحرائے طلب کے بعد بیابان فنا آتا ہے توسن ہمت کا پسینہ خانۂ زین
ہے۔یعنی اس عالم کے بعد عالم بے نیازی آتا ہے۔

وحشت شوق خروش آمادہ   فال رسوائی سرشک سر بصحرا دادہ ہے

شوق جو جوش خروش پر آمادہ ہے اُس کی وحشت کی وجہ سے میں رسوائی
ہوں کیونکہ حالت یہ ہے کہ آنسو اس قدر بہے ہیں کہ بہکر جنگل تک پہونچ گئے
ظاہر ہے کہ اب دنیا پر میرا حال ظاہر ہوگا اسی وجہ سے مجھے فال رسوائی
ہے۔سرشک سر بصحرا دادہ ایک جگہ یا دو جگہ اور بھی کہا ہے۔

سرشک سر بصحرا دادہ نور العین دامن ہے
دل بے دست و پا افتادہ برخوردار بستر ہے

ہ تماشا ہو کہ جس کو ہم اسد   دیکھتے ہیں چشم از خواب عدم نکشادہ ہے

اسد بزم ہستی کی حالت نہ پوچھ یہ ایک تماشا ہے۔اس کو ہم دیکھتے تو ہیں
سے جو ابھی خواب عدم میں ہے یعنی ہستی کا وجود ابھی حالت عدم ہی میں ہے
ر پا بے بود ہے۔

ی میں حوصلہ بے اختیار ہے   دامان صد کفن تہ سنگ مزار ہے

حوصلہ اور ہمت کا اقتضا یہ ہے کہ کسی کا کوئی احسان اپنے سر نہ لیا جائے مگر
منت کشی کے لئے حوصلہ قطعاً بے اختیار ہو جاتا ہے اور مجبوراً منت کشی کرنا
چنانچہ کفن پانا ایک قسم کی منت کشی ہے۔اگر حوصلہ اس سے روگردانی کرے
اس احسان سے منہ موڑے بھی تب بھی مجبوراً اس دامان کفن کا احسان اپنے

سر لینا پڑتا ہے جو سنگ مزار کے نیچے ہے۔ سنگ مزار کی سطح زیریں خود دامان صد کفن کی برابر ہے پھر اس صورت میں حوصلہ غریب کیا کرے منت کشی کے لئے مجبور ہے۔

دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ منت کشی کی صورت میں حوصلہ بے اختیار ہو جاتا ہے دامان کفن کو دیکھو کہ اسی منت کشی کی بدولت وہ سنگ مزار کے نیچے دبا ہوا ہے پتھر کے نیچے دامن دبنا۔ مجبور ہونے کے معنی میں آتا ہے جیسا گلزار نسیم کا یہ شعر ہے۔

قسمت سے سفر ہے اب نہ نامن
پتھر کے تلے دبا ہے دامن

عبرت طلب ہے حل معمائے آگہی شبنم گداز آئینہ اعتبار ہے

کیوں پوچھتا ہے اور کیا پوچھتا ہے آگاہی ایک معما ہے اور اس کا حل ہونا یا حل کرنا عبرت ناک ہے پہلے عبرت پیدا کر پھر معمائے آگاہی کو حل کر۔ واقعہ یہ ہے کہ شبنم آئینہ اعتبار کا ایک گداز ہے۔ اب خیال تو کر کہ یہ بات کسقدر عبرت ناک ہے کہ ایک ایسی چیز جو بظاہر زینت معلوم ہوتی ہے اصل میں تباہی ہے اور یہ تمام عبرت معمائے آگاہی کے حل ہونے سے حاصل ہوئی ہے۔

خجلت کش وفا کو شکایت نہ چاہئے اے مدعی طلسم عرق بے غبار ہے

جو لوگ وفا کی خجلت اٹھا رہے ہیں اور شرمندہ ہو رہے ہیں اُن کو شکایت نہ کرنا چاہئے۔ اے مدعی وفا کچھ خبر بھی ہے وہ عرق جو خجلت وفا سے آتا ہے اس کی مثال ایک طلسم کی ہے جو شکایت کے گرد و غبار سے بالکل پاک ہے۔ لہٰذا خجلت وفا کا مدعی ہے تو شکایت نہ کر۔

کیفیت ہجوم تمنا رسا اسد خمیازہ ساغر مئے رنج خمار ہے

اے اسد ہجوم تمنا کی کیفیت کو تو کیا سمجھتا ہے یہ نہایت ہی رسا ہے۔ خمیازہ کو خمیازہ نہ سمجھ بلکہ یہ ایک ساغر ہے جس میں رنج و تکلیف خمار کی شراب بھری ہوئی ہے یہ کیفیت ہجوم تمنا نہایت ہی رسا ہے۔

زنجیر یاد پڑتی ہے جادے کو دیکھ کر اس چشم سے ہنوز نگہ یادگار ہے

جادہ سے مراد نشان زنجیر۔ اور وہ خطوط جو زنجیر کے کھنچنے سے پڑ جاتے ہیں۔ کہتے ہیں جیسے زنجیر کے نشانات دیکھ کر زنجیر یاد آجایا کرتی ہے۔ اسی طرح مجھے نگاہ کی صورت دیکھنے سے وہ آنکھ یاد آتی ہے

سودائی خیال ہے طوفان رنگ و بو یاں ہے کہ داغ لالہ دماغ بہار ہے

خیال کا سودائی یعنی وہ سودائی جس کو ہزار ہا خیال آرہے ہیں جس کے سامنے خیال کے ذریعہ سے باغ کی ایک تصویر کھنچی ہوئی ہے۔ وہ اصل میں رنگ و بو کا ایک طوفان ہے۔ ایک لالہ کے داغ میں سامان بہار نہیں پیدا ہو سکتا۔ مگر یہاں یہ حال ہے کہ سودائی خیال لالہ کا داغ ہے اور اس کا خیال ایک طوفان رنگ و بو ہے جسے دماغ بہار کہا جا سکتا ہے۔

بھونچال میں گرا تھا یہ آئینہ طاق سے حیرت شہید جنبش ابروئے یار ہے

حیرت ایک آئینہ تھی اور معشوق کی جنبش نگاہ ایک زلزلہ جب سے کہ ابروئے یار کو جو طاق کی مانند ہے جنبش ہوئی حیرت جاتی رہی اور شہید ہو کر رہ گئی اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ زلزلہ میں طاق پر سے ایک آئینہ گر کر ٹوٹ جائے۔

حیران ہوں شوخی رگ یاقوت دیکھ کر یاں ہے کہ صحبت خس و آتش برار ہے

یعنی یاقوت اور یاقوت کے خطوط باریک کو دیکھ رہا ہوں اور حیران ہو رہا ہوں۔ آج تک میں نے آگ اور پھونس کو کہیں ایک جگہ نہیں دیکھا تھا۔ مگر یہاں دیکھ رہا ہوں۔ خطوط یاقوت کی تشبیہ رگ یاقوت سے اور سرخی کو آگ سے استعارہ کیا ہے۔

بہ حلقہ خم گیسوے راستی آموز دہان مار سے گویا صبا نکلتی ہے

معشوق کی زلف خم بہ خم کے حلقوں سے صبا کا گزرنا ایسا ہے۔ جیسا کہ سانپ کے منہ سے ہوا نکلنا یا ہوا سکا سانپ کے منہ سے ہوکر گزرنا۔ خم گیسو کی صفت راستی آموز اس لئے لائی گئی ہے کہ وہ آمادہ راستی ہین۔ یا یہ کہ راستی سکھاتے ہین اور یہ ظاہر ہے کہ حلقہ سے جو چیز نکلے گی وہ سیدھی ہوکر گزرے گی۔

برنگ شیشہ ہون یک گوشۂ دل خالی کبھی پری مری خلوت مین آنکلتی ہے

جیسے شیشہ ایک دل خالی کی طرح ہے ایسے ہی مین بھی ایک شیشہ کی طرح دل خالی ہون جیسے شیشہ مین کبھی کبھی پری آجاتی ہے اسی طرح یہان بھی کوئی خیال معشوق آنکلتا ہے۔

ہو انتظار سے شرر آباد رستخیز مژگان کوہ کن رگ خارا کہین جسے

مژگان کوہ کن جو رگ سنگ بن کر رہ گئی ہین انتظار کی وجہ سے نمونہ قیامت کی طرح معلوم ہوتی ہین شرر آباد اس لئے کہا گیا کہ وہ رگ سنگ کی طرح ہین اور رگ سنگ سے ہمیشہ آگ نکلتی ہے رستخیز اس لئے کہ پلکون مین بھی اُٹھنے اور نہ جھکنے کا مادہ ہوتا ہے۔

کس فرصت وصال پہ ہے گل کو عندلیب زخم فراق خندۂ بیجا کہین جسے

اے بلبل تونے کچھ سمجھا یہ کیا ماجرا ہے گل نے اپنے محبوب سے آخر ایسا کتنا وصل کا زمانہ پایا تھا۔ اور ایسی کونسی فرصت وصل اور فراغت عیش اُسے نصیب ہوئی تھی جواب اُسکے فراق مین اُس کے دل مین یہ زخم پڑے ہوے ہین جنھین اہل دنیا غلطی سے خندۂ بیجا کہتے ہین۔ گل کے خندہ کو خندۂ بیجا اسلئے کہا ہے کہ اس کی ہنسی کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی۔

یارب ہمین تو خواب مین بھی مت دکھائیو یہ محشر خیال کہ دنیا کہین جسے

دنیا کو معدوم سمجھ کر ایک محشر خیال سے تعبیر کیا گیا ہے اسی کے لئے خدا سے

التجا ہے کہ اے خدا اس محشر خیال سے خواب میں بھی ہمارا واسطہ نہ ڈالنا۔ دنیا کو محشر خیال کہنا بیحد لطیف ہے اور خواب میں محشر خیال لطیف تر۔

پھونکتا ہے نالہ ہر شب صور اسرافیل کی ہم کو جلدی ہے مگر تو نے قیامت ڈھیل کی

اے ہنگامۂ محشر ہم رات کو نالہ کرکے صور اسرافیل پھونکتے ہیں اور صور کا پھونکنا نشان ہے قیامت کے آنے کا مگر اے قیامت تو نے بڑا اندھیر مچایا ہے اور بڑی ڈھیل ڈال رکھی ہے کہ تو آ ہی نہیں چکتی۔ یہ خیال عرفی نے پہلے اس صورت میں ادا کیا تھا۔

صبحدم چون در دمد این صور شبگون نائے من
آسمان صبح قیامت گردد از غوغائے من

صور مذکر ہے مگر غالب نے جمہور کے خلاف مؤنث لکھا ہے۔

کی ہیں کس پانی سے یاں یعقوب نے آنکھیں سفید ہے جو آبی پیرہن ہر موج رود نیل کی

الفاظ کی رعایت پر خیال کی بنا رکھی گئی ہے اور طلسم الفاظ کے سوا شعر میں اور کچھ نہیں ہے کہتے ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دریائے نیل کی ہر موج آبی ہے۔ آبی ہلکے ہلکے نیلے رنگ کو کہتے ہیں پھر جب یہ ہے تو آخر یعقوب نے کون سے پانی سے آنکھیں سفید کی ہیں۔ حالانکہ ہر موج کا پیرہن آبی ہے۔

عرش پر تیرے قدم سے ہے دماغ گرد راہ آج تنخواہ شکستن ہے کلہ جبریل کی

تیرے قدموں کی برکت سے گرد راہ کا دماغ عرش پر پہونچ گیا ہے آج جبریل کی کلاہ افتخار سزاوار شکستن ہے۔

مدعا در پردہ یعنی جو کہوں باطل سمجھ وہ فرنگی زادہ کھاتا ہے قسم انجیل کی

وہ فرنگی زادہ محبوب انجیل کی قسم کھاتا ہے اور در پردہ اس کا مدعا یہ ہے کہ میں جو کچھ کہوں اس کو باطل سمجھ کیونکہ انجیل وہ کتاب آسمانی ہے جو منسوخ ہو چکی ہے اور جس کا کوئی حکم قابل عمل نہیں۔

خیر خواہ دید ہون از پہر دفع چشم زخم کھینچتا ہون اپنی آنکھوں مین سلائی نیل کی

مین وہ طالب دید ہون کہ جمال یار کا ہر حالت مین خیر خواہ ہون اس لئے ہنگام دید اپنی آنکھون مین دفع نظر بد کے لئے نیل کی سلائی پھیر لیتا ہون۔ نیل کی سلائی پھیرنا اندھا کرنے کو کہتے ہین اور قاعدہ ہے کہ دفع نظر بد کے لئے کالا ٹیکا یا نیل کا ٹیکا بچون کے لگا دیا کرتے ہین۔ یا اپنی دید کا خیر خواہ ہون اور اس کے نظر نہ لگنے کے لئے یہ سب کچھ کرتا ہون۔ اس شعر مین بھی الفاظ کا طوفان ہے جو معانی کے بہانے پر آمادہ ہے۔

نالہ کھینچا ہی سراپا داغ الفت ہون اسد کیا سزا ہی میرے جرم آرزو تاویل کی

اے اسد مین نے نالہ کیا ہے اور اس جرأت نے مجھے سراپا داغ کر دیا ہے واقعی مین نے یہ جرم کیا ہے اگرچہ اس کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ آرزو نے ایسا کرنے پر مجھے مجبور کیا پھر بھی یہ جرم ہے اور کیا بتاؤن کہ اس کی کیا سزا ہے۔

کیا ہم ترک دنیا کاہلی سے ہمین حاصل نہین بے حاصلی سے

ہم نے دنیا کو کاہلی سے ترک کیا ہے از راہ قناعت ترک نہین کیا ہائے یہ شیوہ بے حاصلی جو ہم نے اختیار کیا ہے ہم کو اس سے کچھ حاصل نہین ایک جگہ اسی خیال کو یون کہا ہے ؎

ضعف سے ہے نے قناعت سے یہ ترک جستجو
ہین وبال تکیہ گاہ ہمت مردانہ ہم

خراج دیہہ ویران یک کف خاک بیابان خوش ہون تیری عاملی سے

دہ ویران کا محصول کچھ نہین ہوتا۔ جیسا کہ سعدی علیہ الرحمہ کہتے ہین ؎

کہ سلطان نخواہد خراج از خراب

اسی لئے بیابانون کو خوشی کا موقعہ ہے کہ تو عامل ہے۔ اور کچھ ان کو دینا نہین ہے۔

پرافشان ہو گئے شعلے ہزاروں رہے ہم داغ اپنی کاہلی سے

ایک شعلے ہیں کہ پرافشان ہو گئے اور اڑ رہے ہیں اور ایک ہم ہیں کہ اپنی کاہلی کی بدولت وہی داغ کے داغ رہے اور کوئی ترقی نہ کر سکے۔

عرش گیاوی ؎
ایک ہم ہیں کہ کبھی ضعف نے اٹھنے نہ دیا
ایک ذرہ ہیں ہوا پر جو سنبھل جاتے ہیں

اسد قربان لطف جور بیدل خبر لیتے ہیں لیکن بیدلی سے

اس شعر میں بھی معنی کی بجائے زیادہ تر مرعات الفاظ سے کام لیا ہے مطلب شعر صاف ہے۔

نگاہ اس چشم کی افزوں کرے ہے ناتوانائی پر بالش ہر وقت دید مژگان تماشائی

اُس آنکھ کی نگاہ دیکھنے والے کے ضعف میں اضافہ کر دیتی ہے نوک جس کو مژگان تماشائی کہتے ہیں در اصل وہ تماشائی کی نگاہ یا خود تماشائی کے تکیہ بالین بیماری کے پر ہیں۔

شرار سنگ سے پا در حنا گلگون شیریں ہے ہنوز اے تیشہ فرہاد عرض آتشیں پائی

اے تیشہ فرہاد تیری شرر فشانی سے شیریں کے سمند تیز رفتار کی کیفیت یہ ہے کہ برابر شرار سنگ کو روندتا جا رہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پاؤں میں حنا لگی ہے مگر ہنوز تیری وہ بیقراریاں اور آتش افشانیاں کم نہیں ہوئی ہیں یعنی اب تیری بیقراری سے محبوب بھی بے قرار ہے مگر تو باز نہیں آتا۔

غرور دست رد شانہ توڑا فرق ہد ہد پر سلیمانی ہے ننگ بید ماغان خود آرائی

دست رد کسی چیز کو رد کرنے والا ہاتھ۔ واپس دینے والا ہاتھ۔ شانہ شکستن خائف کر دینا۔ خائف ہو جانا شانہ سر ہد ہد۔ ہد ہد ایک معروف پرندہ سلیمانی حکمرانی۔ بیدماغ

نازک مزاج۔ خود آرائی زینت۔ مطلب یہ ہو کہ نازک مزاجون اور بے دماغون کے لئے سلیمانی ننگ ہے۔ یعنی وہ لوگ جو خود آرائی کی وجہ سے بے دماغ ہو گئے ہین اُن کے واسطے سلیمانی اور بادشاہی یا ملک گیری باعث شرم ہے اغون نے اپنے دست رد سے سلیمانی کو واپس دیکر ہد ہد کو خائف کردیا۔ خائف کرنا اس وجہ سے ہے کہ سلیمانی ہدہد کے لئے ایک بہت بڑی چیز ہے وہ بھی ان کے استغنا کو دیکھ کر خائف ہوا۔ مناسبات لفظی کی اس شعر مین بھی بھرمار ہے۔ اور تخئیل کا زیادہ حصہ اسی مناسبت کے کام آیا ہے۔ شانہ۔ شانہ سر۔ فرق۔ ہدہد۔ سلیمانی۔ خود آرائی۔ یہ سب الفاظ شطرنج کے مہرون کی طرح ایک دوسرے کے زور مین اپنا اپنا کام کر رہے ہین مگر کوئی چال نہین نکلتی۔

جنون افسردہ و جان ناتوان اے جلوہ شوخی کر — گئی یک عمر خودداری بہ استقبال رعنائی

میری خودداری کی پوری زندگی رعنائی کا استقبال کرتے کرتے گزر گئی اور اب یہ عالم ہے کہ جنون افسردہ ہو گیا ہے۔ اور جان ناتوان ہو کر رہ گئی ہے۔ اے جلوۂ حسن یار اب تو خدا کے لئے اپنی شوخی دکھا کر جنون کی افسردگی اور جان کی ناتوانی جائے۔

نگاہ عبرت افسون گاہ برق و گاہ مشعل ہے — ہوا ہر خلوت و جلوت سے حاصل ذوق تنہائی

ہماری نگاہ جو ہر وقت ہمارے اوپر عبرت کا افسون دم کرتی ہے یا ہماری وہ نگاہ جسے افسون عبرت یاد ہے اپنی تاثیر افسون گری سے نئین نئی نیرنگیان دکھا رہی ہے کبھی برق کی صورت بن کر جلوت مین تمام عالم و کائنات عالم کو جلا دیتی اور نظرون سے پنہان کر دیتی ہے اور کبھی شمع کنج خلوت بن جاتی ہے۔ غرضکہ ہر جگہ ہم تنہا رہتے ہین۔ اسی مضمون کو بالکل برعکس فرماتے ہین ؎

ہے آدمی بجائے خود اک محشر خیال
ہم انجمن سمجھتے ہین خلوت ہی کیون نہ ہو

خدایا خون ہو رنگ امتیاز اور نالہ موزون ہو — جنون کو سخت بیتابی ہے تکلیف شکیبائی

اگرچہ ضبط نالہ و زاری سے مجھ مین ایک صورت امتیازی ضرور ہے مگر اے میرے خدا

مین اس سے باز آیا رنگ امتیاز کو خون کر کے میرے نالے کو موزون بنا دے میرے جنون کے لئے یہ شکیبائی کی تکلیف بیتابی کا کام دے رہی ہے۔

خرابات جنون میں ہے اسد وقت قدح نوشی — بعشق ساقی کوثر بہار بادہ پیمائی

اے اسد میخانہ جنون مین قدح نوشی کے وقت ساقی کوثر کے عشق مین بہار بادہ پیمائی کا لطف آتا ہے۔

بسکہ زیر خاک با آب طراوت راہ ہے — ریشہ ہر تخم کا دلو اندرون چاہ ہے

چونکہ خاک کے نیچے آب طراوت مخفی ہے اور اسی کے نیچے سے یہ راستہ ہو کر جاتا ہے اس لحاظ سے ہر تخم مین جو ایک ریشہ نکلتا ہے وہ گویا ہر ایک تخم کا ڈول ہے جو چاہ زیر زمین سے آب طراوت اس کے ذریعہ سے کھینچ رہا ہے۔ نباتات کے نشو نما کی حقیقت بیان کی ہے گویا خاک مین ملنا طراوت کی طرف راستہ پیدا کر لینا ہے ؎

خاک مین ملتا ہے دانہ سبز ہونے کے لئے

عکس گلہای سمن سے چشمہای باغ مین — فلسہای آئینہ پرداز داغ ماہ ہے

چنبیلی کے پھولون کا عکس جو باغ کے چشمون مین پڑ رہا ہے اس سے ماہیان چشمہ کے فلس ایسے معلوم ہوتے ہین جیسے چاند کے اندر داغ یعنی پانی چاند کی طرح جگمگا رہا ہے اور اس مین مچھلیون کے فلس داغ ماہ ہین۔

وان سے ہے تکلیف عرض بیدماغی ہای دل — یان صریر خامہ مجکو نالۂ جانکاہ ہے

ان کی بے پروائی یا استغنا کی وجہ سے ضرورت ہے اس بات کی کہ مین اپنی بے دماغیون اور دل کی نازک مزاجیون کا حال لکھون یا ان کی خواہش ہے کہ مین اپنے دل کی یہ کیفیات قلمبند کر دون اور میری حالت یہ ہے کہ قلم کی آواز تحریر مجکو ایک نالۂ جانکاہ معلوم ہوتی ہے۔

حسن رعنائی چمن ہم صد سرو گردن فرق — سرو کی قامت پہ گل کل دامن کوتاہ ہے

حسن اور رعنائی مین سوسرون اور گردنون کا فرق معلوم ہوتا ہے سرو کے قد پر گل کی بیلین چڑھی ہوئی ہین - وہ ایسی معلوم ہوتی ہین کہ ایک تنگ پیراہن پہنے ہوئے ہے - یعنی وہم ہوتا ہے کہ حسن اور رعنائی مین کافی فرق ہے - اس شعر مین تشبیہ ناتمام رہ گئی ہے - ایک جگہ ایک ایسا ہی مضمون مکمل صورت مین یون کہا ہے ؎

سمجھ اس فصل مین کوتاہی نشو ونما غالب
اگر گل سرو کے قامت پہ پیراہن نہو جائے

رشک ہے آسایش ارباب غفلت پر اسد — پیچ و تاب دل نصیب خاطر آگاہ ہے

اے اسد مجھے اُن لوگون پر بڑا رشک آتا ہے جو غافل ہین اور جنھین کوئی غم اور فکر نہین ہے پیچ و تاب اُن لوگون کے لئے ہے جو آگاہ ہین اور ہر مصیبت اور اندیشہ انھین کے واسطے ہے میرا شعر ہے ؎

دشمن راحت ہے آتسی میرا احساس خرد
مجکو وہ بے حسی مین ہر جگہ آرام تھا
لی ہوش مین آنے کی جو ساقی سے اجازت
فرمایا خبردار کہ نازک ہے زمانا (حالی)

بسکہ چشم از انتظار خوش خطان بے نور ہے — یک قلم شاخ گل نرگس عصای کور ہے

چونکہ خوشخطون کا انتظار دیکھتے دیکھتے آنکھین بے نور ہو گئی ہین اس وجہ سے نرگس کے پھول کی شاخ اندھے کے ہاتھ کی ایک لاٹھی معلوم ہوتی ہے -

بزم خوبان بسکہ جوش جلوہ سے پرنور ہے — پشت دست عجز یان ہر برگ نخل طور ہے

معشوقون کی محفل چونکہ جلوون سے بھری ہوئی ہے اور نور سے معمور ہے تو اسکے سامنے نخل طور جسپر وادی ایمن مین جلوہ چمکا تھا - عاجز معلوم ہوتا ہے اور اسکا ہر پتہ ایک پشت دست عجز معلوم ہوتا ہے -

ہون تصور ہائے ہمدوشی سے بدمست شراب — حیرت آغوش خوبان ساغر بلور ہے

مین بیہوشی کا تصور کر رہا ہون اور اس مین ایسا مست و مدہوش ہون کہ معلوم ہوتا ہے مین نے شراب پی ہے معشوقون کے آغوش کا خیال میری بادہ کشی کیلئے ساغر بلور بن گیا ہے۔

ہے عجب مُردون کو غفلتہاے اہل دہر سے   سبزہ جون انگشت حیرت در دہان گور ہے

مردون کو اہل دنیا کی غفلتون سے تعجب آتا ہے اور وہ سخت حیران ہین اُن کا سبزہ تربت گویا ایک انگشت حیرت ہے۔ یعنی گور انگشت حیرت در دہان ہے۔

حسرت آباد جہان مین ہے الم غم آفرین   نوحہ گویا خانہ زاد نالۂ رنجور ہے

دنیا ایک حسرت آباد ہے یہان الم سے غم پیدا ہوتا ہے کیونکہ نالۂ رنجور کا نوحہ ایک غلام خانہ زاد ہے یعنی نالہ کے بعد ہی نوحہ کی نوبت آتی ہے۔

کیا کرون غمہاے پنہان لے گئے صبر و قرار   دزد گر ہو خانگی تو پاسبان مجبور ہے

صبر و قرار بھی دل مین رہتے ہین اور غم بھی دل ہی مین رہتے ہین میرے غمون نے میرے صبر و قرار کو تاراج کر دیا جب چور خانگی ہے تو مین کیا کر سکتا ہون۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈہاے والا مضمون ہے۔

ہون زپا افتادگی ہی نشۂ حیرت مجھے   بے سخن تبخالۂ لب دانۂ انگور ہے

میرا عاجز ہو جانا میرے لئے نشۂ حیرت کا کام دیتا ہے بغیر سخن کہے ہوے میرے لب پر جو چھالا پڑا ہوا ہے وہ گویا انگور کا دانہ ہے۔ جو باعث ایجاد شراب حیرت ہے۔

جس جگہ ہو مسند آرا جانشین مصطفےٰ   اس جگہ تخت سلیمان نقش پاے مور ہے

یہ منقبت کا شعر ہے۔ کہتے ہین کہ جانشین رسولؐ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جس جگہ مسند آراے حکومت ہون اس جگہ پر تخت سلیمان ہیچ اور بے وقعت معلوم ہوتا ہے۔

ہے وہاں تکلیف عرض بیدماغی اے اسدؔ — یاں صریر خامہ مجھکو نالۂ رنجور ہے

ایک شعر جو ابھی لکھا ہے یہ بھی وہی ہے صرف اس کی ردیف بدل دی گئی ہے لہٰذا اس کی شرح اسی کے تحت میں ملاحظہ کیجئے شعر یہ ہے۔

واں سے ہے تکلیف عرض بیدماغیہاے دل
یاں صریر خامہ مجھکو نالۂ جانکاہ ہے

اے خیال وصل نادر ہے مے آشامی تری — پختگی ہاے کباب دل ہوئی خامی تری

اے خیال وصل تیری شراب نوشی بھی عجیب قسم کی شراب نوشی ہے اور تجھ میں بہت عجیب باتیں ہیں چونکہ تو خام ہے اس سے دل عشاق کباب ہوے جاتے ہیں خامی سے پختگی پیدا ہونا ایک عجیب بات ہے۔ یا خیال وصل کی خود شراب نوشی یا خیال وصل سے شراب نوشی دونوں صورتیں ممکن ہیں۔

رچ گیا جوش صفائے زلف کا اعضا میں عکس — ہے نزاکت جلوہ اے ظالم سیہ فامی تری

زلف کے جوش صفا کا اعضا کے اندر عکس رچ گیا ہے اے ظالم تیری سیاہ فامی کسقدر نزاکت سے بھری ہوئی ہے۔ عجیب شعر کہا ہے کہ زلف کے سیاہ ہونے کے بجاے معشوق کو سیاہ فام کہا ہے۔

برگ ریزی ہاے گل ہے وضع زرافشاندنی — باج لیتی ہے گلستان سے گل اندامی تری

پھولوں کی پتیاں جھڑنا ایک قسم کی سونے کی نچھاور ہے جو تیرے اوپر کی جا رہی ہے اے ظالم تیری گل اندامی اور نزاکت باغ سے خراج وصول کرتی ہے۔

بسکہ ہے عبرت ادیب یاوگی ہاے ہوس — میرے کام آئی دل مایوس ناکامی تری

عبرت ایک ادیب ہے جو ہوس کی بیہودگیوں کو روکتی ہے۔ اے دل تو جو مایوس ہوا

اور اس سے مجھے عبرت حاصل ہوئی اس وجہ سے کہ تیری ناکامی میرے کام آ گئی کہ
ہوس وغیرہ مسری اور بیہودگی جاتی رہی ۔

ہم نشینی رقیبان گرچہ ہے سامان رشک لیکن اس سے ناگوار تر ہے بدنامی تری

اگرچہ تیرے پاس رقیبوں کا بیٹھنا میرے واسطے رشک کا سامان ہے اور اس سے
مجھے تکلیف ہوتی ہے مگر اس قسم کے رشک اور تکلیف کی مجھے کوئی پروا نہیں ہے اس سے
بھی زیادہ مجھے تیری بدنامی ناگوار ہے اور اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے ۔

سر بزانوئے کرم رکھتی ہے شرم نارسی اے اسد بیجا نہیں ہے غفلت آرامی تری

اے اسد غفلت سے تیرا آرام کرنا اور ست آرام رہنا کچھ بیجا نہیں ہے تیری نارسی
کی شرم اس سے اپنا سر زانوئے کرم پر رکھے ہوئے ہے ۔ حقیقتاً یہ تیرے کام
آ رہی ہے ۔

یہ سرنوشت میں میری ہے اشک افشانی کہ موج آب ہے ہر ایک چین پیشانی

مجھ بدنصیب کی قسمت میں ہمیشہ کے لئے آنسو بہانا ہے اور اس سے کسی حالت
میں نجات نہیں ہے یہ حالت ہے کہ ہر چین پیشانی جو میری پیشانی میں ہے وہ ایک
موج آب معلوم ہوتی ہے ۔

نظر بغفلت اہل جہان ہوا ظاہر کہ عید خلق پہ حیران ہے چشم قربانی

اہل جہان کی غفلت کو دیکھتے ہوئے یہ بات ظاہر ہوئی کہ دنیا کو محو عید قربان
دیکھ کر ذبیحہ کی آنکھیں محو حیرانی ہو گئی ہیں اور سوچتی ہیں کہ اے خدا یہ برتر انسان
کس قدر فریب خوردہ ہستی ہے کہ اس اسباب ظاہر سے شاد اور ہشاش وبشاش
نظر آتا ہے ۔

کہوں وہ مصرع برجستہ وصف قامت میں کہ سرو ہو نہ سکے اسکا مصرع ثانی

میرا ارادہ ہے کہ تعریف قد معشوق مین ایسا مصرع برجستہ کہون کہ سرو بھی اُسکا مصرع ثانی نہ بن سکے یعنی سرو باوجود برجستگی اور راستی و موزونی اس کا مقابل نہ ہو سکے۔

اسد نے کثرت دلہائے یار سے جانا / کہ زلف یار ہے مجموعہ پریشانی

اسد نے یہ دیکھکر کہ دنیا کے ہزارون دل اس مین اُلجھے ہوے ہین اور وہ سب پریشان ہین اُس کی زلف کو یہ سمجھا کہ یہ ایک مجموعہ پریشانی ہے۔

دیوانگی ہے تجکو درس خرام دینا / موج بہار یکسر زنجیر نقش پا ہے

تجکو خرام ناز کی تعلیم دینا جنون اور دیوانگی سے کم نہین ہے تیرے نقش پا ہیچ موج بہار ہین یعنی زمین پر جو تیرے قدم سے نقش پڑے ہین وہ ایک زنجیر معلوم ہوتے ہین اور وہ زنجیر موج بہار کی طرح معلوم ہوتی ہے۔

دریائے مے ہے ساقی لیکن خمار باقی / تا کو چہ وادن موج خمیازہ آشنا ہے

اس مین شک نہین کہ ساقی ایک دریائے مے ہے لیکن اس کا دریا ہونا خمار کو نہین مٹا سکتا۔ کیونکہ اس دریا کی موج مین بھی صورت خمیازہ معلوم ہوتی ہے کوچہ دادن کے معنی ملاست چھوڑنے کے ہین۔

اے غنچہ تمنا یعنی کف نگارین / دل دے تو ہم بتادین مٹھی مین تیری کیا ہے

شاعر کف نگارین کو غنچہ تمنا کہکر خطاب کرتا اور کہتا ہے کہ اے کف نگارین اگر تو ہمارا دل ہم کو دے تو ہم بتا ئین کہ تیری مٹھی مین کیا ہے۔

آشیان بند بہار عیش ہون ہنگام قتل / یان پر پرواز رنگ رفتہ بال تیر ہے

مین قتل کے وقت مین بہار عیش کا آشیانہ بنا رہا ہون اور تیر کے پر میرے واسطے پر پرواز بنے ہوے ہین۔

روزی زینت طرازان جا گل ازنہال شمع پیدا غنچہ گلگیر ہے

یت اور بناؤ سنگار کرنے کے وقت گل کی جگہ نہال شمع سے غنچہ
رہا ہے اور یہ سب ان کی زینت طرازی کا اثر ہے

ن وفا ہی جرعہ نوشیاں یار یان گلوئے شیشہ قبضہ شمشیر ہے

دستاں کی شراب نوشی گویا خون وفا کی خونریزی ہے شیشہ کا گلا گویا تلوار کا قبضہ ہے
بکر رہا ہے۔

م چراغ خلوت دل تھا اسد وصل میں وہ سوز شمع مجلس تقریر ہے

ے اسد وہ سوز غم جو شام تنہائی خلوت دل میں شمع بنا ہوا تھا شب وصل
ہ مجلس تقریر بن گیا ہے۔

پروا خراب وحشت تسخیر ہے آئینہ خانہ مری تمثال کو زنجیر ہے

برا ذوق بے پروا وحشت تسخیر کی وجہ سے خراب اور برباد ہو ...
نے کہ میری تصویر کو چاروں طرف سے مسخر کر رکھا ہے۔ ... اس ... نے
لیا ہے۔

بکہ خاطر بیتاب بن گئی مژگان باز ماندہ رگ خواب ہو گئی

میرا دل جو کہ بے انتہا بیتاب ہے اور نہایت بے قرار ہے اسی وجہ سے میری
ب بھی مژگان باز ماندہ بن گئی ہے یعنی میری حالت خواب بھی بیداری جیسی
خواب ایک اصطلاح ہے جس سے سلسلہ خواب یا عالم خواب مراد ہے۔

م لب آلودہ مسی میرے لئے تو تیغ سیہ تاب ہو گئی

وہ ہونٹ جیسے مسی لگی ہے انکی موج تبسم میرے واسطے تیغ سیہ تاب بن گئی ہے۔

رخسار یار کی جو ہوئی جلوہ گستری
زلف سیاہ بھی شب مہتاب ہو گئی

یار کے رخساروں کی جو جلوہ گستری ہوئی یعنی اس کے رخساروں کا جو نور پھیلا تو اس کی زلف سیاہ بھی چاندنی رات معلوم ہونے لگی۔

بیدل تو انتظار کی طاقت نہ لا سکی
اے جان برلب آمدہ۔ بیتاب ہو گئی

انتظار کے ظلم نہ اٹھا سکی۔ واہ اے جان برلب آمدہ اس دیکھ لیا کیا تو بیتاب ہو گئی۔ آخر میں استفہام ہے۔

غالبؔ بسکہ سوکھ گئے چشم میں سرشک
آنسو کی بوند گوہر نایاب ہو گئی

اے غالب چونکہ آنکھوں میں آنسو سوکھ گئے لہذا حالت یہ ہوئی ہے کہ اب ایک آنسو کی بوند بھی گوہر نایاب کا درجہ اور قیمت رکھتی ہے

ہر رنگ سوز پردۂ یک ساز ہے مجھے
بال سمندر آئینۂ ناز ہے مجھے

سوز خواہ وہ کسی قسم کا ہو۔ کہیں ہو میرے واسطے ساز کا ایک پردہ ہے یعنی میرے لئے موجب انبساط ہے۔ چنانچہ دیکھئے بازوے سمندر کو کہ اس کے بازو اور بھی میرے لئے موجب ناز و افتخار رہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ اس میں بھی سوز موجود ہے۔

طاؤس خاک حسن نظرباز ہے مجھے
ہر ذرہ چشمک نگہ ناز ہے مجھے

خاک ایک طاؤس ہے (طاؤس بوجہ خاک کے ذروں کی درخشانی کے کہا گیا) جو مجھکو ایک ایسا حسن معلوم ہوتا ہے جو نظر بازی کر رہا ہے اس لئے خاک کا ہر ایک ذرہ نگاہ ناز کی چشمک اور اشارہ بازی معلوم ہوتا ہے۔

آغوش گل ہے آئینۂ ذرہ ذرہ خاک
عرض بہار جوہر پرواز ہے مجھے

ایک ایک ذرہ خاک آئینہ میرے واسطے آغوش گل ہے اور بہار کی آمد میرے لئے پیغام پرواز ہے غرض سے مراد آمد بہار۔

ہے بوئے گل غریب تسلی گہ وطن — ہر گرد آشیان پر پرواز ہے مجھے

پھولوں کی خوشبو ایک مسافر ہے جو تسلی گاہ وطن کو جا رہا ہے گویا کہ آشیانے کا ہر ایک جنبہ پرواز بنا ہوا مجھے پرواز پر ہی لا رہا ہے

وحشت بہار نشہ و گل ساغر شراب — چشم پری شفق کدہ راز ہے مجھے

مجھے وحشت نشہ کی بہار معلوم ہوتی ہے اور پھول ساغر شراب معلوم ہوتا ہے اور چشم پری ایک راز کا گھر شفق کدہ ہو کے سرخی جوشش کے دکھا گیا۔

فکر سخن بہانہ پرواز خامشی — دود چراغ سرمہ آواز ہے مجھے

میری فکر سخن میرے واسطے خاموشی کا ایک بہانہ بن گئی ہے اور دود چراغ سرمہ آواز بن گیا ہے۔ جو کوئی پوچھتا ہے کہ آخر چپ کیوں ہو تو میں اس سے کہتا ہوں کہ فکر سخن میں مصروف ہوں اور جو کوئی کہتا ہے کہ کیوں نہیں بولتے تو کہہ دیتا ہوں کہ سرمہ چراغ نے آواز گرفتہ کر دی ہے اس لئے بول نہیں سکتا۔

ہے خامہ فیض بیعت بیدل بکف اسد — یک نیستان قلمرو اعجاز ہے مجھے

اے اسد قلم میرے ہاتھ میں بیعت بیدل کے فیض سے ایک نیستان ولایت اعجاز بن گیا ہے۔

نگاہ یار نے جب عرض تکلیف شرارت کی — دیا ابرو کو چھیڑا اور اس نے فتنے کو اشارت کی

جب نگاہ یار نے چاہا کہ کوئی شرارت برپا ہو جائے تو ابرو کو چھیڑ دیا اور ابرو نے اشارہ کر کے فتنے کو آمادہ شرارت کر دیا۔ اے لیجئے اچھا خاصا ایک فتنہ برپا ہو گیا

شہ گل نے کیا جب بندوبست گلشن آرائی — عصائے سبز دے نرگس کو دی خدمت نظارت کی

گل ایک بادشاہ ہے جب اس نے گلشن آرائی کا انتظام کیا تو نرگس کو ناظر مقرر کیا اور اس کو ایک سبز عصا مرحمت کر دیا ۔ نرگس کا ناظر ہونا بسبب اس کے ہے کہ نرگس کو چشم سے مشابہ کرتے ہین اور سبز عصا بلحاظ اس کی شاخ کے کہا ہے۔

نہین ہے ریزش عرق کی اسے ذوبان عضا ہے ۔ تپ خجلت نے کیا نبض رگ گل سے حرارت کی

طب کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ حرارت کے لازم ہونے سے اعضا کا ذوبان یعنی گھلنا گھلنا شروع ہو جاتا ہے اسی بنا پر شاعر کہتا ہے کہ آخر تپ خجلت نے رگ گل کی نبض مین اتنی حرارت پیدا کی ہے کہ اس کو ذوبان اعضا شروع ہو گیا ۔ کیونکہ یہ ریزش عرق نہین ہے بلکہ اعضا کا ذوبان ہے جو خجلت سے پیدا ہوا ۔

زبس نکلا غبار دل بوقت گریہ آنکھون سے ۔ اسد کھائے ہوئے سرمے نے آنکھونمین بصارت دی

غبار دل جو روتے وقت آنکھون سے نکلا تو گویا اس سرمے نے جو کھایا گیا تھا جس سے مراد خاموشی رہے آنکھون مین روشنی پیدا کی ۔ کیونکہ وہ آنکھون کی راہ سے ہو کر گویا ۔ غبار کو بوجہ باریکی سرمے سے تشبیہ دی اور تشبیہ بادنی ملاسمت جائز ہے ۔ غبار دل کا نکلنا ۔ بخار اس نکلنا ۔

خدایا ۔ دل کہان تک دن بصد رنج و تعب کاٹے ۔ خم گیسو ہو شمشیر سیہ تاب و شب کاٹے

اے میرے خدا میرا فراق زدہ دل کہان تک رنج و غم کی حالت مین دن تیر کرے ایسا اگر ہو تو مناسب ہے کہ وہ خم گیسو سیہ تاب تلوار بن جائے اور رات کو کاٹ دے صرف مراعات النظیر ہے ۔

گر اتنی قدر رشک دیدۂ عاشق خود آرایان ۔ صدف دندان گوہر سے بحسرت اپنے لب کاٹے

کاش اگر کہین ایسا ہو کہ معشوق عاشقون کے آنسوؤن کی قدر کرنے لگین تو سیپ گوہر کے دانتون سے رشک اور حسد کی وجہ سے اپنے ہونٹ چبانے لگے ۔ لب صدف نہایت ہی عمدہ استعارہ ہے اور دندان گوہر بھی بہت مناسب ہے ۔

درِ نغادہ مریضِ غم کہ فرطِ ناتوانی سے ۔ بہ قدرِ یک نفس جادہ بصد رنج و تعب کاٹے

ہائے افسوس ہے اس مریضِ غم کی حالتِ زار پر جو اتنا کمزور اور ناتوان ہو گیا ہو کہ سانس بھی دشواریوں کے ساتھ لے یعنی ایک جادہ نفس بھی سیکڑوں مصیبتوں سے طے کرے ۔

یقین ہے آدمی کو دستگاہِ فقر حاصل ہو ۔ دمِ تیغِ توکل سے اگر پائے سبب کاٹے

امید نہیں بلکہ یقینِ کامل ہے کہ آدمی کامل فقیر ہو جائے اگر وہ توکل کی تلوار سے سبب کے پاؤں کاٹ ڈالے یعنی توکل کرے اور اسباب سے قطع نظر کرے ۔ کرے گا تو یہ ہوگا اور یہ ہوگا تو یہ ہوگا ان سب خیالات کو چھوڑ دے اور توکل کرکے بیٹھ جائے ۔

اسد مجھ میں ہے اسکے بوسۂ پا کی کہاں جرأت ۔ کہ میں نے دست و پا باہم بہ شمشیرِ ادب کاٹے

اے اسد مجھ میں اس کے پاؤں چومنے کی اب جرأت کہاں ہے میں نے ادب کی تلوار سے اپنے ہاتھ پاؤں دونوں کاٹ ڈالے ہیں یعنی میں اس قدر پابندِ ادب ہو گیا ہوں کہ اس قسم کی جرأت میرے ہاتھ پاؤں سے ممکن ہی نہیں ہے ۔ ایک جگہ کہا ہے ؎

لے تو لوں سوتے میں اسکے پاؤں کا بوسہ مگر
ایسی باتوں سے وہ کافر بدگمان ہو جائے گا

ہوا جب حسن کم خط پر غبارِ سادہ آتا ہے ۔ کہ بعد از صافِ ساغر میں دُردِ بادہ آتا ہے

جب حسن کم ہو جاتا ہے تو رخسارِ صاف پر خط کی نمود ہوتی ہے اور یہ کیوں نہ ہو قاعدہ مقررہ ہے کہ ہمیشہ صاف شراب کے بعد پیالہ میں شراب کی تلچھٹ آتی ہے ایک جگہ کہا ہے اور اسی مضمون کو یوں ادا کیا ہے ؎

آمد خط سے ہوا ہے سرد جو بازارِ دوست ۔ دودِ شمع کشتہ تھا شاید خطِ رخسارِ دوست

نہیں ہے مزرع الفت میں حاصل غیر پامالی نظر داشک بزمین فتادہ آتا ہے

مزرع الفت کا حاصل سوائے رشک کردہ پامال ہو اور کچھ بھی نہیں ہے گو یا کہ آنسو ایک دانہ ہے جو بوجہ پامالی کے خوشے سے جدا ہو کر زمین پر گر گیا ہے یا ایک دانہ ہے جو زمین پر پڑا ہے اور روندا جا رہا ہے۔

محیط دہر میں بالیدن از ہستی گزشتن ہے کریاں ہر اک حباب آشکست آمادہ آتا ہے

دنیا ایک دریائے بے پایان ہے یہاں بڑھنے اور نشو و نما پانے کے معنی یہ ہیں کہ ہستی سے گزر جائے اور ترک ہستی کرے۔ حباب کو دیکھو کہ اسکا بڑھنا اسکے واسطے شکست کا سامان اور ٹوٹنے کا دیباچہ ہے اور اسکی نشو و نما سامان فنا ہے۔

دیار عشق میں جاتا ہو جو سوداگری سامان متاع زندگانی بغارت دادہ آتا ہے

عشق کا استعارہ کیا ہے دیار سے اس سے استعارہ کر کے کہتا ہے کہ اس ولایت میں جو کوئی سوداگری کرنے کے لئے جاتا ہے اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اپنی زندگانی کا مال و متاع لٹوا کر آتا ہے۔ زندگانی لٹنے سے مراد یہ بھی ہوسکتی ہے کہ بہت سی زندگانی دن بدن پانی ہو کر جاتا ہے۔

اسد وارستگان باوصف سامان بے تعلق ہیں صنوبر گلستان میں با دل آزادہ آتا ہے

اے اسد وارستہ مزاج باوجود سامان کے بے تعلق ہیں صنوبر باغ میں با اینکہ اس میں سب برگ و بار موجود ہوتے ہیں مگر پھر بھی بالکل آزاد آتا ہے۔

بہ فکر حیرت رم آئینہ پرواز زانو ہے کہ مشک نافہ تمثال سواد چشم آہو ہے

مشک رمیدگی کی حیرت میں مستغرق ہو کر گویا آئینہ بن گیا ہے گویا مشک نافہ سراسر چشم آہو کی تمثال نظر آتا ہے جس سے اس کی حیرانی اور ... اس مضمون کو تغیر الفاظ کے ساتھ مرزا نے اکثر جگہ کہا ہے چنانچہ یہ شعر ...

ہے عدم میں غنچہ محو عبرت انجام گل
یک جہاں زانو تامل در قفائے خندہ ہے

ترحم میں ستم کوشاں کے ہے سامان خونریزی
سر شک چشم یار آب دم شمشیر ابرو ہے

ستم کوشوں کے رحم میں بھی ظلم اور خونریزی کی شان ہے اور اس میں بھی ستم کے سامان موجود ہیں دوست کی آنکھ کے آنسو جو وہ میرے حال پر ازراہ ترحم بہاتا ہے شمشیر ابرو کی آبداری معلوم ہوتے ہیں جو خونریز اور سفاک ہے۔

ہوا چرخ خمیدہ ناتوان بار علائق سے
کہ ظاہر پنجۂ خورشید دست زیر پہلو ہے

چرخ کوزہ پشت کی کمر تعلقات کے بوجھ کی وجہ سے جھک گئی ہے۔ ظاہرا پنجۂ خورشید ایک ہاتھ ہے جو بوجھ کو سنبھالنے یا تکان کو دور کرنے کے واسطے اسنے کمر کے نیچے لگا لیا ہے اور یہ قاعدہ عام ہے کہ تھک جانے یا بوجھ سنبھالنے کے لئے مزدور کمر کے نیچے ہاتھ لگا لیتے ہیں۔

اسد تا کے طبیعت طاقت ضبط الم لائے
فغان دل بہ پہلو نالۂ بیمار بدخو ہے

اے اسد طبیعت غریب کہاں تک ضبط غم کیا کرے اور کہاں تک اس میں تاب ضبط باقی رہے حالت یہ ہے کہ دل جو پہلو میں شور و فغان کرتا ہے وہ ایک بیمار بدمزاج کا نالہ معلوم ہوتا ہے۔

خبر نگہ کو نگہ چشم کو عدو جانے
وہ جلوہ کر کہ نہ میں جانوں اور نہ تو جانے

خبر نگاہ کو اور نگاہ آنکھ کو اپنا دشمن سمجھے اور ایک کی دوسرے کو کانوں کان خبر نہ ہو میں اسی جلوہ کا متمنی ہوں کہ نہ تجھے خبر ہو اور نہ مجھے معلوم ہو۔ نہایت ہی نازک اور لطیف شعر کہا ہے جس کا وجدان ذوق سلیم پر منحصر ہے۔

نفس بہ نالہ رقیب و نگہ بہ اشک عدو
زیادہ اس سے گرفتار ہوں کہ تو جانے

نفس نالہ کا رقیب ہے اور نگہ آنسوؤں کی دشمن ہے اور یہ رقابتیں باہم چل رہی ہیں۔ ہر چیز بلا شرکت غیرے تیری خواستگار ہے۔ تجھے ان حالات کی کیا خبر ہے۔ میری گرفتاری تیری معلومات سے بہت زیادہ ہے۔

بہ کسوتِ عرقِ شرم قطرہ زن ہے خیال
مبادا حوصلہ معذورِ جستجو جانے

میرا خیال عرقِ شرم کے لباس میں قطرہ زنی کر رہا ہے اور برابر اپنی مسافت طے کرتا جاتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ حوصلہ یہ سمجھ لے کہ وہ معذورِ جستجو ہو گیا ہے۔

جنوں فسردۂ تمکیں ہے کاش عہدِ وفا
گدازِ حوصلۂ پا کو آبرو جانے

میرے جنوں کو معشوق کی تمکنتِ حسن نے افسردہ کر دیا ہے کاش کہ عہدِ وفا میرے حوصلۂ پا کے گداز کو اپنی آبرو سمجھے۔ گدازِ حوصلۂ پا کو آبرو سمجھنا نہایت عجیب چیز ہے یعنی عہدِ وفا کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ پاؤں درماندۂ جستجو ہو گیا۔ بلکہ اس کو اس کے گداز سے کام لینا چاہئے۔

نہ ہووے کیونکہ اُسے فرضِ قتلِ اہلِ وفا
لہو میں ہاتھ کے بھرنے کو جو وضو جانے

جو ظالم ہاتھ میں لہو لگ جانے کو وضو سمجھے پھر بھلا وہ اہلِ وفا کے قتل کو فرض کیوں نہ جانے اس کے لئے تو یقینی فرض ہے۔

زباں سے عرضِ تمنائے خامشی معلوم
مگر وہ خانہ برانداز گفتگو جانے

یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ کبھی میری خامشی زبان سے تمنا کرے گی یہ تو محالات سے ہے بس اب تو اسی طرح کام چل سکتا ہے کہ وہ خانہ برانداز میری خامشی کو بھی گفتگو سمجھ لے۔

مسیحِ کشتۂ الفت ببر علی خاں ہے
کہ جو اسدؔ تپشِ نبضِ آرزو جانے

اے اسدؔ ببر علی خاں کشتۂ الفت کا مسیحا ہے کہ جو اچھی طرح نبضِ آرزو کی تپش کو سمجھتا ہے۔

دیکھ تری خوے گرم دل بہ تپش رام ہے　　طائر سیماب کو شعلہ رگ دام ہے

تیری خوے گرم کو دیکھ کر میرا دل مطیع تپش ہو گیا ہے گویا طائر سیماب اشعلہ کے جال مین پھنسا ہوا ہے۔ طائر سیماب دل ہے اور دام شعلہ اس کی خوے گرم۔

شوخی چشم حبیب فتنۂ ایام ہے　　قسمت بخت رقیب گردش صد جام ہے

گویا معشوق کی آنکھ کی شوخی فتنۂ ایام اور گردش دوران ہے جس سے بخت رقیب کی قسمت مین سیکڑون جام کی گردش آگئی ہے جو اس کے لئے وجہ آسایش و عیش ہے۔

کو نفس و چہ غبار جرات عجز آشکار　　در تپش آباد شوق سرمہ صدا نام ہے

یہان نفس اور غبار کہان ہے عجز مین جسقدر جرات ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے حالت عجز مین کیا نفس اور کیا غبار۔ یہان ان چیزون کا وجود ہی نہین بلکہ حالت یہ ہے کہ شوق کی تپش آباد مین سرمہ در گلو ہونے یا خاموش رہنے کا نام صدا ہے۔ بالکل ایسا ہی شعر ہے جیسا کہ اس سے پہلی غزل مین لکھا گیا ؎

مگر وہ خانہ برانداز گفتگو جانے

غفلت افسردگی تہمت تمکیں نہ ہو　　اے ہمہ خواب گران حوصلہ بدنام ہے

افسردگی نے دل مین اپنا اثر پھیلا کر ایک غفلت کی صورت پیدا کر دی ہے۔ شاعر اس سے ڈر رہا ہے اور کہتا ہے کہ یہ غفلت کہین میرے اوپر تمکنت اور غرور کی تہمت قائم نہ کرائے۔ اسکے بعد اسی غفلت کو خواب گران کہہ کے کہتا ہے کہ اے خواب گران یہ کیا اندھیر اور کیا غضب ہے دیکھ حوصلہ بدنام ہو رہا ہے اور دنیا اس کو مشکوک نگاہون سے دیکھ کر میرے اوپر نہ معلوم کیا کیا تہمتین تراش رہی ہے۔

بزم وداع نظر یاس طرب نامہ بر　　فرصت رقص شرر بوسہ بہ پیغام ہے

شاعر اپنی ایک حالت بربادی کا بیان کرتا ہوا کہتا ہے کہ میری بزم اب صرف وداعِ نظر ہے اور میرے لئے یاس طرب کی نامہ بر ہے۔ میری فرصت ہستی ایک رقص شرر کے برابر ہے اور پیغام میرے لئے بوسہ ہے۔

گریہ طوفاں رکاب نالۂ محشر عناں بے سر و ساماں اسد فتنہ سر انجام ہے

اس کے گریہ کی رکاب میں طوفان ہے اور اس کا نالہ محشر عنان ہے۔ تم اسد کو بے سر و سامان سمجھتے ہو مگر در اصل وہ فتنہ سر انجام ہے۔ یعنی اس سے بڑے بڑے فتنوں کا سرانجام ہوگا۔

ریشہ شہرت دوانیدن ہے رفتن زیر خاک خنجر جلاد برگ بید مجنوں ہے مجھے

میری ترقی اور میری شہرت رفتن زیر خاک پر منحصر ہے گویا کہ خنجر جلاد میرے حق میں برگ بید مجنون کا کام دے گا جو نیچے ہی نیچے پھیلتا اور ترقی کرتا رہتا ہے یعنی خنجر جلاد سبب ہوگا میرے خاک میں جانے کا۔ اور خاک میں جانا سبب ہوتا ہے ریشہ شہرت دوانیدن کا۔ تو خنجر جلاد میرے لئے برگ بید مجنون خود ہی بن جائے گا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہر دانہ ریشہ جبھی پیدا کرتا ہے جب وہ خاک میں ملتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے ؎

خاک میں ملتا ہے دانہ سبز ہونے کے لئے

جیسے تخم ریشہ سرسبزی خاک میں مل کر نکالتا ہے۔ اسی طرح عاشق خاک میں مل کر مشہور ہوتا ہے۔

ساقیا دے ایک ہی ساغر میں سب کو تو کہ آج آرزوئے بوسۂ لب ہائے میگوں ہے مجھے

اے ساقی میری خواہش اور تمنا یہ ہے کہ آج تو ایک ہی ساغر میں سب پینے والوں کو شراب پلا دے تاکہ اس بہانے سے میں ان ہونٹوں کے بوسے لے سکوں یعنی اس کا ہونٹ جو پیالے کو لگے گا اور اسکے بعد وہی ساغر میرے لب تک پہونچے گا تو گویا میں ان ہونٹوں کے بوسے لوں گا۔ یا یہ کہ پہلے اگر میں پیوں تب بھی وہی اثر ہوگا۔ اس مضمون کو مختلف طریقے سے لوگوں نے کہا ہے کسی کا ایک مشہور شعر ہے ؎

پس از مردن بنائے جائینگے ساغر ہی گِل کے
بہ جان بخش کے بوسے ملینگے خاک میں مل کے

ہوگئی باہم گر جوش پریشانی سے جمع گردش جام تمنا دور گردون ہے مجھے

اس قدر جوش پریشانی ہوا کہ دونوں باہم جمع ہوگئے میرے لئے گردش جام تمنا دور گردون ہے۔ غرضکہ دور گردون بھی پریشان کن ہے اور گردش جام تمنا بھی۔

دیکھ لے جوش جوانی کی ترقی بھی کہ اب بدر کے مانند کاہش روز افزون ہے مجھے

چاند جب پورا ہو جاتا ہے تو اس کی کاہش شروع ہوتی ہے اور وہ کاہش ہر روز زیادہ ہوتی جاتی ہے لہٰذا میرے جوش جوانی کی ترقی کو دیکھ کہ میں جوان ہو کر برابر گھٹ رہا ہوں۔

غنچگی ہے بر نفس سجدین فکر اے اسد در شگفتن ہاے دل در رہن مضمون ہے مجھے

فکر شعر کی حالت میرے لئے حالت غنچگی کی ہے کہ جب میرے دل پر یا میرے دماغ پر فکر شعر غالب ہوتی ہے تو بستگی اور گرفتگی سے مجھ میں صورت غنچگی پیدا ہوتی ہے گویا میرے دل کی شگفتگی مضمون یابی کی مرہون ہے۔ جب میں مضمون کی فکر کرتا ہوں تو میرا دل صورت غنچہ تنگ اور بستہ ہوتا ہے اور جب مضمون پا لیتا ہوں تو پھول کی طرح کھل جاتا ہے۔

دلا عبث ہے تمنائے خاطر افروزی کہ بوسۂ لب شیرین ہے اور گلوسوزی

اے دل اس تمنائے دل افروزی و آرزوے روشندلی فضول ہے بوسۂ لب شیرین صرف گلوسوزی ہی کرسکتا ہے۔ اور کچھ اس سے نہیں ہوسکتا۔ گلوسوزی سے یہان مراد رگ جان کا جلانا ہے اور ہر معمول سے زیادہ شیرین چیز گلوسوزی کرتی ہے۔

ہوئی ہے سوزش دل بسکہ داغ بے اثری اُگی ہے دود جگر سے شب سیہ روزی

میری سوزش دل چونکہ بے اثر ہے اور اس بے اثری سے داغ پڑا ہو اسی لئے
میرے دود جگر سے شب یہ روزی پیدا ہوتی ہے ؎
آشفتگی نے نقش سویدا کیا درست
ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا

یہ پرفشانی پروانۂ چراغ مزار — کہ بعد مرگ بھی ہے لذت جگر سوزی

چراغ مزار کے پروانے کی پرفشانی کی قسم ہو کہ مرنے کے بعد بھی جگر سوزی کی لذت باقی رہتی ہے۔

تپش تو کیا نہوئی مشق پرفشانی بھی — رہا میں ضعف سے شرمندہ نو آموزی

تپش کیسی پرفشانی کی مشق بھی نہو سکی اور میں پر بھی نہ ہلا سکا۔ اس کا باعث ضعف تھا جس کی وجہ سے میں نو آموزی کا شرمندۂ احسان رہا۔ اور اس حد سے آگے نہ بڑھ سکا۔

اسد ہمیشہ پئے کفش پائے سیم تنان — شعاع مہر سے کرتا ہے چرخ زردوزی

اے اسد آسمان ہمیشہ سورج کی زرتار شعاعوں سے سیم تنوں کے کفش میں زردوزی کا کام کیا کرتا ہے۔

آرزوئے خانہ آبادی نے ویران تر کیا — کیا کروں گر سایۂ دیوار سیلابی کرے

مجھے خانہ آبادی کی آرزو نے اور بھی زیادہ ویران کیا اور سایہ دیوار سیلاب کا کام کرتا رہا۔ اب اسے کیا کروں اور اس کا کیا علاج ہے۔

نغمہا وابستۂ یک عقدۂ تار نفس — ناخن تیغ بتان شاید کہ مضرابی کرے

تمام نغمے تار نفس کے ایک عقدے سے وابستہ ہیں ممکن ہے کہ حسینوں کے ناخن کی تیغ مضراب کا کام دیکر اس تار سے کوئی صدا پیدا کرے۔

صبحدم وہ جلوہ ریز بے نقابی ہو اگر — رنگ رخسار گل خورشید مہتابی کرے

صبح کے وقت اگر وہ بے نقاب ہو کر جلوہ آرائے چمن ہو تو گل خورشید کا رنگ رخسار مہتابی کا کام دے یعنی سورج مکھی کا پھول بالکل زرد ہوتا ہے لیکن اس سے چاندنی پھیل جائے یا رخسار گل خورشید پر چاندنی پھیل جائے۔

زخمہائے کہنۂ دل رکھتے ہیں جوں مردگی — اے خوشا گر آب تیغ تیز تیزابی کرے

میرے دل کے پرانے زخموں میں ایک حالت مردگی پیدا ہو گئی ہے کیا اچھا ہو اگر میرے محبوب کی تیز تلوار کا پانی ان پر پڑ کر تیزاب کا کام دے اور وہ صاف ہو جائیں۔

بادشاہی کا جہاں یہ حال غالبؔ ہو تب تو پھر — کیوں نہ دلی میں ہر اک ناچیز نوابی کرے

اے غالب دلی کی بادشاہی ایسی ہی ہے جیسے ایک چھوٹے موٹے نواب کی۔ پھر جب بادشاہی یہاں کی یہ ہوئی تو ظاہر ہے کہ ہر ایک ناچیز اور ادنی آدمی بھی نوابی کا دعوی کر سکتا ہے یا یہ کہ جب دلی کی شاہی اس قدر کمزور ہو گئی ہے تو پھر کیوں نہ ہر ایک ادنی اعلی آدمی کو نوابی کا دعوی ہو۔

صبح سے معلوم آثار ظہور شام ہے — غافلاں آغاز کار آئینۂ انجام ہے

صبح کا نمودار ہونا علامت ہے شام کے ہونے کی تو اے غافلو تم کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہر ایک چیز کا آغاز انجام کا آئینہ ہے۔

بسکہ ہیں صیاد راہ عشق میں مصروف کمیں — جادۂ رہ سر بسر مژگان چشم دام ہے

چونکہ جا بجا راہ عشق میں صیاد گھاتوں میں لگے ہوئے ہیں تو جادۂ راہ کو سراسر رشتہ دام سمجھنا چاہیے یا جادے تمام تر چشم دام کے مژگان ہیں۔

بسکہ تیرے جلوۂ دیدار کا ہے اشتیاق — ہر بت خورشید طلعت آفتاب بام ہے

چونکہ تیرے جلوۂ دیدار کا سب کو اشتیاق ہے اس واسطے ہر حسین خورشید طلعت آفتاب لب بام بنا ہوا ہے یعنی تیری آمد کے اشتیاق مین بام پر جلوہ افروز ہے آفتاب لب بام مین ایہام ہے یعنی ہر حسین خورشید طلعت روبہ زوال اور قریب بہ اختتام ہے۔

کیا کمال عشق نقص آبادِ گیتی مین ملے　　پختگی ہاے تصوریان خیال خام ہے

دنیا ایک نقص آباد یعنی نقص کی جگہ ہے یہان کمال کا ملنا ناممکن اور محال ہے اس قسم کے خیال پکانا محض خام خیالی ہے اور کچھ بھی نہین۔

ہو جہان وہ ساقی خورشید رو مجلس فروز　　وان اسد تار شعاع مہر خط جام ہے

اے اسد جس جگہ وہ ساقی خورشید رو مجلس افروز ہو یعنی مجلس مین بیٹھے وہان آفتاب کے تار شعاع خط جام کا کام کرین گے۔ یعنی اہل مجلس کو سرشار مئے ذوق کردینگے یعنی چونکہ وہ ساقی خورشید رو ہے لہذا شعاع مہر خط جام ہو جاے گی۔

مستعد قتل یک عالم ہی جلاد فلک　　کہکشان موج شفق مین تیغ خون آشام ہے

جلاد فلک یعنی خود فلک ایک عالم کے قتل پر مستعد و آمادہ ہے موج شفق مین چھپی ہوئی کہکشان کو تلوار خون آشام سمجھنا چاہئے۔ جو دنیا کے خون بہانے کیلئے نکالی گئی ہے۔ جلاد فلک ستارۂ مریخ کو بھی کہتے ہین۔ مگر یہان مریخ مراد نہین ہے۔

اے خوشا وقتے کہ ساقی یک خمستان وا کرے　　تار و پود فرش محفل پنبۂ مینا کرے

وہ وقت اور وہ موسم بھی کیا اچھا ہوگا جب کہ ساقی ایک خمستان کھول دے اور پنبۂ مینا سے فرش محفل کی تار و پود کرے یعنی محفل بھر مین پنبہ مینا بچھا ہوا نظر آئے خمستان سے مراد بہت سے ظروف شراب یا مٹکے یا شیشہ شراب ہین۔

جو عزادار شہیدان نفس دزدیدہ ہو　　نوحہ ماتم بہ آواز پر عنقا کرے

جو شخص کہ اُن لوگون کا عزادار اور ماتم کرنے والا ہو جو دم چرائے ہوے

اور زبان تالو سے لگائے ہوئے خاموش بیٹھے ہین اس کو اس طرح ماتم کرنا چاہیے کہ پر عنقا کی آواز سے ماتم کرے۔ ظاہر ہے کہ عنقا خود ایک معدوم چیز کو کہتے ہین اور جب وہ معدوم ہے تو اس کے پر کی آواز بھی معدوم ہوئی اور اس کے پر کی آواز معدوم ہو گی تو ماتم بھی معدوم ہوگا یعنی اس کو چاہئے کہ وہ ماتم بھی اس طرح کرے کہ ماتم نہ معلوم ہو۔

توڑ بیٹھے جبکہ ہم جام و سبو پھر ہم کو کیا　　آسمان سے بادۂ گلفام گو برسا کرے

جام و سبو توڑنے والے اور مے کشی چھوڑنے والے آدمی کو اس سے کیا خوشی ہو سکتی ہو کہ آسمان سے شراب برس رہی ہے۔ آسمان سے شراب برستی ہے تو برسا کرے اس کے لئے سب بیکار اور فضول ہے

ناتوانی سے نہین سر در گریبانی اسد　　ہون سراپا یک قلم تسلیم جو مولا کرے

اے اسد مین جو گریبان مین سر ڈالے خاموش بیٹھا ہون اس کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ مین ناتوان ہون بلکہ میرا شیوہ اور میرا طریقہ تسلیم و توکل ہے مین راضی برضا ہون جو کچھ خدا کرے مجھے سب منظور ہے۔

بہار تعزیت آباد عشق ماتم ہے　　کہ تیغ یار ہلال مہ محرم ہے

عشق ایک تعزیت آباد ہی جہان کی بہار یہی ہے کہ ہمیشہ وہان نوحہ ماتم ہوتا رہے کیونکہ وہان کا ہلال تیغ یار ہے اور وہ ماہ محرم سے مشابہ ہے اور ماہ محرم مین ہمیشہ نوحہ و ماتم کی کثرت ہوتی ہے۔

یہ ہم مین ضبط ہی آئینہ بندی گوہر　　وگرنہ بحر مین ہر قطرہ چشم پرنم ہے

یون کہئے کہ موتی کی آئینہ بندی مرہون ضبط ہے اور ضبط نے اس کی آئینہ بندی کو قائم رکھا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ دریا کا ہر قطرہ ایک چشم پرنم ہے۔ اسی طرح موتی بھی دریا کا ایک قطرہ ہے اگر اس کی آئینہ بندی کو ضبط روکے ہوئے نہو تو کام خراب ہو جاے۔

چمن مین کون ہی طرز آفرین شیوہ عشق　　کہ گل ہی بلبل رنگین و بیضہ شبنم ہے

سمجھ مین نہین آتا کہ چمن مین کون طرز آفرین عشق ہے یعنی چمن کو کون آئین عشق سکھا رہا ہے ہم دیکھتے ہین کہ گل ایک بلبل رنگین ہے اور شبنم بیضہ بلبل ہی جو پیدائش عاشق کا سبب ہے۔ بلبل خود عاشق بیضہ سبب پیدائش عاشق تو لازم آیا کہ چمن مین ضرور کوئی طرز آفرین عشق موجود ہے۔

اگر نہوے رگ خواب صرف شیرازہ　　تمام دفتر ربط مزاج برہم ہے

اگر رگ خواب شیرازہ بندی اجزائے مزاج نہ کرتی رہے تو مزاج کا تمام دفتر برہم اور ابتر ہو کر تباہ ہو جائے یعنی مزاج تباہ ہو جاے۔ طب کے مقولے کے موافق یقینا اجزائے ما یتحلل کا بدل ہو جاتی ہے یہ صحیح ہے مگر مین یہ نہین سمجھا کہ یہ شعر ہے یا مسئلہ طب۔

اسد بہ نازکی طبع آرزو انصاف　　کہ ایک وہم ضعیف و غم دو عالم ہے

اے اسد ذرا طبع آرزو کی نزاکت کی داد دینا اور انصاف کرنا کہ ایک ضعیف وہم پر دونون جہان کا بار پڑا ہوا ہے یا یہ کہ اے طبیع آرزو انصاف کی نزاکت کی قسم ہے کہ مین ایک وہم ضعیف ہون جسپر دونون جہان کا بوجھ ہے۔

زبان بہ کام خموشان ز فرط تلخی ضبط　　بہ رنگ بستہ بہ زہر آب دادہ پیکان ہے

تلخی ضبط کی کثرت کی وجہ سے چپ رہنے والے لوگون کے تالو مین زبان بستہ کی طرح سبز ہو گئی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ زہر آب مین بجھا ہوا پیکان ہے۔

لب گزیدہ معشوق ہے دل افگار　　نشان بر شش شمشیر زخم دندان ہے

میرا زخمی دل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی معشوق کا کاٹا ہوا ہونٹ اس کے اوپر تلوار کے نشانات معلوم ہوتے ہین کہ دانت کے نشانات ہین۔

کشود غنچہ دلہا تعجب نہ رکھ غافل　　صبا خرامی خوبان بہار سامان ہے

اے غافل تو اس بات سے کیون تعجب کرتا ہے اور کیون اس بات کا منکر ہے کہ

غنچہ ہاے دل کھل ہی نہیں سکتے تجھے کچھ معلوم بھی ہے معشوقون کا ہوائی طرح خرام ناز کرنا۔
بہار کے سامان پیدا کردینے والا ہے لہذا دل کے غنچے کا کھلنا کونسی بڑی بات ہے۔

فغان کہ بہر شفا ہو حصول ناشدنی   دماغ نازکش منت طبیبان ہے

فریاد ہے فریاد ہے کہ ایک ایسی چیز کے حاصل کرنے کے واسطے جو حاصل نہیں ہو سکتی
دماغ زبردستی اطبا کا زیر بار احسان ہو رہا ہے یعنی شفا مجھے کبھی حاصل نہ ہوگی بے کار
مین ان لوگون کے احسانات اٹھا رہا ہون۔

اسد جہان کہ علی پر سر نوازش ہو   کشاد عقدۂ دشوار کار آسان ہے

اے اسد جس جگہ حضرت علی کی مہربانیان ہون وہان کوئی دشواری دشواری
نہیں بلکہ عقدہ دشوار کا حل ہو جانا وہان ایک آسان کام ہے۔

شفق بہ دعوی عاشق گواہ رنگین ہے   کہ ماہ دزد حناے کف نگارین ہے

ماہ شفق آلود کو دیکھ کر عاشق کا دعوی ہے کہ چاند نے میرے محبوب کے کف نگارین
سے مہندی چرائی ہے اور اس کے دعوے پر گواہ رنگین شفق ہے جو یہ حال بتا رہا ہے۔
دوسرے یہ کہ ماہ دزد حنا ہے اور یہ وہ چور ہے جو میرے محبوب کے کف نگارین مین
رہ گیا ہے۔ دزد حنا اس سفیدی کو کہتے ہین جو مہندی لگاتے وقت سہواً ہاتھ مین رہ جاتی
ہے یا نقش و نگار کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہین۔ اسی نقش یا اسی خالی جگہ کو چاند کہکر شفق
کو اپنے دعوے کا گواہ بنایا ہے۔ دزد حنا کے واسطے شفق کا گواہ ہونا نہایت موزون اور
مناسب ہے یہی دوسرے معنی زیادہ مناسب معلوم ہوتے ہین۔

چو جوہر آئینہ سان مژگان بدل آسودہ ہے   قطرہ جو آنکھون سے ٹپکا سو نگاہ آلودہ ہے

جیسے جوہر آئینہ آئینہ کے دل مین مقیم ہے بالکل ایسے ہی مژگان دوست کا مقام
دل مین ہے اور وہ یہان آسودہ ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ جو قطرۂ اشک میری آنکھ
سے ٹپکتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی نگاہ سے ملتا اور مس کرتا ہوا آیا ہے۔

دام گاہ عجز مین سامان آسایش کہان
پرفشانی بھی فریب خاطر آسودہ ہے

عاجزی کی دام گاہ مین آسایش کا سامان کہان رکھا ہوا ہے یہ سمجھ لیجئے کہ پرفشانی درا صل پرفشانی نہین ہے بلکہ دل آسودہ کا فریب ہے۔

ہے سواد خط پریشان موئی اہل عزا
خامہ میرا شمع قبر کشتگان کا دودہ ہے

میرے خط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل عزا کے ماتم مین بکھرے ہوئے بال ہیں اور میرا قلم گورغریبان کے چراغ کا جما ہوا دھوان ہے

جس طرف سے آئے ہین آخر ادھر ہی جائینگے
مرگ سے وحشت نکر راہ عدم پیمودہ ہے

ہم جہان سے آئے ہین اسی جگہ ہم کو پھر جانا ہے مرنے سے گھبرانا کیا ہے عدم کی راہ ہماری دیکھی ہوئی ہے خوف کس بات کا ظاہر ہے کہ انسان کا وجود بین العدمین ہے پہلے عدم تھا پھر وجود ہوا پھر عدم ہوگا۔ منہا خلقناکم و فیہا نعیدکم الخ۔

پنبہ مینائی ہی رکھ لو تم اپنے کان مین
مے پرستان ناصح بیصرفہ گو بیہودہ ہے

اے رندو ناصح بڑا بیہودہ ہے فضول اپنی زق زق بق بق لگائے ہوئے ہے اس کی اس فضول جھک جھک کے سننے سے بچنے کی ترکیب بس یہی ہے کہ پنبۂ مینا یعنی وہ روئی جو کاگ کی بجائے یا کاگ کے ساتھ بوتل مین لگاتے ہین تم اپنے کان مین رکھ لو تو اس کی اس خرافات کے سننے سے نجات حاصل ہوگی۔

کثرت انشائے مضمون تحیر سے اسد
ہر سر انگشت نوک خامہ فرسودہ ہے

اے اسد مین نے حیرت کے مضمون اس کثرت سے لکھے اور انشا کئے ہین کہ ہر انگلی کا سر گھستے ہوئے قلم کی نوک معلوم ہوتا ہے۔ یعنی لکھتے لکھتے انگلیان گھس گئی ہین۔

بہر پرورد ن سراسر لطف گستر سایہ ہے
پنجۂ مژگان بطفل اشک دست دایہ ہے

میری چشم گریان شوق بہار دید کی بسمل ہے اور اشک ریزی کثایش بازوے امید کا اظہار کرتا ہے۔

دامن گردون مین رہ جاتا ہی ہنگام وداع　　گوہر شب تاب اشک دیدہ خورشید ہے

اکثر روتے وقت غم جدائی سے مل کر روتے اور آنسو بہاتے ہین اسی کو پیش نظر رکھکر شاعر کہتا ہے کہ سورج روز غروب کے وقت آسمان سے رخصت ہوکر جاتا ہے اور آنسو بہاتا جاتا ہے چلتے وقت جو آنسو اس کی آنکھ سے گر کر دامن گردون مین رہ جاتے ہین وہی رات کو گوہر شب تاب بن کر چمکتے ہین اب خواہ گوہر شب تاب سے مراد چاند سمجھئے یا کوئی تارا۔

رتبہ تسلیم جلت مشربان عالی سمجھ　　چشم قربانی گل شاخ ہلال عید ہے

ورلرگ جن کا مذہب اور مشرب ہی دوستی ہے اُن کا رتبہ تسلیم بہت ہی بلند ہے۔ دیکھو قربانی ہونے والے جانور کی آنکھ شاخ ہلال عید اضحیٰ کا ایک پھول ہے یہ ایک خیالی مضمون ہے زیادہ سے زیادہ تمثیلی ہے اور بس۔

کچھ نہین حاصل تعلق مین بغیر از کشمکش　　اے خوشا آزادے کہ مرغ گلشن تجرید ہے

تعلق مین سواے کشمکش کے کچھ حاصل نہین ہوتا وہ رند بہت اچھا جو مجرد ہے۔ اور تعلقات دنیوی سے علیحدہ رہ کر باغ تجرید کی بہار لوٹ رہا ہے۔

فرصت آئینہ صد رنگ خود آرائی ہے　　روز و شب یک کف افسوس تماشائی ہے

فرصت یعنی مہلت زندگی ایک آئینہ ہے جس مین سیکڑون قسم کی خود آرائیون کے جلوے نظر آتے ہین مگر بقدر شوق دیکھنے کا وقت نہین۔ اسی افسوس مین رات اور دن ایک کف افسوس بن گئے ہین یعنی شب و روز اصل مین شب و روز نہین بلکہ تماشائی کا کف افسوس ہین۔ شب و روز کی تشبیہ کف افسوس سے اسلئے دی ہے کہ افسوس مین بھی دونون ہاتھ ملا کر ملتے ہین تو ان شب و روز مین سے گویا ایک ہاتھ دن ہے اور دوسرا ہاتھ

وحشت زخم وفا دیکھو کہ سرتاسر دل — بخیہ جون جوہر تیغ آفت گیرائی ہے

وہ زخم جو وفا کی وجہ سے میرے دل مین پڑا ہے اس کی وحشت نہ پوچھئے یہ حالت ہے کہ دل مین اس سرے سے اس سرے تک اس زخم کی بخیہ ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے تلوار کا جوہر اور وہ آفت خیز گیرائی ہو گئی ہے یعنی اس کی گیرائی نے ایک آفت برپا کردی ہے۔

شمع آسا-چہ سر دعوی دکو پاے ثبات — گل صد شعلہ بیک جیب تماشائی ہے

ہم سوختہ بخت شمع کی مانند ہین نہ ہم کو دعوی کا خیال ہے اور نہ ہم مین قیام وثبات کی طاقت ہے ہم وہ ہین کہ ہمارے دیکھنے والون کے دامن مین ہم کو دیکھ کر سیکڑون شعلے بھر جاتے ہین یعنی بے قرار ہو جاتے ہین۔

نواے خفتہ الفت اگر بیتاب ہو جاے — پر پروانہ تار شمع پر مضراب ہو جاے

وہ نغمۂ کیفیات جو محبت مین فی نفسہ موجود ہے اسباب غم وضبط کی وجہ سے دبا ہوا ہے اسی لئے اس کو نواے خفتہ الفت کہا ہے یعنی محبت کی وہ آواز جو سو رہی ہے اگر اسکی خوابیدگی دفع ہو کر اس مین کیفیت اضطراب و بے قراری پیدا ہو جاے تو اس کے اثر سے پروانہ سوختہ کے پر مضراب شمع پر مضراب کا کام کرنے لگین یعنی اس کی تاثیر شمع پر بھی ہو گویا یہ ممکن نہین ہے کہ عاشق کے جذب کا معشوق پر اثر نہ پڑے۔

ز بس طوفان آب و گل ہے غافل کیا تعجب ہے — کہ ہر اک گرد باد گلستان گرداب ہو جاے

چونکہ دنیا مین ہر طرف آب وگل کا ایک طوفان اٹھا ہوا ہے اسی لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ کوئی تعجب نہین ہے کہ باغ مین جو بگولے نظر آتے ہین وہ گرداب کی صورت اختیار کر لین

اثر مین یان تک اے دست دعا اعجاز پیدا کر — کہ سجدہ قبضۂ تیغ خم محراب ہو جاے

ا؎ بخیہ مذکر بھی بولا جاتا ہے مگر میری زبان پر مونث ہے۔

اے دستِ دعا تجھکو چاہیئے کہ تو دعا مین اس قدر اعجاز پیدا کرے کہ وہ تیغ جو تو محراب مین ادا کرتا ہے وہ تیغ خم محراب کے لئے قبضہ بن جاے یعنی محراب اگرچہ خود ایک تیغ ہے مگر بغیر قبضہ کے بیکار ہے کہ تیرا سجدہ اس کو با کار بنا دے مطلب یہ ہے کہ سجدہ باعث نازش محراب ہو جائے ۔

برنگ گل اگر شیرازہ بند بیخودی رہیے ہزار آشفتگی مجموعۂ یک خواب ہو جائے

گل دراصل بیخود ہے اور بیخودی اسکی ایک ایک رگ مین چھپی ہوئی ہے مگر ہو تاہم کیونکہ اس نے اپنی بیخودی کو مجتمع کر لیا ہے اور اس اجتماع سے شیرازہ بندی کی صورت پیدا ہو کر اس مین ایک حسن پیدا ہو گیا ہے اسی طرح آپ بھی اگر پریشانیون کا ایک مجموعہ بنا لیجیے اور مجتمع رکھیے تو ہزار آشفتگیان ایک خواب راحت کا مجموعہ بن سکتی ہین

اسد با وصف عجز بے تکلف خاک گردیدن غضب ہے گر غبار خاطر احباب ہو جائے

اسد با وصف اس کے کہ عجز سے خاک ہو کر رہ گیا ہے ۔ اب بھی اگر وہ غبار خاطر احباب ہو جاے تو بڑا ہی غضب ہے یعنی باوجود اتنے عجز کے بھی اگر لوگ اس سے کینہ رکھین تو بڑا ستم ہو ۔

تا چند ناز مسجد و بتخانہ کھینچیے جون شمع دل بہ خلوت جانانہ کھینچیے

کہان تک مسجد اور بتخانے کے ناز اٹھائیے اور تا بکے ان دونون مین قیام و مقام کی حرص کیجیے ۔ بہتر یہ ہے کہ شمع کی طرح خلوت خانہ محبوب مین جا کر گوشہ نشین ہو جائیے اور دیر و حرم سے کوئی واسطہ نہ رکھئے ۔

بہزاد نقش یکدل صد چاک عرض کر گر زلف یار کھینچ نہ سکے شانہ کھینچیے

اے بہزاد تو ایسے دل کی شبیہ کھینچکر دکھائے جو غم والم سے صد چاک ہو گیا ہے اگر تجھ سے یہ ممکن نہین ہے کہ معشوق کی زلف کی تصویر کھینچے تو خیر اچھا نہ سہی یہ تو ہو سکتا ہے کہ ایک شانہ یعنی دل صد چاک کی تصویر کھینچدے یعنی اگر معشوق کا راز حسن نہ کھول سکے تو اپنے

ہو مونہ عشق کا اظہار کرے

عجز و نیاز سے تو نہ آیا وہ راہ پر — دامن کو اسکے آج حریفانہ کھینچیے

اس سے ہزار طرح عجز و نیاز کیا ہزار خوشامد و آرزو کی مگر وہ ظالم کسی طرح سے راہ پر نہ آیا اب آرزو یہ ہے کہ زبردستی اس کا دامن کھینچ لیا جائے یہ شعر بھی ایسا ہی ہے

ہمت کھلیجا و برقت نہ برقی بکار رفت
وانم کہ بچہ تیر شکے گیرد کمند ہمی بہ دامنہ

ہے ذوقِ گریہ عزمِ سفر کیجیے اسد — رختِ جنونِ سیل بہ ویرانہ کھینچیے

گریہ کا ذوق ہے تو اے اسد سفر کا ارادہ کرو یعنی گھر کو چھوڑو اور اس سیل خانمان خراب کو ویرانہ کی طرف لے جاؤ۔

حیرت حجابِ جلوہ و وحشت غبارِ راہ — پائے نظر بہ دامنِ صحرا نہ کھینچیے

حیرت جلوہ کا حجاب ہے یعنی حیرت جلوہ کو روکتی اور اس راہ میں سد راہ ہوتی ہے اور وحشت راستہ کا غبار بنی ہوئی ہے لہذا بھی نظر کا پاؤں دامن صحرا کی طرف نہ اٹھائیے یہ بیکار اور فضول ہے اور فرصت صحرا سے کوئی حاصل نہیں ہے

خود نامہ بن کے جائیے اس آشنا کے پاس — کیا فائدہ کہ منتِ بیگانہ کھینچیے

وہ ایک آشنا اور دوست ہے پھر جب یہ آشنائی اور شناسائی مابین موجود ہے تو کیا ضرورت ہے [illegible] ڈھونڈھنے اور وسیلے تلاش کیجئے اگر اس کو خط بھیجنا ہے تو نامہ بر کی ضرورت ہے اور یہ بغیر منت کے نہیں بلکہ خود نامہ بن کر اس کے پاس پہونچنا چاہیے واسطے [illegible] وسیلے [illegible]

گر صفحہ کو نہ دیجیے پروازِ سادگی — جز خطِ عجز نقشِ تمنا نہ کھینچیے

اول تو مناسب اور بہتر یہی ہے کہ صفحۂ دل کو تمام نقوش علائق سے پاک و صاف رکھئے اور اگر ایسا ممکن نہو اور آپ اس صفحہ کو سادہ نہ رکھ سکیں تو خبردار خبردار اس پر کوئی نقش بنا نہ کھینچئے بلکہ اگر نقش کھینچنا ہی ضروری ہی تو اسپر خط عجز بنا کھینچئے۔

دیدار دوستان لباسی ہے ناگوار صورت بہ کارخانۂ دیبا نہ کھینچئے

وہ دوست جو صرف لباسی دوست ہیں یعنی دلی یا حقیقی دوست نہیں ہیں بلکہ انہوں نے صرف دوستوں کا لباس پہن رکھا ہے ان کی صورت سے نفرت ہے اور ان کا دیدار پسندیدہ نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ دیبا کے اوپر تصویریں نہ بنائی جادیں کیونکہ گو بظاہر یہ انیس و جلیس ہیں مگر دراصل ان کو نہ کوئی ہمدردی ہے نہ دوستی ہے۔ نقوش دیبا کو دوستان لباسی کہنا حد درجہ لطیف اور پاکیزہ ہے۔

ہے بے خمار نشۂ خون جگر اسد دست ہوس بہ گردن مینا نہ کھینچئے

اے اسد خون جگر کی شراب میں خمار نہیں ہے لہذا اسی کو پی لیجئے۔ اور بیکار دست ہوس گردن مینا میں نہ ڈالئے اس شراب کا کوئی شراب مقابلہ نہیں کر سکتی۔

ہی مشق وفا جانتے ہیں لغزش پا تک اے شمع تجھے دعویٔ ثابت قدمی ہے

اے شمع ہم کو وفا کی مشق ہے اور مدتوں ہم نے اس وادی کی رہنوردی کی ہے ہمکو اس راہ کے نشیب و فراز سے بخوبی آگاہی ہے ہم سمجھتے ہیں کہ لغزش پا کس کو کہتے ہیں اور ثابت قدمی کس کا نام ہے تو ہمارے سامنے ثابت قدمی کا دعویٰ کرتی ہے ہم بنتے رہتے ہیں ہم خوب سمجھتے ہیں اور ہم اچھی طرح تیری لغزش پا کو دیکھ رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں تیرے قدم راہ عشق میں ڈگمگا رہے ہیں۔ شمع کی لرزش کو لغزش پا کہا ہے اور کیا خوب کہا ہے۔

واماندۂ ذوق طرب وصل نہیں ہوں اے حسرت بسیار تمنا کی کمی ہے

اے میری حسرت بے پایاں کہیں غلطی سے یہ نہ سمجھنا کہ مجھے وصل کی خوشی اور مسرت نے درماندہ کر کے آئندہ کے واسطے بیکار کر دیا ہے اور اب تمنائیں باقی نہیں ہیں میں وہ ہوں

اس اثر دونی دبتر سے تھا کہ زمین سے گھرا اور سب سے خراب اپنی آمد ورفت کی کمی ہو

قد و پیکر سے جو شعلہ سا ہوا اور بیتابی ہے **ہوا وہ شعلہ داغ اور شوخی خاشاک باقی ہے**

شعلہ کو حسن کا گلگونہ حسن سے اور شعلہ کو خاشاک سے استعارہ کیا ہے جو مصرع ثانی
میں ہے یعنی ... جلوہ اور ... نکلو ... کہ جلا دیا۔ مگر ہنوز شوخی باقی
ہے لو یا شعلہ ... جو جلا اور جیسا ... میں ... اگر خاشاک کی شوخی ہنوز باقی ہے
اور یہ شکایت ... ہے کہ ... جیسا مجھے اور خس و خاشاک رہ جائے۔

ہوا ترک لباس زعفرانی رنگ لیکن **ہنوز آن تن اک عقدہ یعنی چاک باقی ہے**

جس نے لباس زعفرانی یعنی رنگین لباس کو چاک کر دیا ہو اور یہی وجہ میرے جیتے
... آن تنی دشوار ... ہوا مگر ... ت ... چاک ہے وہ باقی ہے اور یہ بھی آ
... ہے کہ ... صورت میں آئی ہے۔

چمن میں آ کے آئی صرصر خزاں لیکن **بہار ... آہ حسرتناک باقی ہے**

پھر کہ چمن ... کو ... خزاں نے لوٹ لیا اور وہ سب خزاں کے کام آ گئی
کہ حسرتناک آہ ... باقی ... ہے ... اور ... باری کا ... شعر جو
پہلی ... سبب ... ہو ... سرو کا ... گیا
مگر ایک ناخ ... دل ... دہری ...

نہ حیرت چشم ساقی کی نہ صحبت دور ساغر کی **مری محفل میں غالب گردش افلاک باقی ہے**

تنہا ... حالت ... کو بیان کرتا اور کہتا ہے کہ اے غالب زمانہ بدل گیا
انقلاب ... اب میری محفل میں نہ چشم ساقی کی حیرت رہی اور نہ دور ساغر کی
صحبت ... اس ... تجاہل ... گردش افلاک کا ... دورہ ہو

شکل طاؤس گرفتار بنایا ہے مجھے **ہوں وہ گلدام کہ سبزے میں چھپایا ہے مجھے**

طاؤس کے نقش و نگار کو حلقہ ہائے دام تصور کر کے طاؤس کو ایک طرح گرفتار دام بتایا گیا ہے شاعر اسی سے خود کو تشبیہ دیتا اور کہتا ہے کہ طاؤس ہی [illegible] مجھے بھی گرفتار بنایا ہے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان مین طاؤس کے سے نقش و نگار کہان ہین تو کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ اپنے آپ کو گلدام بتایا ہے اور گلدام کے معنی اگرچہ چھوٹے جال یا مطلق جال کے ہین مگر اس لحاظ سے کہ اس مین گل کا لفظ موجود ہے کہہ سکتے ہین کہ وہ جال جو پھولون کے واسطے یا پھولون سے بنایا ہوا اور اسی صورت مین طاؤس سے اس کی تشبیہ صحیح ہو گی۔ یعنی ہین گلدام ہون کہ سبزہ پر بچھا ہون اور طاؤس کی طرح گرفتار ہون۔

بیدماغ تپش و عرض دو عالم فریاد ہون مین وہ خاک کہ ماتم مین اڑایا ہے مجھے

تپش اور تڑپ کا مجھے دماغ نہین اور کثرت فریاد کی مجھے ضرورت ہے گویا کہ مین ایک خاک ہون جسے ماتم مین اڑایا گیا ہے جو خاک ماتم مین اڑائی گئی ہو اس کا یہی کام ہے کہ فریاد کا اظہار کرے

جام ہر ذرہ ہے سرشار تمنا مجھ سے کس کا دل ہون کہ دو عالم سے لگایا ہے مجھے

دنیا کے ہر ایک ذرہ کو ایک جام فرض کر کے کہتا ہے کہ ہر ذرہ کے جام مین میری تمنا بھری ہوئی ہے اور میری تمنا آموزی سے سرشار ہے اے خدا آخر مین کس کا دل ہون کہ مجھے دونون عالم سے وابستہ کیا ہے یعنی آخر کس شیفتہ و فریفتہ کا دل [illegible] کہ ہر ایک سے میرا تعلق رکھا گیا ہے۔

جوش فریاد سے لوگا دیت خواب اسد شوخی نغمۂ بیدل نے جگایا ہے مجھے

میرے عالم خواب کا جوش فریاد نے خون کر دیا۔ اب مین اسی جوش فریاد [illegible] خواب اور اپنی نیند کا خون بہا لون گا۔ گویا کہ مین پڑا سو رہا تھا مجھے مرزا بیدل [illegible] نغمے نے بیدار کر دیا۔ یعنی مین بے خبر تھا مگر مجھے طرز کلام بیدل نے ہوشیار کیا۔

فکر پرواز جنون ہے سبب ضبط نہ پوچھ اشک جون بیضۂ مژگان [illegible]

[illegible] کو بیغمہ مژگاں کہا گیا ہے [illegible] مژگان نے اپنا بیغمہ سمجھ کر [illegible] کے نیچے لئے بیٹھی [illegible] چونکہ گھٹتے ہی بے پرواہ کرتے [illegible] مژگاں نے اس کو [illegible] رکھا ہے کیونکہ [illegible] فکر [illegible] اس کے عث جانے کا سبب ہے۔

[illegible] آفت سیدۂ [illegible] نالہ درگرو [illegible] اثر نہاں ہے

[illegible] آفت [illegible] کا [illegible] ایک [illegible] نے سر سے [illegible] چھپا رکھا ہے

[illegible] زخم [illegible] خندۂ گل [illegible] زخمِ جگر مہماں ہے

[illegible] کا ایک عالم ہے [illegible]

[illegible] غفلت [illegible] خوابِ ناز [illegible]

[illegible] گردہ [illegible]

[illegible] آئینہ پا [illegible]

[illegible]

[illegible] نہیں دل [illegible] جیسے خیال [illegible] سے جدا [illegible]

[illegible] نہیں ہے کہ [illegible]

[illegible]

چاک چاک ہو رہا ہے۔ خیال کو دامان خیال کہا ہے اور اس میں زخم تیغ کے مستی کرنا ہونا سمجھا گیا ہے۔

خراب نالۂ بلبل شہید خندۂ گل — ہنوز دعوئ تمکین و بیم رسوائی

اے وہ شخص کہ تجھے نالۂ بلبل نے خراب اور خندۂ گل نے شہید و ہلاک کر دیا ہے۔ اس وقت تک رسوائی کا خوف کرتا ہے اور کیا تو اس وقت تک رسوائی کے خوف میں پھنسا ہوا ہے۔

ہزار قافلۂ آرزو بیابان مرگ — ہنوز محمل حسرت بدوش خود آرائی

حالانکہ میری ہزاروں آرزوؤں کے قافلے بیابان مایوسی میں بھٹکتا ہوا اور تڑپ تڑپ کر مر گئے مگر میری حسرت ہے کہ اب بھی خود آرائی کے دوش پر محمل نشین ہو رہی ہے اور برابر سفر کر رہی ہے یعنی میں بارہا ناامید ہوا ہوں مگر پھر میرے دل کی حسرت آفرینی جاری ہے۔ میرے دوست مولانا عبد العزیز منصور پوری کا ایک شعر ہے

لے دل مایوس بس کر آرزو پیدا نہ کر
تیری کتنی آرزوئیں صرف حرماں ہو گئیں

وداع حوصلہ توفیق شکوہ عجز وفا — اسد ہنوز گمان غرور دانائی

حالانکہ حوصلہ رخصت ہو چکا شکوہ کی توفیق پیدا نہیں کی یعنی شکووں کی جرأت نہیں رہی وفا کرتے کرتے عاجز ہو گئے مگر اسد ہنوز گمان غرور دانائی سے باز نہیں آئے اس غفلت اس بے خبری اس اندھیر کا کوئی ٹھکانا ہے

گدائے طاقت تقریر ہے زباں تجھ سے — کہ خامشی کو ہے پیرایۂ بیاں تجھ سے

میری زبان ایک فقیر یا ایک بھکاری ہے جو تیرے در پر یہ سوال کر رہی ہے کہ تجھے بیان کی طاقت دیدے اور یہ سوال اس وجہ سے ہے کہ وہ جانتی ہے کہ تو خاموشی کو بھی بیان کی طاقت دے سکتا ہے اور خاموشی کو لباس گویائی پہنا سکتا ہے

فسردگی میں ہے فریاد بیدلان تجھ سے — چراغ صبح و گل موسم خزان تجھ سے

حالت فسردگی میں بیدل تجھی سے فریاد کرتے ہیں کیونکہ چراغ صبح کی افسردگی اور گل موسم خزان کی پژمردگی کا بانی بھی تو ہی ہے پھر اور کس سے فریاد کرین

پری بشیشہ و عکس رخ اندر آئینہ — نگاہ حیرت مشاطہ خون فشان تجھ سے

تو پردے میں ہے اور تیرے جلوے ایسے ہیں مثلاً پری شیشے میں ہو اور تیرے عکس رخ کو آئینہ میں دیکھ کر مشاطہ کی نگاہ حیرت سے خون فشان ہوگئی ہے جلوہ تیرا کس قدر تیز ہے دیکھنے والے حیرت میں ہیں یہ شعر زبردست پایہ رکھتا ہے -

چمن چمن گل آئینہ در کنار ہوس — امید محو تماشاے گلستان تجھ سے

تیری فیاضی اور تیرے لطف و جود کی کوئی حد و نہایت نہیں ہر چیز پر تیرا لطف و کرم عام ہے اور ہر ہوس کی آغوش میں تو نے سیکڑون چمن بھر دیے ہیں - اور امید کی نظر کے سامنے تو نے ایک باغ لگا دیا ہے اور اس کو اس چمنستان کا تماشائی بنا دیا ہے -

نیاز پردہ اظہار خود پرستی ہے — جبین سجدہ فشان تجھ سے آستان تجھ سے

اصل یہ ہے کہ تیرے سوا کوئی موجود نہیں جو کچھ کہ ہے تو ہی ہے جو کچھ کہ ہے تجھ سے ہے ہم نے جس کا نام نیاز رکھا ہے وہ دراصل ایک پردہ ہے جس کی آڑ میں خود پرستی کی جاتی ہے یعنی کہتے ہیں کہ ہمارا نیاز - ہم نے نیاز کیا - تو یہی ہم کے لفظ کی شرکت ایک قسم کی خود پرستی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ سب باتیں ہیں - نہ کوئی چیز عجز ہے نہ نیاز ہے جبین تیری سجدہ فشانی تیری آستان تیرا ہے کیا خوب کہا ہے ؎

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھکو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

بہانہ جوئی رحمت کمین گر تقریب — وفائے حوصلہ و رنج امتحان تجھ سے

تیری رحمت سب کے لئے عام ہے مگر در اصل وہ بہانہ ڈھونڈھ رہی ہے اور کسی تقریب کی گھات میں لگی ہوئی ہے کوئی تقریب پیش نظر ہو تو اپنی کارروائی کرے تو ہی حوصلہ کو طاقت وفا دیتا ہے اور تو ہی امتحان کا رنج دیتا ہے۔

اسد بہ موسم گل در طلسم کنج قفس — خرام تجھ سے صبا تجھ سے گلستان تجھ سے

اے خدا درس فریاد ہے یہ گل کا موسم اور یہ بہار ہو اور غریب اسد کنج قفس میں قید اور دل حسرت پڑا ہوا سے کیا کہا جائے۔ حالانکہ خرام یعنی چلنا پھرنا تو نے پیدا کیا۔ صبا کو تو ہی نے بنایا۔ گلستان کی بنیاد تو نے ڈالی۔ پھر اسد غریب کیوں طلسم کنج قفس میں پڑا ہے۔

حکم بیتابی نہیں اور آرمیدن منع ہے — باوجود مشق وحشت ہا رمیدن منع ہے

عاشق اپنے غم و الم اور اپنی کشمکش کی کیفیت بیان کرتا اور کہتا ہے کہ ہم لوگ عجب آفت و مصیبت میں ہیں کہ بیتاب و بے قرار ہونے کی ہم کو اجازت نہیں اور اس پر طرہ یہ کہ آرام کرنے کی بھی ممانعت ہے۔ ہم کو مشق وحشت کا حکم ہے مگر رمیدگی کی اجازت نہیں۔ حافظ کہتا ہے ؎

در میان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای
باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

شرم آئینہ تراش جبہ طوفان ہے — آب گردیدن روا لیکن چکیدن منع ہے

شرم نے طوفان کی پیشانی کو آئینہ حیرت بنا دیا ہے اور وہ نہایت ہی شرمندہ ہے کیونکہ قانون عشق یہ ہے کہ آب ہو جائے لیکن چکیدن کی صورت پیدا نہ ہو۔

بیخودی فرمانروائے حیرت آباد جنون — زخم دوزی جرم و پیراہن دریدن منع ہے

جنون ایک ولایت ہی جسے حیرت آباد کہا جاتا ہو۔ حیرت آباد اس لئے کہ اسمین حیرانی ہی حیرانی ہو یہان کی حاکم اور حکمران بیخودی اور از خود رفتگی ہے اور یہان کے آئین و قانون یہ ہین کہ زخم کا سینا جرم ہے اور پیراہن کا سینا منع ہے۔

مژدہ دیدار ہی رسوائی اظہار درد آج کی شب چشم کوکب تک پریدن منع ہی

آج کسی کے جلوۂ دیدار کی خوشخبری ملی ہے اور آج مین چاہتا ہون کہ رسوائی اظہار پاس نہ پھٹکے یعنی کسیکو اس راز و نیاز عاشق و معشوق کی کانون کان خبر نہو۔ آج کی رات ستارون کو بھی آنکھین جھپکانا منع ہے اور ہر چیز کے لئے مقام ادب و احترام ہی۔

بیم طبع نازک خوبان سے وقت سیر باغ ریشۂ زیر زمین کو بھی دویدن منع ہی

جس وقت یہ ظالم حسینان گلگشت سیر باغ کے واسطے نکلتے ہین اس وقت درختون کے ان ریشون کو بھی جو زمین کے نیچے چھپے ہوے ہین چلنا اور نشو و نما کرنا ممنوع ہی اور یہ ممانعت بوجہ ان کی خوے نازک کے ہی۔

یار معذور تغافل ہی عزیزان شفقتے نالۂ بلبل بگوش گل شنیدن منع ہے

اے عزیزو میرے دوست کو تغافل نے معذور کر دیا ہی یعنی وہ تغافل کرنے پر مجبور و معذور ہی آجکل اس کے اسی تغافل کا سارے زمانہ مین اتباع ہونا چاہئے اور سب کو اسی پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ آج پھول کے کان کو بھی نالۂ بلبل کا سننا روا نہین ہی کیونکہ میرا محبوب مجھ سے تغافل برت رہا ہے لہذا پورے حسن کی قلمرو مین یہی آئین ہونا چاہئے۔

مانع بادہ کشی نادان ہی لیکن اے اسد بے ولائے ساقی کوثر کشیدن منع ہی

اے اسد اس مین شک نہین کہ جو شراب پینے کی ممانعت کرتا ہو وہ نادان ہے۔ شراب پینی چاہئے اور ضرور پینی چاہئے۔ مگر اتنی بات ہم بھی کہتے ہین کہ شراب ولائے علی ہی پینا چاہئے اور کسی شراب کے پاس جانا کچھ اچھا نہین۔

اس بیابان مین گرفتار جنون ہون کہ جہان موجۂ ریگ سے دل پاے بزنجیر آوے

کیا پوچھتا ہے میرا حال میں تو مجنون ہون اور پا بستۂ زنجیر ہون اور گرفتار بھی ایسا میں ہون جہان کہ موج ریگ بیابان مجنون عشق کے لئے زنجیر کا کام دیتی ہے۔ جہان ایک سودائی گردباد ریگ بیابان مین پھنس کر رہ جاتا ہو۔

زاہد کو جنون سبحۂ تحقیق ہے یارب زنجیر کی صد حلقۂ بیرون در آوے

اے میرے خدا مین دیکھ رہا ہون کہ زاہد کو تحقیق و تدقیق کا جنون ہو گیا ہے اس جنون کی وجہ سے وہ پا بزنجیر رہے۔ اور صد حلقۂ بیرون در کی اس کے پاؤن مین زنجیر ڈال دی جائے۔ یعنی اس کو معاملات حقیقت مین کبھی دخل نہ ہو۔ اور وہ حقائق اسرار و رموز کی بارگاہ سے ہمیشہ باہر رہے۔

وہ تشنۂ سرشار تمنا ہون کہ جس کو ہر ذرہ بہ کیفیت ساغر نظر آوے

تمنا نے مجھے ایسا تشنہ کیا ہے یا تمنا کا میں اس قدر تشنہ ہون کہ مجھے دنیا کا ہر ذرہ ایک ساغر لبریز معلوم ہوتا ہے یعنی دنیا کا ذرہ ذرہ میری تمنا آفرینی کا باعث ہو رہا ہو۔

تمثال بتان گر نہ رکھے پنبۂ مرہم آئینہ بہ عریانی داغ جگر آوے

وہ تو کہیے کہ آئینے کے داغ جگر پر معشوقون کی تصویرین پنبۂ مرہم کا کام یا مرہم بھری ہوئی روئی رکھ دیتی ہین۔ ورنہ اگر ایسا نہ ہو تو تم دیکھو کہ آئینہ داغ جگر کی عریانی کا مجسم صورت اور ہم شبیہ ہو جائے۔ اور اس کی اصلی کیفیت کا اظہار ہو۔

ہر غنچہ اسد بارگہ شوکت گل ہے دل فرش رہ ناز بیدل اگر آوے

باغ مین ہر غنچہ ہر کلی گویا کہ شاہ گل کی شوکت و عظمت کی ایک بارگاہ ہے کیونکہ تاجدار گل کا ورود مسعود اسی بارگاہ مین ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر حضرت بیدل ناز سے آئین تو دل ان کے واسطے راہ مین فرش راہ بنا دینا چاہئے۔ اس شعر اور دوسرے شعر ان ...

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کو حقیقت میں مرزا بیدل علیہ الرحمۃ سے عشق اور ان کے کلام سے بڑی محبت تھی اور یہ محبت اتباع کی حد سے گزر کر عقیدت و ارادت تک پہونچ گئی تھی۔

چاہیے عشق میں صیاد کانی مفت ہے ۔۔۔ نقد ہر داغ دل اور آتش زبانی مفت ہے

پاسوخت [illegible] قریب جوانی [illegible] ہو گئے ہیں عشق کے [illegible] ہر [illegible] متاع [illegible] خستگی [illegible] داغ [illegible] آتش [illegible] بغیر کسی قیمت اور زحمت کے ہر شخص کو مفت [illegible] ہے۔

ہم نہیں آباد ان خانہ بیگانہ جا ۔۔۔ بر در نگشودہ دل پاسبانی مفت ہے

اگر بیگانہ حریم دل میں بار نہیں ملتا اور بیگانہ [illegible] تکلف [illegible] دل [illegible] پاسبانی [illegible] مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب دل نہیں ہوتا تو اپنے دل کی حفاظت کر سکتا ہے کہ اس میں کسی غیر کا دخل نہ ہو عرفی نے ایک ایسا ہی شعر کہا ہے

وقت عرفی خوش کہ نگشود چون در بر رخش

بر در نگشودہ ما کس شد در دیگر نزد

صائب

غیر حق را می دہی رہ در حریم دل چرا

می کنی بیگانہ را مہمان این منزل چرا

بیدل

ستم است اگر ہوست کشد کہ بسیر سرو و سمن در آ

تو ز غنچہ کم نہ دمیدہ در دل کشا بچمن در آ

چونکہ بالائے ہوس پر ہر قبا کوتاہ ہے ۔۔۔ بر ہوس ہا جہان دامن فشانی مفت ہے

چونکہ ہوس کے قد پر کوئی قبا صحیح اور موزون نہیں ہو سکتی یعنی ہوس باوجود حصول دو جہان بھی سیر نہیں ہو سکتی۔ لہذا چاہیے کہ دنیا کی تمام ہوا و ہوس پر

دامن افشانی کر دی جائے اور سب کو جھٹک کر پھینک دیا جائے اس سے بہتر اسکے لئے کوئی تمنا موزون نہین۔

اک نفس ہر اک نفس جاتا ہے قسط عمر مین حیف ہو اُسکو جو کہوے زندگانی مفت ہی

جو لوگ کہ یہ کہتے ہین کہ زندگانی مفت مل گئی ہو ان کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ زندگانی ایک قرض ہو۔ اور اس قرض کو قسط وار ادا کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ دنیا کا ہر فرد ہر سانس ایک سانس ادا کر رہا ہے اور اسی طرح یہ قسط ادا ہو کر ایک دن یہ قرضہ بیباک ہو جائے گا۔

نوائے طائران آشیان گم کردہ آتی ہو تماشا ہے کہ رنگ رفتہ برگردیدنی جانے

مشاہدہ بیان کرکے کہتا ہے کہ وہ طائر جو بھٹک جاتے ہین اور اپنے اپنے آشیانون کو بھول جاتے ہین اور کچھ نہین تو دور سے ان کی آواز تو ضرور ہی آتی رہتی ہے۔ مگر میرا طائر رنگ جب سے اُڑا ہو اس کی نہ کوئی خبر آئی۔ نہ کوئی آواز سنی مین چاہتا ہون کہ ایک مرتبہ تو دیکھ لے کہ میرے رنگ کو واپس ہونے کا ڈھنگ آ جائے۔ اور وہ غریب بھی اپنے وطن مین واپس آئے۔

اسد جان نذر الطافے کہ ہنگام ہم آغوشی زبان ہر سر مو حال دل پرسیدنی جانے

اسد میری جان اس الطاف اور اس انداز خاص پر قربان ہو کہ جب وہ ملتا ہو تو ہم آغوشی کے وقت اس کا ہر سر مو میرے دل ناشاد کا ایک حال پوچھتا ہے۔ جی چاہتا ہو کہ مین اس لطف و کرم خاص پر اپنی جان قربان کر دون۔ کیا خوب شعر کہا ہے۔ سبحان اللہ۔

شعر کی فکر کو اسد چاہئے ہو دل و دماغ عذر کہ یہ فسردہ دل بے دل و بے دماغ ہو

صاف صاف شعر ہے شرح کی احتیاج نہین۔ یہ شعر صرف قال نہین بلکہ آئینہ حال معلوم ہوتا ہے۔

تعریفِ چکنی ڈلی

مرزا غالب نے اپنے ایک دوست مولوی کرم حسین کی فرمایش سے کلکتہ مین چکنی ڈلی کی تعریف مین یہ چند تشبیہات نظم کی تہین چونکہ اس مین کوئی مشکل اور ان اشعار مین [illegible] اس لئے مین ان کی شرح نہین لکھتا بلکہ تکمیل دیوان کے لئے صرف وہ اشعار نقل کیے دیتا ہون۔

ہے جو صاحب کے کفِ دست پہ یہ چکنی ڈلی — زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہیے
خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھیے — ناطقہ سر بگریبان کہ اسے کیا کہیے
مہرِ مکتوبِ عزیزانِ گرامی لکھیے — حرزِ بازوے شگرفانِ خود آرا کہیے
مسی آلودہ سرِ انگشتِ حسینان لکھیے — داغِ طرفِ جگرِ عاشقِ شیدا کہیے
خاتمِ دستِ سلیمان سے مشابہ لکھیے — سرِ پستانِ پریزاد سے مانا کہیے
اخترِ سوختۂ قیس سے نسبت دیجے — خالِ مشکینِ رخِ دلکشِ لیلا کہیے
حجر الاسودِ دیوارِ حرم کیجیے فرض — نافہ آہوے بیابانِ ختن کا کہیے
وضع مین اس کو اگر سمجھیے قافِ تریاق — رنگ مین سبزۂ نوخیزِ مسیحا کہیے
صومعے مین اسے ٹھہرائیے گر مہرِ نماز — میکدے مین اسے خشتِ خمِ صہبا کہیے
کیون اسے قفلِ درِ گنجِ محبت لکھیے — کیون اسے نقطۂ پرکارِ تمنا کہیے
کیون اسے گوہرِ نایاب تصور کیجے — کیون اسے مردمکِ دیدۂ عنقا کہیے
کیون اسے تکمۂ پیراہنِ لیلا لکھیے — کیون اسے نقشِ پےِ ناقۂ سلما کہیے

بندہ پرور کے کفِ دست کو دل کیجیے فرض
اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے

رُباعیات

ہرچند کہ دوستی مین کامل ہونا ممکن نہین یک زبان ویکدل ہونا
مین تجھ سے ہون اور مجھ سے تو پوشیدہ ہے مفت نگاہ کا مقابل ہونا

دوستی کسی قدر کامل ہو مگر تیرا ایک زبان و یک دل ہونا غیر ممکن ہے۔ مین تجھ سے شرما اور تو مجھ سے ابھی تک پردہ کرتا ہے اور پھر نگاہ ملے تو کیونکر ملے اور اگر ملے تو بیکار ہے۔

سامان ہزار جستجو یعنی دل ساغر کش خون آرزو یعنی دل
پشت و رخ آئینہ ہے دین و دنیا منظور ہے دو جہان سے تو یعنی دل

میری ہزار جستجو کا سامان کیا ہے دل ہے۔ آرزو کے خون کی شراب پینے والا کون ہے دل ہے اسی آئینہ دل کی پشت اور رخ دین اور دنیا ہین۔ مجھے نہ دین چاہیئے نہ دنیا بلکہ بجائے دونون جہان کے مین صرف دل کو پسند کرتا ہون اور اسکے سوا کچھ مطلوب نہین۔

اے کاش بتان کا خنجر سینہ شگاف پہلوے حیات سے گذر جاتا صاف
اک تسمہ لگا رہا کہ تا روزے چند لیجیے نہ مشقت گدائی سے معاف

مجکو حسینون کے خنجر سینہ شگاف نے گھائل کر دیا ہے مگر پورے طور سے دوسرے سینہ سے نہین گزرا ہے میری تمنا یہ تھی کہ کاش وہ میرے پہلو سے زندگی کو چیر ڈالتا یعنی زندگی کا خاتمہ کر دیتا۔ مگر اس نے ایسا نہین کیا بلکہ تسمہ لگا رکھا یعنی رمق جان ! تن

رکھی اس سے اس کی یہ غرض نہیں تھی کہ مجھ پر رحم کرتا بلکہ غرض یہ تھی کہ میں چند روز تک اور زندہ رہ کر دریوزہ گری حسن کرتا رہوں یا موت کی بھیک مانگتا رہوں اس شعر کو بھی دیکھئے اور مقابلہ کیجئے۔

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

۱۶تا۱۱ ناداں ہو جو کہتے ہو کہ کیوں جیتے ہو غالب قسمت میں ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

اے کثرت فہم بے شمار اندیشہ ہے اصل خرد سے شرمسار اندیشہ
یک قطرۂ خون و دعوت صد نشتر یک وہم عبادت و ہزار اندیشہ

کثرت فہم کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ تو نے وہ کثرت وہم بخشی ہے کہ ساتھ سیکڑوں ہزاروں اندیشے لگے ہوئے ہیں اور اندیشہ اصل خرد سے (؟) وجہ سے شرمندہ ہے تو نے میرے دل کے ساتھ جو ایک قطرہ سے زیادہ نہیں ہے وہ سلوک کیا ہے جیسے کوئی ایک قطرہ خون کے لئے سو نشتر بہم پہنچائے اور ظلم و ستم پر آمادہ ہو جائے یا یہ کہ ایک عبادت کا وہم ہوا ہزار اندیشے اس کے ساتھ لگے ہوں یعنی عبادات دراصل عبادت بھی نہیں صرف ایک وہم ہوا پھر اس کے لئے ہزار اندیشے برداشت کر کے کوہ کندن و کاہ برآوردن سے کام لیا جائے۔

دل سوز جنوں سے جلوہ منظر ہے آج نیرنگ زمانہ فتنہ پرور ہے آج
یک تار نفس میں جوں طناب صناع ہر پارۂ دل برنگ دیگر ہے آج

آج میرے دل کی سوز جنوں کی وجہ سے یہ کیفیت ہے کہ معلوم ہوتا ہے اس پر جلوہ دیدار کی تجلی ہو رہی گویا نیرنگ زمانہ آج نا نئے فتنے برپا کر رہا ہے ہر ایک تار نفس میں ایک دل کا ٹکڑا اس طرح بندھا ہوا چلا آ رہا ہے جیسے کہ بازیگر یا کھلاڑی تماشہ دکھا رہا ہو۔ آج میں دیکھتا ہوں کہ دل کے ہر ٹکڑے کا رنگ بدلا ہوا ہے۔

خدا معلوم کیا فتنہ برپا ہوا چاہتا ہے۔

گر جوہر امتیاز ہوتا ہم مین رسوا کرتے نہ آپ کو عالم مین
ہین نام و نگین کینگر نقد شعور یہ چور پڑا ہے خانہ خاتم ۔ ،

مطلب یہ ہی کہ ہم مین قوت امتیازی بالکل نہین ہے اگر ہم مین عقل و شعور ہوتا تو کیون اپنے آپ کو دنیا مین بدنام کرتے واقعہ یہ ہے کہ یہ نگین اور یہ نقش نگین خانہ خاتم کے اندر ایک چور کی طرح گھس گئے ہین ۔ ہمارے عقل و شعور کو چرانے کے لئے جا رہے ہین ظاہر ہے کہ نام و نگین ہی سے آدمی کی شہرت ہوتی ہے اور اسی کو شاعر نے رسوائی سے تعبیر کیا ہے۔

تمام شد

ادبی جواہر پارے

- مکمل شرح دیوان غالب (سے) و (عہ)
- قصائد عزیزیہ — ہے ر
- اردوئے ندیم — ۸ر
- خوبیٔ سخن — ۸ر

- مکاتیب امیر — عہ ۸ر
- یادگار غالب — سے ر
- دکن میں اردو — عہ ر
- مرقع ادب حصہ — عہ ر

- جان سخن — عہ ر
- جذبات اوج — ۸ر
- فغان آرزو — ۸ر
- آب حیات — ہے ر

- ترانۂ شوق — ۸ر
- عالم خیال — ۸ر و عہ ر
- دیوان شوق — عہ ر
- کلیات اکبر ۳ جلد — للعہ ۸ر

- مکاتیب اکبر — عہ ر
- مثنوی دل و جان — عہ ر
- دیوان جان صاحب — ۸ر
- گلدستۂ پنچ — ۸ر

- انتخاب اودھ پنچ — ۸ر
- صبح وطن — عہ ر
- مباحثہ گلزار نسیم — ۸ر
- دیوان حالی — ۸ر
- مقدمۂ دیوان حالی — ۸ر

تین ادبی جواہر پارے

از عالی جناب صفدر مرزا پوری مرحوم

تینوں کتابیں اپنے موضوع کے لحاظ سے اُردو ادب میں پہلی سعی مشکور ہیں اُردو میں ان کی تصانیف کا سہرا صفدر مرحوم کے سر ہے کہ جنکی نظر انتخاب نے ایسے اچھوتے مضامین کا ادب کی خدمت میں پیش کیا۔

مرقع ادب اُن نامور خطوط کا مجموعہ جنہیں ملک کے نامور ادیب اور سر برآوردہ حضرات نے اپنے احباب کے نام لکھا ان خطوط کا حرف حرف سند ہے اور ہر ہر فقرہ موتی کی لڑی میں پرونے کے لائق ہے۔ موجودہ زبان اُردو کا بہترین مرقع - ادبی خوبیوں کے علاوہ بہت سے باکمال ادیبوں اور مشاہیر کے سوانح حیات پر بھی روشنی پڑتی ہے اکثر خطوط میں شاعرانہ نکات ... کہیں شاعرانہ نوک جھونک ہے کہیں معاصرانہ چھیڑ چھاڑ اور کہیں لطیف ظرافت ... حصہ اول ... حصہ دوم ...

مشاطۂ سخن اس میں مسلم الثبوت اور ماہرین فن اساتذہ کی وہ اصلاحیں جمع کی گئی ہیں جو انہوں نے اپنے نامور شاگردوں کے کلام پر دیں اور جن کی بدولت وہ لوگ ... میں آفتاب و ماہتاب بنکر چمکے اس انتخاب میں نہیں باکمالوں کو لیا ہے جنکا حرف حرف ... اور جن کا اُردو دنیا سند مانتی ہے جناب ناسخ - آتش - امیر - ذوق - غالب - مومن - ... دبیر امیر - داغ - تسلیم - جلال ایسی ہستیاں نہیں ہیں کہ جنکی اصلاحات ... شاعری کا مذاق رکھنے والے حضرات کے لئے نایاب تحفہ ہے اصلاحات پر غائر نظر ڈال کر ... گھر بیٹھے استاد بن سکتا ہے - طباعت اور صحت کا خاص اہتمام ہے - قیمت ...

بزم خیال جس میں شعرائے اُردو و فارسی کی مجالس کے لطائف و ظرائف کو ترتیب دیا گیا ہے برجستہ گوئی اور حاضر جوابی کے بہترین نمونے دکھائے گئے ہیں اور اُردو کے منتخب اشعار کو لیکر جن کا کسی لطیفہ یا دلچسپ قصہ سے تعلق ہے اس کی مفصل کیفیت بیان کی ہے - خوش مذاق حضرات کے لئے تفریح طبع کا بہترین سامان ہے اس کے ساتھ ادبی اور تاریخی معلومات ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہے جدید خوبصورت ایڈیشن ترمیم شدہ - قیمت ...

ملنے کا پتہ ...